پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ایک فکر

ایک تاریخ

ایک شخصیت

Mughal's

محمد عمر حیات الحسینی بوسن

المدینہ پبلیکیشنز

4-یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ 38-اردو بازار-لاہور ○ فون:7320682

111233

نام کتاب :- علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ایک نظر، ایک شخصیت، ایک تاریخ

نام مصنف :- محمد عمر حیات الحسینی۔ [illegible]

صفحات :- ۲۵۶

قیمت :- [redacted] روپے

سال طباعت :- دسمبر ۱۹۹۶ء

ناشر :- المدینہ پبلیکیشنز

ملنے کے پتے

0 سیل سنٹر ادارہ منہاج القرآن ۳۶۵-ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
0 المدینہ پبلیکیشنز ۲۰ یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۳۸ اردو بازار لاہور
0 حضرت علامہ ابو [illegible] ٹرسٹ [illegible] ملتان
0 ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ گنج بخش روڈ لاہور
0 نیو القمر بک کارپوریشن گنج بخش روڈ لاہور
0 الفضل بک سنٹر۔ میرپور آزاد کشمیر
0 جت بکڈپو۔ میرپور آزاد کشمیر
0 مفتی [illegible] آزاد کشمیر
0 سعیدی اسٹالنٹ سیل کوٹ۔ ملتان

Marfat.com

الله

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

سب سے پہلے :-

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین گیلانی القادری البغدادی قدس سرہ العزیز کے نام!

جن کے حسن تصرف نے تشکیک وریب کی ظلمتوں سے نجات دلائی۔

جن کے فیض نظر نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان بخش اہمیت سے آگاہ کیا اور اپنی توجہ سے ذکر و فکر کا ذوق سلیم بخشا۔

جن کے در کی گدائی نے توازن واعتدال عطا فرمایا۔

جن کے دامن توسل نے مجھ جیسے آوارہ و ناکارہ کو ہمیشہ حق گوئی و بے باکی عطا کی۔

جن کا اشارہ ابرو میرے مقدر کا صورت گر اور جن کا تبسّم کشتِ دل کے لئے ابر بہاراں ہے۔

جن کی محبت و معیت اسرارِ حیات کی گرہ کشا، قرآن و سنت کے انوار کا آئینہ، اسیران غم کے کے لئے نوید سکوں اور مجھ ایسے لاکھوں بے کسوں کا قبلہ مراد ہے۔

جن کے اذن روحانی نے میری زبان اور میرے قلم کو آبرو بخشی۔

یہی وہ شخصیت ہیں جن کے فیوض و برکات کا ظہور قائد تحریک منہاج القرآن کی صورت میں جاری وساری ہے۔

جن تک رسائی کا ذریعہ استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب بنے۔

"ذریعہ و وسیلہ" کچھ بھی نہیں اور سب کچھ بھی ہے۔ اس کے بغیر محبوب کا وصال ناممکن ہے "وسیلہ اور محبوب" کا بڑا گہرا ربط و تعلق ہے۔

اسی "گہرائی و گیرائی" کے پس منظر و پیش منظر میں حضرت والا کی خوشی و مسرت کا روحانی احساس ہوا۔ جس کی پاسداری کے لئے یہ چند اوراق بطور نذرانہ پیش کرتا ہوں۔ کیونکہ مرید مخلص کا تذکرہ بھی شیخ و مربی کے فیوض و برکات کا ایک باب ہوتا ہے۔

امید قوی ہے قبول فرما کر اپنی روحانی توجہات سے فیضیاب فرمائیں گے۔

Marfat.com

اور اب

شہزادگان والاعالی مرتبت

حضرت صاحبزادہ سید محمود محی الدین القادری گیلانی

حضرت صاحبزادہ سید عبدالقادر جمال الدین القادری گیلانی

حضرت صاحبزادہ سید ضیاء الدین القادری گیلانی

دامت برکاتہم

کے نام!

جن کے بابا حضور کے فیوض و برکات قائد تحریک منہاج القرآن کی شکل و صورت میں جاری و ساری ہیں۔

شہزادگان والاعالی مرتبت حضرت والا کی طرح تحریک کے سرپرست ہیں

آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا

گدائے در حبیب

محمد عمر حیات الحسینی۔ یوسن

خادم حضرت سید طاہر علاؤالدین

القادری اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ملتان

Marfat.com

فہرست

انتساب ۵

پیش لفظ ۹

تقریظ ـ علامہ علی اکبر قادری الازہری صاحب ۱۵

تاثرات سید ساجد حسین شاہ صاحب کاظمی ۱۸

ادب اور شخصیت نگاری ۲۰

پر عزم بچپن سے باوقار قیادت تک ۲۵

ایک شخصیت ۳۵

قدوقامت ۳۶

چہرہ مہرہ ۳۷

[illegible] ۳۷

چال ڈھال ۳۸

حسن تقریر ۴۰

غم زندگی کشادوم ۵۰

پر عزم زندگی ۶۲

میری آئیڈیل شخصیت ۸۸

انقلابی مفکر ۱۰۱

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳۱

داعی اتحاد بین المسلمین ۱۴۳

فیضان مرشد ۱۵۳

فکری ـ تحقیقی اور مسلکی مزاج ۱۹۱

فکری کام کا جائزہ ۲۰۰

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری ۲۰۷

افکار و نظریات کا تقابلی مطالعہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

ہر انسان اپنی زندگی کے مختلف ادوار میں گردو پیش کے حالات و واقعات اور موجود و غیر موجود شخصیتوں کے افکار و خیالات سے متاثر ہوتا ہے اور اپنی زندگی کی شاہراہوں کو متعین کرنے اور انہیں ساز گار اور آسودہ بنانے کے لئے ان کی فکر و نظر سے استفادہ کرتا ہے۔ اس میں بعض کے تاثرات وقتی ہوتے ہیں جو بہت جلد زائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی اپنی زندگی میں مختلف شخصیتوں کے افکار و خیالات سے متاثر ہوا اور ان کے فکر و عمل سے اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اور اکتساب فیض کیا۔

۱۹۸۵ء کی شب میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے کہ مجھے ٹیلی ویژن پر فہم القرآن میں مفکر اسلام استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا خطاب بعنوان

"اسلامی فلسفہ زندگی"

سننے کا اتفاق یہ محض اتفاق نہیں بلکہ ایسا حُسنِ اتفاق ثابت ہوا جس نے میرے فکر و تصور کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اس نے اتنا گہرا اثر ڈالا کہ اسلام کو بحیثیت نظام اور تحریک سمجھنے اور پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ مسلکی تعصبات کی الجھنیں کافور ہو گئیں اور یہ وہ وقت تھا جب میں مختلف مسالک کے لٹریچر کے مطالعے سے مضطرب اور بے اطمینان ہو چکا تھا۔ میں تو اسے تائید ایزدی سمجھتا ہوں کہ مجھے پروفیسر صاحب کے ذریعے "توازن و اعتدال" نصیب ہوا۔ اسی "توازن و اعتدال" نے مجھے جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں داخلہ پر مجبور کر دیا۔ تقریباً چھ سال کا عرصہ قریب رہ کر پڑھنے، سننے اور دیکھنے کا موقع ملا۔

تقریباً بارہ تیرہ برس سے اٹکان۔ بھر آپ کو سمجھنے اور آپ سے استفادہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ میں نے آپ کے ایک ایک لفظ کو سمجھا ہے اور آپ کے پیغام کی روح کو پا لیا ہے البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ مجھے آپ کے مزاج سے شناسائی ضرور ہوئی ہے۔

یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ انسان افعال و کردار سے پہچانا جاتا ہے لیکن اس کے "حقیقی افکار و کردار" کو جاننا پہچاننا بہرحال آسان نہیں۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اس کی شناخت کا ایک ذریعہ بتایا ہے وہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

o زندہ یا مردہ جاں بلب
از سہ شاہد کن شہادت را طلب
o شاہد اول شعور خویشتن
خویش را دیدن بنور خویشتن
o شاہد ثانی شعور دیگرے
خویش را دیدن بنور دیگرے
o شاہد ثالث شعور ذات حق
خویش را دیدن بنور ذات حق

یعنی آدمی کو پہچاننے کے لئے ان تین شہادتوں کی ضرورت ہے۔
۱۔ شعور خویشتن ــــــ آدمی اپنی نظر میں کیا ہے۔
۲۔ شعور دیگرے ــــــ آدمی دوسروں کی نگاہوں میں کیا ہے۔
۳۔ شعور ذات حق ــــــ آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا مقام رکھتا ہے۔

پروفیسر صاحب کے اصول و نظریات سے کسی کو اتفاق ہو یا اختلاف لیکن یہ ہر شخص تسلیم کرے گا کہ آپ اس دور کی ایک بڑی شخصیت ہیں اور آپ کے اعمال و افکار میں ہمیں بے شمار نقوش مل سکتے ہیں جو آپ کے بڑے پن کو ظاہر کرتے ہیں۔ پیش نظر کتاب جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ آپ کی شخصیت کا مقام معلوم کرنے کے لئے جتنے زاویہ ہائے نظر ہو سکتے ہیں۔ ان کا اگر حصر و استقصاء کیا جائے تو وہ تین ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ خود اپنے کو کس رنگ میں ظاہر کرتا ہے۔ دوم یہ کہ دوسرے اسے کس رنگ میں دیکھتے ہیں۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا درجہ و مرتبہ کیا ہے یا کیا ہوگا [illegible] تین پہلوؤں میں جہاں تک خدا کے معاملے کا تعلق ہے تو وہ ہم سے متعلق نہیں [illegible] کہنا کہ کسی شخص کا مقام اس کی جناب میں کیا ہے [illegible] عالم ہزار شیوہ و [illegible] کہہ سکتے۔ یہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کون کس درجے کا [illegible] ہے۔ لیکن خلق [illegible] نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

میرا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ حقیقت ملی [illegible] کر [illegible]

Marfat.com

تا کہ ان کے نقش قدم کی پیروی کر سکیں اور ان کی روش زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنا سکیں ۔ وہاں وہ دور حاضر کے مشہور مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے حالات و خیالات سے بھی آگاہی حاصل کر سکیں اور ان کی اسلامی خدمات کو اپنے لئے نمونہ بنا سکیں ۔

پروفیسر صاحب اس دور کی ناقابل فراموش شخصیت ہیں اور آپ سے ہر نوجوان اپنے لئے زندگی کا عظیم سبق حاصل کر سکتا ہے اور آپ کی زندگی میں اپنے لئے اچھا نمونہ پا سکتا ہے ۔ آپ پرانی اور نئی نسل کے درمیان اعتدال کی ایک کڑی کی مانند ہیں اور پرانی نسل کی قیمتی روایت ورثے کے طور پر نئی نسل کو منتقل کر رہے ہیں ۔

یہ کتاب مذکورہ بالا علامہ زمان کے مطابق مفصل سوانح حیات نہیں بلکہ میرے مضامین کا مجموعہ ہے جو میں نے وقتاً فوقتاً آپ کے متعلق لکھے ۔ ان مجموعہ ہائے مضامین میں آپ کی دعوت اور آپ کی زندگی کی عملی جدوجہد اور آپ کے کردار کی خوبی و رعنائی کا نقشہ سامنے آگیا ہے ۔ اس طرح آپ کے فکر و عمل کے امتزاج سے ان مضامین کے ذریعے ایک پوری شخصیت ہمارے سامنے رونما ہوتی ہے ۔ اور تصویر کے دونوں رخ سامنے آجاتے ہیں ۔ میرے خیال میں یہ جائزہ بڑی حد تک ایک شخصیت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ ہے ۔

ہمارا یہ دور خوش قسمت ہے کہ اس میں اسلاف کی ایک عمدہ اور مقدس یادگار علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے ۔ یہ ہماری بے پایاں خوش بختی ہے جس کا دائرہ احساس اگر آج ہماری قوم کے اندر محدود ہے تو کل محدود نہ ہوگا ۔ اس میں کیا شک ہے کہ آپ اس صدی کے منتخب آدمی ہیں ۔

پروفیسر صاحب، عالم اسلام کی ان چند نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے افکار، نظریات اور سیرت و کردار سے کروڑوں افراد کو متاثر کیا ہے اور ان کے ذہنوں اور زندگیوں میں حقیقتاً انقلاب برپا کر دیا ہے ۔ آپ اسلام کو ایک علمی اور عملی تحریک کے طور پر جس موثر انداز میں پیش کر رہے ہیں اس کی وجہ سے آپ کو عالم اسلام میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے ۔ بلا مبالغہ دنیا میں جہاں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں سب آپ کو اپنا محبوب و محترم راہنما سمجھتے ہیں اور آپ کے متعلق تفصیلاً جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کن مراحل سے ہوتے ہوئے اس مقام تک پہنچے ہیں ۔ پس اسی دیرینہ آرزو کی تکمیل کے لئے اسے پیش کیا جا رہا ہے ۔

Marfat.com

لیکن یہ ذہن نشین کرلیا جائے کہ تنزیہ کامل اللہ تعالیٰ کی ذات [illegible] ہے اور عصمت، انبیاء کرام کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا میں کوئی شخص چاہے وہ علم و تقویٰ کے کتنے ہی بلند مقام پر فائز کیوں نہ ہو "معصوم" نہیں ہے۔ غیر انبیاء معصوم نہیں ہوتے۔ انسانوں کی زندگی جانچنے کا یہ پیمانہ انتہا پسندی کا ایک عجوبہ ہے کہ یا تو آدمی بالکل فرشتہ ہو اور جو فرشتہ نہیں وہ لامحالہ شیطان ہوگا۔ ان دو انتہاؤں کو انسانی زندگی کے لئے معیار ماننا ہی بنیادی غلطی ہے۔ آدمی زندگی کے بہت سے مرحلوں سے گزرتا ہے وہ تجربوں سے بہت کچھ سیکھتا بھی ہے۔ وہ ٹھوکر کھا کر سنبھلتا بھی ہے۔ تلاش و جستجو کی راہ میں ایسا مقام بھی آتا ہے جہاں آدمی حق کو دیکھ کر سوال کرتا ہے کہ کیا واقعی یہ حق ہے؟۔ کبھی کبھار باطل پر بھی اس کو حق کا دھوکہ ہو جاتا ہے اور جب دھوکے کا پردہ ہٹ جاتا ہے تو اپنے پچھلے تصور سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہے۔

تنقید اور اختلاف اور عیب چینی میں واضح فرق ہے۔ اس کو ملحوظ نہ رکھنا یا تو بے علمی ہے یا جہالت و حماقت ہے۔ اس معاملے میں میرے اور دوسرے لوگوں کے نقطہ نظر میں ایک بنیادی فرق ہے۔ جس کی وجہ سے بسا اوقات میری پوزیشن کو سمجھنے میں لوگوں کو غلط فہمی لاحق ہو جاتی ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جو بزرگ ہے وہ غلطی نہیں کرتا اور جو غلطی کرتا ہے وہ بزرگ نہیں ہے۔ اس نظریئے کی بناء پر وہ چاہتے ہیں کہ کسی بزرگ کے کسی کام کو غلط نہ کہا جائے اور مزید برآں وہ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ جو شخص ان کے کسی کام کو غلط کہتا ہے وہ ان کو بزرگ نہیں مانتا۔ میرا نظریہ ان کے برعکس ہے۔ میں سمجھتا ہوں ماسوائے انبیاء کرام کوئی انسان غلطی سے مبرا نہیں ہے اور خیر بھی انسانوں کی بزرگی کا اصل معیار نہیں ہے کہ وہ خطا سے منزہ ہوں۔ بلکہ یہ سمجھے کہ ان کی سیرت و کردار اور علم و عمل اور کارنامہ حیات میں خیر کا پہلو غالب ہو۔ اس بناء پر میرے نزدیک ایک بزرگ انسان کا کوئی کام غلط بھی ہو سکتا ہے اور اس کے باوجود انسان بزرگ بھی رہ سکتا ہے۔ میں کسی محترم ہستی بزرگ کے کسی کام کو غلط صرف اسی وقت کہتا ہوں جب وہ دلائل سے ثابت ہو اور کسی معقول دلیل سے اس کی تاویل نہ کی جا سکتی ہو۔ مگر جب اس شرط کے ساتھ میں جان لیتا ہوں کہ ایکا یہ کام غلط ہے تو میں اسے مان لیتا ہوں۔ پھر اس کام کی حد تک ہی اپنے اختلاف یا تنقید کو محدود رکھتا ہوں [illegible] غلطی کی وجہ سے میری نگاہ میں اس بزرگ کی بزرگی میں کوئی فرق آتا ہے [illegible]

Marfat.com

مجھے اس بات کی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ جن کو میں بزرگ مانتا ہوں ان کی کھلی کھلی خطاؤں کا انکار کروں، لیپ پوت کرکے ان کو چھپاؤں یا تاویلیں کرکے ان کو صحیح ثابت کروں۔ غلط کو صحیح کہنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے معیار بدل جائیں گے اور جو غلطیاں مختلف ہوئی ہیں وہ سب اکٹھی ہمارے اندر جمع ہو جائیں گی اور لیپ پوت کرنے یا اعلانیہ نظر آنے والی چیزوں پر پردہ ڈالنے سے میرے نزدیک بات نہیں بنتی بلکہ اور بگڑ جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نظری مسائل میں آراء کا اختلاف نہ مضر ہے اور نہ اس کے مٹانے کی ضرورت ہے اور نہ مٹایا جاسکتا ہے۔ اختلاف رائے نہ تو وحدت اسلامی کے منافی ہے نہ کسی کے لئے مضر۔ اختلاف رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے۔ جس سے نہ کبھی انسانوں کا کوئی گروہ خالی رہا، نہ رہ سکتا ہے۔ کسی جماعت میں ہر کام اور ہر بات میں مکمل اتفاق رائے صرف دو صورتوں میں ہوسکتا ہے ایک یہ کہ ان میں کوئی سوجھ بوجھ والا انسان نہ ہو جو معاملہ پر غور کرکے کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
دوسرے اس صورت میں مکمل اتفاق رائے ہوسکتا ہے کہ سب لوگ ضمیر فروش ہوں اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط اور مضر جانتے ہوئے محض دوسروں کی رعایت سے اختلاف کا اظہار نہ کریں۔
جہاں عقل بھی ہو اور دیانت بھی، یہ ممکن نہیں کہ ان میں اختلاف رائے نہ ہو۔ اختلاف رائے عقل و دیانت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے اسے اصلاً مذموم نہیں کہا جاسکتا اور یہ حقیقت بھی کسی پر مخفی نہیں ہے کہ تلامذہ کو اساتذہ سے، اساتذہ کو اپنے تلامذہ سے، چھوٹوں کو بڑوں سے اور بڑوں کو اپنے چھوٹوں سے اختلاف رہا ہے، جس کی تاریخ میں ایک دو نہیں بلکہ فقہ کی کتب بھری پڑی ہیں۔ لیکن اس اختلاف میں انتشار و خلفشار نہیں تھا۔ ایک دوسرے کی نیتوں پر حملہ نہیں کیا جاتا تھا۔ ایک دوسرے کا ادب و احترام ملحوظ رہتا تھا۔ اب صورت حال اس کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو افراط و تفریط سے محفوظ رکھے۔
نیکی جہاں بھی ہو اور جو بھی کرے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتی ہے لیکن وہ احباب بھی فراموش کرنے کے لائق نہیں ہوتے جو نیکی کی راہوں میں نصرت اور تعاون سے نوازتے ہیں

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ممنون ہوں ان احباب کا جنہوں نے اس کام کے لئے مجھے متوجہ کیا اور حوصلے عطا کرتے رہے۔ ان بزرگوں اور احباب میں محترم مولانا حاجی نذیر احمد صاحب خطیب پرانی ہٹیاں میرپور، ملک خدا بخش بوسن، حاجی خلیل احمد سعیدی،

Marfat.com

صاحبزادہ سید خالد محمود بخاری شہزادہ [illegible]

مجھے اعتراف اور تشکر ادا کرتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ محترم برادرم علامہ [illegible]
الازھری صاحب (مدیر اعلیٰ ماہنامہ منہاج القرآن) نے نہ صرف متوجہ کیا بلکہ قدم قدم پر
حوصلے دیتے رہے۔ اگر ان کی محبت و شفقت شامل حال نہ ہوتی تو شاید میں ساحل سے ہی [illegible]
سفر نہ پاتا۔ کلمات تقریظ لکھے اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اور ہمیشہ راہنمائی فرمائی۔

انتہائی ممنون ہوں محترم محمد ابرار حنیف مغل صاحب کا جنہوں نے اس کی طباعت میں
گہری دلچسپی لی اور اس کو منظر عام پر لائے۔ [illegible]
ریسرچ آفیسر قائد اعظم لائبریری لاہور۔ [illegible]
ہوں کہ جو ہمیشہ رہنمائی فرماتے ہیں۔ [illegible]
[illegible] ایک درس گاہ کی حیثیت [illegible]

مجھے فخر ہے اپنے رفیق و اپنی بھائی صاحب [illegible]
کاظمیہ شیخوپورہ) پر جنہوں نے نہ صرف میری [illegible]
سے سراہنے کے ساتھ ساتھ مجھے مفید مشوروں سے نوازا۔ ان کا [illegible] شکریہ ادا کروں [illegible]

اگر یہ اپنی آراء سے نہ نوازتے تو کتاب میں جگہ جگہ تشنگی کا احساس باقی رہتا۔ ممنون احسان ہوں
محترم مولانا محمد بوستان القادری صاحب (صدر اتحاد العلماء۔ کونسل برطانیہ) کا جنہوں نے [illegible]
میں تحریک کی سرگرمیوں کے متعلق میری معلومات میں اضافہ کیا [illegible]
اور مخلصانہ تعاون فرمایا۔

جگر گوشہ مفتی اعظم آزاد کشمیر صاحبزادہ قاضی [illegible]
اقبال صاحب، محترم حافظ محمد شفیع القادری صاحب، محترم [illegible] صاحب، محترم غلام رسول
رسول صاحب، محترم مشتاق احمد صاحب ([illegible]) محترم قاری محمد [illegible]
صاحب، محترم حافظ محمد صادق صاحب، محترم [illegible]
مقصود احمد صاحب، محترمی صاحبزادہ [illegible] کا جو ہمیشہ مخلصانہ
تعاون کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں [illegible]
رفاقت سے نوازے۔

بحرمت سید المرسلین

گدائے در حبیب

محمد عمر حیات الحسینی۔ بوسن

Marfat.com

تقریظ

مذہبی سکالر علامہ محمد اکبر القادری الازہری

(مدیر اعلیٰ ماہنامہ منہاج القرآن)

۱۔سوانح نگاری تاریخ اور ادب کی وہ مشترک صنف ہے جو ہمیشہ سے رد و قبول کے پیمانوں پر پرکھی جاتی رہی۔

شخصیت کے چاہنے والوں کے حلقوں میں اسے پذیرائی ملتی ہے اور اس سے اختلاف یا عناد رکھنے والوں کے ہاں اس پر تنقید و جرح ہوتی ہے۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ ہر دو طبقات کے ہاں ایسی کتب اہم ہوتی ہیں اور حساس بھی۔ شخصیت نگاری دراصل تاریخ نویسی کا حصہ ہے اس لئے نازک بھی ہے خاص طور پر ایسی شخصیت کی سوانح اور افکار کو موضوع بنانا جس پر ایک وقت میں کئی اہل علم و فکر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہوں۔

ہر قوم کی تاریخ میں بعض شخصیات اپنے فکر و کردار کے اعتبار سے ناقابل فراموش ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان کے کارنامے ہی اس قوم کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ اس قومی سرمائے کو محفوظ اور اسے آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے والے "سوانح نگار" کہلاتے ہیں۔ اس لئے سوانح نگار کا غیر جانبدار ہونا امین اور دیانتدار ہونا ازحد ضروری ہے۔ اچھا سوانح نگار اس کو سمجھا جاتا ہے جو قوم و ملت کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت دیتے ہوئے اس شخصیت کو اعتدال پسندی کے ساتھ پرکھے اور بکمال و کمالات اس کی خوبیاں اور خامیاں قوم کے سامنے رکھ دے تاکہ تاریخ کی شاہراہ سے گزرنے والے آئندہ قافلے اس سے مناسب راہنمائی لیتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کو سدھار سکیں۔

یہ سوانح نگاری اس وقت اور بھی نازک اور حساس ہو جاتی ہے جب متعلقہ شخصیت کسی دعوتی اور انقلابی تحریک کی سرپرستی کر رہی ہو۔ تحریکی سفر میں ان گنت نازک لمحات اور ہوشربا مراحل آتے ہیں جب قیادت کو کئی متبادل راستوں میں سے کسی مناسب رخ کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ نازک لمحات میں راستوں کا یہ تعین ہی قیادت کی عظمت یا ذلت کا فیصلہ کرتا ہے۔ ان فیصلہ کن اور تاریخ ساز لمحات میں ہی شخصیت کا کھرا کھوٹا چھن چھن کر نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس لئے سوانح نگار کو ان گوشوں میں جھانک کر دیکھنے کی

Marfat.com

ضرورت پڑتی ہے۔ اس خوردبین میں اسے بعض اوقات کئی شخصی نقائص اور بشری خامیاں بھی نظر آتی ہیں اور یہ سب ایک فطری اور طبعی سی چیزیں ہیں جو بطور انسان ہر شخص میں کم و بیش پائی جاتی ہیں۔ حقیقت بین اور معتدل مزاج سوانح نگار کا یہاں امتحان ہوتا ہے کہ آیا اس کی نظر اسی نقطے پر ٹک جاتی ہے اور وہ جملہ محاسن کو فراموش کر کے روئے سخن اسی کی طرف کر دیتا ہے یا اس بشری خامی کو خاطر میں لائے بغیر طبعی امر سمجھ کر فراموش کرتے ہوئے محاسن کو اجاگر کرنے کی سعی کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہر دور میں ہر کسی کے لئے تنقید سے زیادہ آسان کام اور کوئی نہیں رہا۔ نقائص تلاش کرنے والی نگاہیں قومی تعمیر میں کبھی فعّال کردار ادا نہیں کر سکیں۔ بلکہ ہمارے ملک میں تو مذہبی، دینی اور تحریکی شخصیات کی خدمات اسی لئے قومی سطح پر کماحقہ ثمر بار نہیں ہو پاتیں کہ ان پر اٹھنے والی نگاہیں تنقید کی عینک سے ہو کر گزرتی ہیں۔ ہمارے علماء بد قسمتی سے اس قومی اور ملی فریضے میں کچھ زیادہ ہی فعّال ہیں۔ ان کا راہوار قلم اکثر عیوب و نقائص کی وادیوں میں گھومتا ہے اور نشتر تحقیق اپنے ہم عصر اور ہم منصب شخصیات کے کیڑے نکالنے کے لئے مچلتا ہے جس کا خمیازہ ہم پچھلی نصف صدی سے بھگت رہے ہیں۔ گھروں سے لے کر تعلیمی اداروں تک اور معاشرے سے لیکر قومی اور بین الاقوامی پلیٹ فارم تک دینی اقدار کی بے حرمتی، تضحیک اور تنقید کے ذمہ دار یہی کم ظرف مذہبی "پیشوا" ہیں جو اپنی شخصیت کو ابھارنے کی ناکام کوشش میں دوسروں کو بلا تامل گندگی کے حتی المقدور ڈھیر اندھیلتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس المیے سے خلاصی عطا فرمائے۔

علامہ محمد عمر حیات الحسینی صاحب کی یہ کوشش اس لحاظ سے نہایت قابل ستائش ہے کہ انہوں نے معتدل مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے مفکر اسلام نابغہ عصر علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شخصیت، فکر اور خدمات پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے۔ حسینی صاحب سے ہمارا دیرینہ اور برادرانہ تعلق اگرچہ خاصہ بے تکلف ہے لیکن ان کے اندر علم دین کی تڑپ اور کچھ کرتے رہنے کا پاکیزہ جذبہ ہمیشہ ان کے احترام پر مجبور کرتا ہے۔

ان کے فکر و عمل میں پاکیزگی، عزم میں پختگی اور آرزوؤں میں بلندی ایک روشن مستقبل کی غماز ہیں۔ میں نے ایسے کم لوگ دیکھے ہیں جو وقت کی رفتار کو اپنی عمر سے آگے نہیں نکلنے دیتے بلکہ اس کے بے لگام گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر اپنی منازل کا تعین کرتے ہیں۔

Marfat.com

محمد عمر حیات الحسینی صاحب اگرچہ عمر کے جذباتی دور سے گزر رہے ہیں لیکن ان کا ذہن اور قلم مطالعے اور تجربے کے کئی مرحلوں سے گزر کر سنجیدہ اور راسخ ہو چکا ہے۔ اللہ کرے ان کا یہ علمی، فکری، تحقیقی اور دعوتی سفر اسی آن بان کے ساتھ جاری رہے اور راستے کے ہر کٹھن مرحلے کو اسی اولوالعزمی کے ساتھ طے کرتے ہوئے منزل آشنا ہو جائیں۔ ان کی یہ کاوش داد تحسین پائے اور اسے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے باعث خیر و برکت بنائے۔

امین بجاہ سید المرسلین

علی اکبر قادری الازہری

مدیر اعلیٰ ماہنامہ منہاج القرآن

مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۶ء

Marfat.com

تاثرات

عزت مآب صاحبزادہ سید ساجد حسین شاہ صاحب کاظمی

آستانہ عالیہ کاظمیہ محمد پورہ شیخوپورہ

باطل نے ہر دور میں حق کے خلاف آواز اٹھائی ہے اگرچہ آخر میں ہمیشہ منہ کی کھائی ہے لیکن چونکہ اس کی ظاہری ادائیں دلفریب اور اس کا اوپری انداز شعبدہ گرانہ ہوتا ہے اس کے ساتھ عامۃ الناس ہر چمکتی ہوئی چیز کو سونا سمجھنے لگتے ہیں اس لئے آنکھیں بند کر کے وہ اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ باطل کو زمانے کے رائج الوقت ہتھیاروں سے کام لینا خوب آتا ہے۔ عصری تقاضے اور حالات بدل رہے ہیں لہذا معاشی مسائل، تہذیبی اقدار اور تعلیمی پالیسی کی آڑ میں حملے ہو رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ علمائے اسلام نے ہر عہد میں الحاد اور ضلالت کا رد اور مذہب کا دفاع جاری رکھا۔ لیکن آج کے حالات بالکل مختلف ہیں۔ ہمارے اکثر علماء جلد بدلتی ہوئی دنیا کے نئے نئے مسائل اور جدید علوم سے اس قدر ناواقف ہیں کہ فتنے کی گرفت تو کر لیتے ہیں مگر اس کے سرچشمہ کا سراغ لگانے اور اس کے مقابل تفصیل سے تعمیری نظام پیش کرنے سے عموماً قاصر ہیں۔ وہ یا تو تہذیب جدید کے ہتھکنڈوں سے نابلد ہیں یا مرعوب۔ ایسی حالت میں ایسے علماء کی ضرورت تھی جو ایک طرف علم دین میں تبحر ہی نہیں صلابت بھی رکھتے ہوں اور دوسری طرف نئے علوم و فنون سے بھی کماحقہ باخبر ہوں۔ میرے خیال میں استاذی المکرم حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب مدظلہ ان معدودے چند علماء میں سے ہیں جن کو مجمع البحرین کہنا چاہیئے۔ یعنی جو قدیم و جدید دونوں اسلحہ سے آراستہ ہو کر جہاد بالقلم و باللسان کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آپ کی قوت اجتہاد اور زور استدلال نہایت زبردست ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا ملکہ رس ذہن عطا فرمایا ہے کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ آپ جس مسئلے کو لیتے ہیں اس کا تجزیہ اس خوبصورتی سے

Marfat.com

ہیں اور اس کے مالہ و ماعلیہ پر اس طرح بحث کرتے ہیں کہ مخالفین کو بھی تسلیم

کیے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ بلاشبہ آپ نابغۂ روزگار اور ایک عبقری شخصیت ہیں ایسی شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوا کرتیں۔

برادرم علامہ محمد عمر حیات الحسینی صاحب نے آپ کی شخصیت کو موضوع بنایا ہے اور نہایت گہرے اسلوب میں آپ کی شخصیت پر لکھا ہے۔ یہ کتاب ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

"اعتدال و توازن" کی روح پوری طرح کارفرما ہے۔ یہ ایک مستحسن اور تعمیری روایت ہے کہ مشاہیر ملت اور ذی قدر علماء کے کارناموں سے لوگوں کو متعارف کیا جائے۔

برادرم موصوف کی یہ کتاب اسی روایت کا ایک حسین تسلسل ہے اور عظیم شاہکار ہے ویسے تو اسلام کے نزدیک کسی بھی زندگی کے شعبہ میں غلو اور افراط و تفریط پسندیدہ نہیں ہے لیکن شخصیات کے معاملے میں افراط و تفریط کے نقصانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے سوانح نگاری کا کام بہت نازک اور مشکل ہے۔ بزرگوں کی صحبتوں سے علامہ حسینی صاحب نے معتدل مزاج پایا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا قلم افراط و تفریط سے محفوظ رہتا ہے۔ پروفیسر صاحب کی شخصیت پر ایک شاگرد کا غیر جانبدارانہ مطالعہ لائق صد تحسین بھی ہے اور لائق تقلید بھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمیشہ اپنی رحمت و عافیت میں رکھے اور اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے نافع فرمائے۔

امین۔ بحرمت سید المرسلین

والسلام

سید ساجد حسین کاظمی

آستانہ عالیہ کاظمیہ شیخوپورہ

Marfat.com

ادب اور شخصیت نگاری

شخصیت نگاری ادب کی ایک انتہائی لطیف، شریف اور معزز صنف ہے۔ اخلاقی نقطۂ نظر سے شخصیت نگاری کا مقصد تعمیر ہے۔ شخصیت نگار کے فن کی جانچ دو طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔

۱۔ایک یہ کہ اس نے کیسی شخصیت کا انتخاب کیا۔

۲۔دوسری یہ کہ اسے کس انداز میں پیش کیا۔

شخصیت نگار کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اولاد آدم کے انبوہ و ہجوم میں سے کوئی ایسی بہترین شخصیت کا انتخاب کرے جس کے فکر و عمل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکتا ہو۔ جس کی مثال دوسروں کو روشنی بہم پہنچانے۔ اور جس کو جاننا اور سمجھنا فی الواقع ایک ضرورت ہو۔

شخصیت نگار کی دوسری یہ ہے کہ وہ کسی شخصیت کی تصویر گری ایسے زاویوں و پہلوؤں سے اور ایسے رنگوں سے کرے کہ دوسرے لوگ اس کی زیادہ سے زیادہ قابل اخذ و اکتساب خوبیوں سے آشنا ہو سکیں۔

در حقیقت شخصیت نگاری تلاش انسانیت کا نام ہے۔ یا بہترین نمونہ آئیڈیل انسانیت کی جستجو کا اور پھر اس کے بعد کسی اچھے نمونہ انسانیت کو بہترین انداز سے پیش کرنا۔ شخصیت نگاری کسی کو مثال کے طور پر پیش کر کے دوسروں کے اندر تعمیر انسانیت کی ایک لطیف و موثر کوشش ہے۔ شخصیت نگاری ایک طرف رفتہ و موجود شخصیات میں انسانیت کا حسن و جمال و کمال اور جوہر تلاش کرتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کے حسن کا پرتو دوسروں پر ڈالتا ہے۔

شخصیت نگار بھی ناول نگار کی طرح کسی کو ہیرو کی حیثیت دے کر سامنے لاتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ناول نگار رومانوی یا تخیل کی روشنی میں اپنے تجربات کا رنگا رنگ مسالہ استعمال کر کے تصوری پیکر تراشتا ہے۔ مگر شخصیت نگار اپنا ہیرو، آئیڈیل، ماضی یا حال کی واقعاتی تاریخ میں تلاش کرتا ہے۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔ دونوں انسانیت کے مثالی نمونے فراہم کر کے دوسروں کے لئے ان سے استفادہ کی راہ کھولتے ہیں۔ شخصیت نگار جب کسی شخصیت کو کام کرنے کے لئے منتخب کرتا ہے۔ تو وہ اپنے انتخاب کے پردے میں

Marfat.com

اپنے معیار انسانیت کو بھی واضح کر دیتا ہے۔ اس کی پسند بتا دیتی ہے کہ اس کی نگاہ کی رسائی کہاں تک ہے اور اس کی اپنی انسانیت کا قد و قامت کیا ہے؟۔ اونچے درجے کا کوئی شخصیت نگار جو خلوص سے اپنے سامنے تعمیر انسانیت کا مقصود رکھتا ہو، کبھی کسی گھٹیا شخصیت کو فن کا موضوع نہیں بنا سکتا۔ وہ ہر حال میں عام اور معمولی سطح سے بلند تر کسی مرد کار، رجل رشید کا انتخاب کرے گا، جس کے تذکرے سے فکر کے دیئے روشن ہو سکیں۔ جس کا تصور سامنے لانے سے شریف جذبے تر و تازہ ہو سکیں۔ پختگی کردار، دور اندیشی، استقامت، شجاعت و بسالت، دلسوزی، رقیق القلبی، ذوق لطیف جیسے پاکیزہ خیالات پیدا ہو سکیں۔ اور جس کی علمی، فکری، تحقیقی، دینی، ملی، تحریکی، قومی خدمات کے کارناموں کا مطالعہ کرنے سے کردار میں بلندی آ سکے۔ سچا شخصیت نگار اپنے منتخب کردہ ہیرو سے محبت کرتا ہے، اور اسے ایک حد تک ممدوح بناتا ہے۔ مگر وہ اسے بے عیب سمجھنے والا اندھا قصیدہ گو نہیں ہو سکتا۔ یعنی وہ اندھا شخصیت پرست نہیں ہوتا، کہ جس سے حقائق مسخ ہو جانے کا اندیشہ ہو جائے حقیقت پسند شخصیت نگار وہ پہلے قدم پر یہ حقیقت تسلیم کر کے آگے چلتا ہے کہ انسان انسان ہے، فرشتہ و رسول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسے اپنے انسانی حصار پر رکھنا ہی کمال ہے۔

انسان کتنی ہی بلندیوں تک پہنچے، کچھ کمزوریاں اس کے ساتھ لگی رہتی ہیں۔ وہ کبھی نقص و خطا سے مبرا نہیں ہوا کرتا۔ انبیاء کرام کے بعد جن انسانوں (صحابہ) کو ہم بہترین انسان قرار دے سکتے ہیں۔ اور وہ ہیں جنھوں نے اپنی کمزوریوں کے آگے بھی ہتھیار نہیں ڈالے۔ بلکہ کمزوریوں سے معرکہ جاری رکھا۔ اور ان کی خوبیاں بار بار غالب نکلیں۔ ہو سکتا ہے کہ اچھے لوگوں کو اس کشمکش میں ٹھوکریں لگی ہوں۔ اور چوٹیں کھانی پڑی ہوں۔ مگر وہ گر گر ہمیشہ اٹھ کھڑے ہوتے رہے ہیں اور سچا شخصیت نگار انہی کا متلاشی ہوتا ہے۔ اور انہی کی تصویروں کے مرقعے تیار کر کے ایوان ادب کو آراستہ کرتا ہے۔ ان کی عظمتوں کی خوشبو و مہک حروف و الفاظ کی کلیوں میں لپیٹ کر، ادب کے پھول اگاتا ہے، اور پھر یہی ادب ہمیشہ رہنے والے گیتوں، ہمیشہ رہنے والے نغموں اور جیتی جاگتی کتابوں کی صورت میں انسانی خدمت پر کمر بستہ رہتا ہے۔ ایسے کسی اچھے مرد کار، رجل رشید کی تلاش میں کامیابی کے بعد بڑی نازک ذمہ داری سامنے آتی ہے کہ اس کے فکر و کردار کے حسن کو خوبی کے ساتھ اجاگر کیا جا سکے۔ اور اس کو ایک حد تک مثالی حیثیت سے سامنے رکھا جائے۔ اسے اس انداز سے سامنے لایا جائے کہ پڑھنے والے کا انسانیت پر اعتماد قائم ہو۔ کہ آدمی مزاحمتوں اور

Marfat.com

کمزوریوں کے باوجود بلند ہو سکتا ہے۔ شخصیت سازی ایک آئینہ کی مثل ہوتی ہے اور انسان کو اپنی حقیقت دیکھنے کے لئے فی الواقع آئینہ کی ضرورت ہوتی ہے جس میں وہ دیکھا جانے اور بنتا جانے دیکھتا جانے اور سنورتا جانے اور ترقی و ارتقاء کی منزلیں طے کرتا چلا جانے دیکھتا جانے اور معیار حسن کے مطابق ڈھلتا جانے شخصیت سازی انسانوں کے لئے۔ ہمدردی و دلسوزی، ایثار و قربانی، غریب پروری و دلدوزی، شجاعت و حیا و صداقت و دیانت، خلوص و تقوی کا آئینہ ہوتی ہے۔

اس طرح انسان ان آئینوں کو سامنے رکھ کر پستی کی جانب جانے والے محرکات کے ساتھ معرکہ آرا ہو سکتا ہے۔ اس طرح بلند تر ہونے کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اور ایک مثال سے سبق لے کر بہتر انسان بننے کا عزم پیدا ہوتا ہے۔ شخصیت سازی انسانوں کے آئینے یوں ہوتی ہے کہ ان میں اپنے کردار کو گفتار و رفتار کو دیکھ کر اپنی اصلاح کامیاب طریقے پر کی جاتی ہے۔ شخصیت نگار جب اس تعمیری مشن کو سامنے رکھ کر کام کرتا ہے تو اس میں چھوٹی چھوٹی بشری کمزوریوں سے در گزر کرنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

وہ ممتاز اور نیک نام اور خوش اطوار شخصیتوں میں کرید کرید کر کمزوریاں تلاش نہیں کرتا۔ ایسا شخصیت نگار انسانی تاریخ کو روشن کرنے والی بتیوں کو گل کر دینے کے درپے ہے۔ وہ انسانوں کے اندر انسانیت کے متعلق مایوسی پھیلا دینے کے لئے کوشاں ہے۔ ایسی مساعی کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ اس کے پڑھنے والے یہ رائے قائم کرلیں کہ بڑے سے بڑے انسان بھی در حقیقت پلست تھے اور اچھے سے اچھے افراد بھی صحیح معنوں میں اچھے نہ تھے۔ یہ تاثر انسانیت کے لئے زہر قاتل ہے۔ پس یہ سیرت نگاری تعمیر انسانیت کے بالکل برعکس تخریب انسانیت کی ایک خطرناک کوشش ہوگی۔ سیرت نگاری کا یہ رخ پوری انسانیت کو پستی کے رخ پر ڈال دے گا۔

ایک طرف کچھ لوگوں کو بڑے لوگ اور عظیم شخصیات کر کے پیش کرنا اور دوسری طرف ان کی زندگی میں کمزور اور پست پہلو نکال نکال کر سوانے اس کے کسی نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے کہ کمزوری اور پستی سے کوئی مفر نہیں اور بڑے لوگ اور عظیم شخصیات بھی ایک ڈھکوسلا ہیں۔

تعمیر پسندانہ ذہن سے سوچا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ نوجوان نسل کے سامنے ہمیں اسلاف کے ہاں سے یا آئندہ نسلوں کے سامنے [illegible] ان کے ہاں سے چن چن کر ایسے

///233

Marfat.com

اخلاق، اور اچھے کارناموں کو لاتا ہے۔ میراث جو پیچھے سے آگے کو منتقل ہونی چاہیے : وہ صرف خیر و خوبی کی میراث ہے کمزوریاں جواہر کے خزانے میں شامل نہیں ہوا کرتی۔ پس شخصیت نگار کی ذمہ داری ہے کہ وہ سوانحی مواد کی چھانٹی کرے، وہ مشاہدہ مطالعہ کے لوئیے حاصل کو تفکر کے کھلیان میں ڈال کر بھس کو اڑا دے اور غلے کو محفوظ کرے۔ غلے کے ساتھ بھس کا پایا جانا کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ مگر بھس اس قابل بہر حال نہیں ہے کہ اسے غلے کے ساتھ ملا جلا کر اسلاف کی طرف سے اخلاف کی جھولی میں ڈال دیا جائے۔ اور یہی سوانح نویسی، اور شخصیت نگاری کا صحیح فن ہے۔ سب سے پہلے قرآن حکیم نے انبیاء کرام اور بعض صلحاء کی زندگی کی تصویریں تیار کر کے وہ نہج متعین کر دیا۔ جس پر شخصیت نگاری کی نشوونما ہونی چاہیے۔ قرآن حکیم نے بہترین شخصیات لیں اور ان کی بہترین نقشہ کشی کی اچھے سے اچھے زاویوں سے ہمارے سامنے کر کے رکھ دی۔

قرآن حکیم نے ہی شخصیت نگاری میں اسوہ حسنہ اور سنت کا تصور دیا۔ یعنی جس کو کامل نمونہ و آئیڈیل بنا کر دیا۔ اسی طرح حدیث نبوی میں انسانیت کے جن گلہائے سرسبز کو سجا کر پیش کیا گیا ہے۔ ان کی خوشبو اور رنگینی صدہا بہاروں کا سرمایہ قرار پائی ہے۔ قرآن و سنت کے عطا کردہ نہج پر ہمارے سوانح نویسوں اور شخصیت نگاروں نے صحابہ، تابعین، اور تبع تابعین، محدثین صلحا و عرفا و علما کی شخصیتوں کے مرقعے تیار کیے، جن کا ہر ورق اور ہر نقش ہر پڑھنے والے کو آج بھی اس رفعت و بلندی دیتا ہے:

قرآن و سنت اور اسلاف کے عطا کردہ منہاج کے برعکس اہل کتاب جب ذلت و رسوائی اور تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گرے تو انہوں نے اپنے انبیاء کی عظیم و مقدس شخصیتوں تک خاکوں میں گھٹیا عادات و اطوار کا رنگ بھر دیا۔ چنانچہ بائبل میں اللہ تعالیٰ کے بہترین برگزیدہ بندوں کے دامن عصمت پر بدترین داغ دکھائی دیں گے۔ انہوں نے اپنی ذلت و رسوائی اور ملستی کے رنگ میں اپنے بہترین لوگوں کو دیکھا اور دکھایا۔ لہذا انہوں نے نیکی اور عظمت کے دیوں، چراغوں کو خود ہی گل کر دیا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ تاریکیوں میں بھٹکتے رہ گئے۔

مادہ پرست یورپ نے سیرت نگاری کا ایک نیا مدرسۂ فکر حقیقت نگاری کے نام سے قائم کیا ہے۔ اور اس کا خوب دور دورہ ہے۔ مغرب کا سیرت نگار اپنے بارے میں غیر جانبداری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور پا لکل ایک کیمرے کا سا پارٹ ادا کرنا چاہتا ہے۔ یہ جذبات

Marfat.com

سے بالکل عاری ہو کر مختلف زاویوں سے تصویر لینا چاہتا ہے۔ سیرت نگاری تصویر گری کا فن کتنا ہی دلآویز فن ہوا کرے، تعمیر انسانیت کا ذریعہ بہر حال نہیں بن سکتا۔ اسی مغرب کے مادہ پرستانہ فکر سے متاثر حقیقت نگار لازمی سمجھتے ہیں کہ وہ پیش نظر شخصیتوں میں کوشش اور کاوش کرکے بھی کچھ کمزوریاں تلاش کریں۔ اگر کمزوریاں سامنے نہ ملیں تو واقعات کی گہرائی و گیرائی میں ڈوب کر بہم پہنچائیں۔ وہ اگر ثابت نہ ہو سکیں تو کم از کم ان کے ہونے کا ظن غالب پیدا کر دیں اور کچھ ہاتھ نہ آئے تو پھر دور دستہ کی کمزوریوں کو اچھالا جائے۔ یہ بھی نہیں تو عمیق نفسیاتی تجزیئے کرکے کچھ کمزوریوں کو ظاہر کیا جائے۔

بہر حال یہ حقیقت نگارانہ رنگ کی شخصیت نگاری اس مشن اور پیغام سے خالی ہو جاتی ہے۔ جو شخصیت نگاری کی روح ہے۔ سچا شخصیت نگار محض قلم کش نہیں ہوتا اور اس کا کام دفتر ادب میں چند خوبصورت اور رنگین خاکوں کا اضافہ کر دینے تک محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ موجودہ انسانوں اور آنے والی نسلوں کو انسانی شرف و احترام کے لحاظ سے بلند تر کر دینے کا مشن اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ یہ مشن اس کے کام میں جذباتی روح بھر دیتا ہے۔ وہ کسی طرح اپنے اندر مصنوعی غیر جانبداری اور بے تعلقی پیدا نہیں کرتا۔ انتخاب کردہ شخصیتوں کی خوبیوں کے بیان میں بے جا مبالغہ نہ کرے اور نہ ہی اپنی طرف سے کچھ خوبیاں گھڑ کر اس کے ساتھ چپکا دے۔ لیکن اس کی حقیقت پسندی اور راست بازی یہ تقاضا نہیں کرتی کہ وہ ڈھکے چھپے پہلوؤں کو کرید کرید کر لازماً کچھ کمزوریاں تلاش کرے اور وہ ثابت نہ ہوں تو ان کے ہونے کا گمان بدضرور پیدا کر دے۔ بلکہ ایسا سچا شخصیت نگار خیر و خوبی کا جویا اور خیر و خوبی کو دوسروں تک پہنچانے کا واسطہ ہوتا ہے۔ وہ حسن کا متلاشی ہوتا ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ انسانوں تک منتقل کرنے کا وسیلہ بنتا ہے۔ میرے نزدیک شخصیت نگاری کا یہ تصور ہے۔ اس ذہن کے ساتھ میں نے درخشاں و تابان شخصیت کو موضوع بنایا ہے لیکن اس کے آگے کا یہ سوال کہ اس کتاب میں جمع شدہ مضامین میں، میں نے شخصیت نگاری کہاں تک کی ہے اور پھر اس کا حق کہاں تک ادا کیا ہے اس کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب ہر پڑھنے والا اپنے لئے خود ہی تجویز کر دے گا۔

Marfat.com

پُرعزم بچپن سے باوقار قیادت تک

Marfat.com

آپ کے والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۱۸ء میں جھنگ صدر، صوبہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ جب ۱۹۴۸ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو آپ نے مقام ملتزم پر غلاف کعبہ کو تھام کر نہایت گر یہ وزاری اور دلسوزی و عاجزی سے دعا کی اے پروردگار! مجھے ایسا بچہ عطا فرما جو تیری اور تیرے دین کی معرفت اور محبت سے لبریز ہو۔ جو دنیا و آخرت میں تیری بے پناہ رضا کا حقدار ٹھہرے اور فیضان رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہرہ ور ہو کر دنیائے اسلام میں ایسے علمی فکری' اخلاقی و روحانی اسلامی انقلاب کا داعی ہو جس سے ایک عالم متمتع ہو سکے اسی سال ۱۹۴۸ء میں حرم کعبہ میں آپ کو رویا صالحہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بشارت ملی کہ ہم تمہیں ایک لڑکے "طاہر" کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ پر مسرت اور روح پرور بشارت پانے کے بعد آپ نے روضہ اطہر پر حاضری دی۔ اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ جب مجھے طاہر عطا فرمائے گا تو میں اسے سن شعور کو پہنچتے ہی آپ کی خدمت اقدس میں پیش کرونگا۔ بشارت کے مطابق اس نابغہ عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ولادت باسعادت ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔ سیکرڈ ہارٹ سکول جھنگ صدر میں جماعت اول میں داخل کرایا گیا۔ آپ نے ۵۷-۱۹۵۶ء میں قرآن حکیم ناظرہ ختم کیا۔ جب آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کے لگ بھگ تھی اور آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے' آپ کے والد ماجد علامہ ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف حاصل ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"طاہر اب سن شعور کو پہنچ گیا ہے اسے حسب وعدہ ہمارے پاس لے آؤ"

ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق پروفیسر صاحب نے پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء میں اپنے قبلہ والدین ماجدین کی معیت میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ اطہر کی سعادت حاصل کی۔ اور آپ

Marfat.com

کے والد گرامی نے حسب وعدہ اپنے جگر گوشہ نشان رحمت خداوندی' اور فیضان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مواجہ شریف کے سامنے پیش کیا۔ اس کیف و مستی کے انمول عالم میں پروفیسر صاحب پر رقت' وارفتگی اور بے خودی کی کیفیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ورافت اور احسان و انعام جس کے ذریعے احیائے اسلام کے عالمگیر مشن کا اشارہ ملا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے "طاہر" کو دودھ کا پیالہ عطا فرمایا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ یہ دودھ لوگوں میں تقسیم کر دو۔ آپ نے وہ دودھ کا منکا لے کر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی اثناء میں آپ کو اپنی پیشانی پر بوسہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ جس کے لمس کی لذت و کیفیت آپ آج بھی محسوس کرتے ہیں اور تازیست یہ لذت محسوس کرتے رہیں گے۔ ذہن نشین کر لیا جائے کہ خواب میں دودھ ملنے سے مراد ظاہری وباطنی علوم ہوتے ہیں ۱۹۶۳ء ہی میں مدینہ طیبہ میں قطب مدینہ مولانا ضیاالدین مدنی خلیفہ اعلحضرت فاضل بریلوی کے ہاں آپ کی رسم بسم اللہ بروز پیر بعد نماز فجر ادا ہوئی اس طرح باقاعدہ تعلیم کا باب جبرائیل کے بالمقابل مدرسۃ العلوم الشرعیہ سے کیا۔ مدینہ طیبہ سے واپسی اور سیکرڈ ہارٹ سکول سے دل اچاٹ ہونے پر ۱۹۶۴ء میں آپ نے اسلامیہ ہائی سکول جھنگ میں جماعت نویں میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے جھنگ صدر سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن (سائنس کے مضامین کے ساتھ) نمایاں اور امتیازی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا میٹرک کرنے کے بعد آپ نے گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد میں سال اول پر میڈیکل میں داخلہ لے لیا۔ ۱۹۶۶ء ہی میں آپ نے قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ دو سال مسلسل والد گرامی سے علوم دینیہ کے درس کی خاطر فیصل آباد سے جھنگ آمدورفت کا روزانہ سفر کرتے رہے۔ یہ کل مسافت ۸۵ میل بنتی ہے جس سے آپ کے دینی شوق اور علمی رغبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۹۶۸ء میں آپ کی والدہ ماجدہ کی وفات کا سانحہ ارتحال کا واقعہ پیش آیا۔

Marfat.com

۱۹۶۹ء میں آپ نے ایف ایس سی میڈیکل کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

۱۹۷۰ء میں بی اے کا امتحان امتیازی پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔

آپ نے صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، معانی، اور عربی ادب کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ قطبیہ رضویہ جھنگ میں ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۰ء تک مختلف اوقات میں حضرت علامہ عبدالرشید رضوی صاحب سے اکتساب علم کیا علامہ رضوی صاحب دوپہر اور عصر کے مختلف وقفوں کے ساتھ صبح تین بجے سے رات گیارہ بجے تک آپ کو پڑھاتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تدریس کے دوران وہ تمام دوسرے طلباء کے اسباق معطل اور جملہ دیگر مصروفیات ترک کر دیتے تھے۔ روزانہ آٹھ، نو فنون کے اسباق ہوتے تھے موقوف علیہ تک، فقہ، حدیث، تفسیر اور معقولات و منقولات کے جملہ فنون میں درس نظامی کی تعلیم کے جملہ علوم و فنیہ متداولہ کی تکمیل اور دورہ حدیث آپ نے اپنے والد سے کیا۔ درسیات کے جملہ فنون انہی دونوں گرامی قدر اساتذہ سے پڑھے مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران مدرسۃ العلوم الشرعیہ میں والد گرامی کی معرفت بھی کچھ اساتذہ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ بعد ازاں لاہور کے زمانہ قیام میں حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد کے درس حدیث میں بھی شریک ہوتے رہے۔ حضرت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی امروہی رحمتہ اللہ نے آپ کی دینی قابلیت اور علمی استعداد و بصیرت کے پیش نظر طریقہ محدثین پر آپ کو سند حدیث عطا کی۔

آپ نے اسلامی فلسفہ مفکر اسلام حضرت ڈاکٹر برھان احمد فاروقی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھا ان سے خصوصی تلمذ اور اکتساب فیض نے آپ کی فکری اور نظریاتی جہتوں کے تعین میں انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ اور ساتھ ہی تقابل ادیان فلسفہ اور تاریخ کی تعلیم پروفیسر یوسف سلیم چشتی سے حاصل کی۔ آپ نے اسی عرصہ کے دوران فی البدیہہ تقریری مقابلہ میں اول آنے پر طلائی تمغہ [illegible] علم حاصل کرنے کے علاوہ زندگی کو تحریک احیائے دین کے لئے وقف کرنے کا عہد [illegible] اقدس پر بیعت انقلاب کی صورت میں اٹھایا اور اپنے مرشد گرامی کے [illegible]

Marfat.com

ذوالجلال سے عہد کیا کہ میں اپنی زندگی احیائے دین کے لئے وقف کر دوں گا۔ انشاء اللہ ! میرا جینا میرا مرنا صرف اسی مقصد کے لئے ہو گا۔

آپ کی زندگی کا اکیسواں اور تیسواں سال اپنی زندگی کے گیسوں سنوارنے کے لئے اہم ترین دور تھا۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے (علوم اسلامیہ) کی طالب علمی کے دوران فلسفہ انقلاب اور تاریخ کا تقابلی مطالعہ ' امام غزالی علامہ ابن خلدون 'فارابی 'ماوردی 'حضرت مجدد الف ثانی 'شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی 'علامہ اقبال 'مولانا عبیداللہ سندھی 'جمال الدین افغانی 'مفتی محمد عبدہ 'علامہ رشید رضا 'سید قطب 'محمد بن عبدالوھاب نجدی' سرسید احمد خان 'وغیرہ ہم کے افکار و نظریات کے علاوہ دیگر قدیم و جدید تحریکات کا بھرپور تنقیدی اور تقابلی مطالعہ کیا۔ غیر مسلم مفکرین میں سے 'روسو 'کارل مارکس 'فریڈرک 'اینجلز' لینن 'اسٹن 'ماوزے تنگ 'کم ال سنگ وغیرہ کی کتب' افکارونظریات اور ان کے اشتراکی تحریکات کا گہرا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ کیا۔ اس عرصہ کو آپ کے انقلابی فکر کا تکنیکی دور بھی کہا سکتا ہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے انقلابی اور تحریکی نقطہ نظر سے قرآن وسنت کا ازسرنو مطالعہ کیا اور قرآنی فلسفہ انقلاب پر کام کیا جس کے نتیجے میں آپ نے مطالعہ قرآن کا ایک خاص منتخب نصاب مقرر کیا۔

۱۹۷۳ء میں ایم اے علوم اسلامیہ کا امتحان جامعہ پنجاب میں اول پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔ اور امتحان میں ایک نیا تعلیمی ریکارڈ قائم کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔

۱۹۷۴ء ہی میں پبلک سروس کمیشن پنجاب کی واحد سیٹ پر منتخب ہو کر گورنمنٹ کالج عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں بطور لیکچرار علوم اسلامیہ تعینات ہوئے یہ سال غم واندوہ کا سال بھی ثابت ہوا کیونکہ آپ کے والد گرامی چھپن سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ والد گرامی کے انتقال کے بعد آپ پر گھر کی دوہری ذمہ داری کا بوجھ آن پڑا۔ جس سے بطریق احسن عہدہ برآ ہوئے۔

۱۹۷۵ء میں عیسیٰ خیل سے جھنگ ٹرانسفر کے لئے محکمہ تعلیم کے افسران کی رشوت طلب کرنے پر آپ نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ ایل ایل بی کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔

Marfat.com

[illegible]

اور بطور ایڈووکیٹ ڈسٹرکٹ کورٹس جھنگ میں پریکٹس شروع کردی۔ ۱۹۷۵ء میں ۲۲ سال کی عمر میں آپ نے ازدواجی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۶ء میں آپ کو ایک اور دھچکا لگا جب آپ کے برادر عزیز محمد جاوید القادری ایسوسی ایٹ انجینیئر (نتیجہ نکلنے سے پہلے) کے سانحۂ ارتحال کے غم سے دوچار ہونا پڑا۔ نیک سیرت، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام کے اس نوجوان مجاہد نے قرآن حکیم پر حلف اٹھایا تھا کہ وہ اسلامی انقلاب کے مشن کی کامیابی کے لئے اپنے برادر مکرم علامہ پروفیسر صاحب کا دست راست بن کر اس مقصد عظیم کی خاطر جان تک قربان کر دیں گے۔ اسی سال آپ نے جھنگ صدر میں محاذ حریت کے نام سے نوجوانوں کی ایک تنظیم قائم کی جس کے تحت درس قرآن، تربیتی نشستیں اور متفرق اجتماعات ہوتے رہے۔

۷۸-۱۹۷۷ء میں جھنگ صدر میں آپ کی پہلی تصنیف لطیف "نظام مصطفیٰ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انقلاب آخریں پیغام" کی تقریب رونمائی ڈسٹرکٹ کونسل ہال جھنگ میں منعقد ہوئی جسمیں ملک کی نامور علمی و فکری شخصیات نے شرکت کی اور آپ کی تخلیقی علمی اور فکری کاوش کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا گیا۔ بظاہر دوست واحباب کے مشورہ مگر در پردہ مشیت ایزدی کے تحت آپ اسلامی انقلاب کے عالمگیر مشن کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرنے کی نیت سے جھنگ سے لاہور منتقل ہو گئے دینی اور علمی و فکری حلقوں میں آپ کی "اٹھان" کا سال بھی ۱۹۷۸ء ہے۔

اپریل ۱۹۷۸ء میں جامعہ پنجاب لاء کالج میں بطور لیکچرار (اسلامک لاء) تقرر عمل میں آیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کے صدقے میں آپ کے لاہور قیام اور غلبہ اسلام کے عالمگیر مشن کو آگے بڑھانے کے لئے حالات نہ صرف سازگار بنا دیئے بلکہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے مضبوط بنیاد بھی فراہم کردی۔ آپ نے بہت جلد یونیورسٹی میں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ ابتدائی دو تین برسوں میں آپ پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ، سینیٹ اور اکیڈمک کونسل کے ممبر منتخب ہو گئے۔ اس طرح آپ نے ان اداروں میں بھی یونیورسٹی کے اساتذہ، طلباء اور انتظامی عملے کے دلوں میں نمایاں جگہ بنا لی اور بے پناہ مقبولیت حاصل کر لی۔

Marfat.com

اسی اثناء میں مرکزی وزارت تعلیم حکومت پاکستان نے آپ کو "قومی کمیٹی" برائے نصابات اسلامی" میں بطور ایکسپرٹ نامزد کیا۔ حکومت نے وفاقی شرعی عدالت پاکستان کا مشیر بھی مقرر کیا۔ چنانچہ یہ عدالت بڑے اہم اور نازک مسائل میں آپ سے راہنمائی حاصل کرتی رہی۔ جب شرعی عدالت پاکستان نے رجم کے حد ہونے سے انکار پر مبنی فیصلہ دیا تو حکومت پاکستان نے نظرثانی کی ایک اپیل کی۔ اس مرحلے پر پروفیسر صاحب نے تین چار دن اس موضوع پر نہایت مدلل بحث کی اور سینکڑوں دلائل کے ساتھ رجم کا حد ہونا ثابت کیا۔ نتیجہ وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے رجم کو حد تسلیم کر لیا۔ ۱۹۸۰ء میں شادمان کالونی میں سلسلہ درس قرآن کا آغاز کیا جسے بعد ازاں افادہ عام کے لئے جامع مسجد رحمانیہ شادمان کالونی میں منتقل کر دیا گیا۔ ایک اجلاس میں آپ نے اپنے سلسلہ درس قرآن کے تفسیری مجموعہ کو منھاج القرآن کا نام دیا۔ اس طرح پہلی دفعہ منھاج القرآن کا نام منظر عام پر آیا۔ اس نام کے تحت ۱۹۸۱ء میں آپ کی تفسیر قسمیۃ القرآن کے موضوع پر پہلی تصنیف کی تقریب رونمائی ہوئی۔ ۱۹۸۱ء میں "منھاج القرآن" کو اجتماعی نظم و نسق کی شکل دینے کے لئے پہلا دستوری خاکہ تیار کیا گیا۔ اس سال دوسری اہم تقریب "قرآن کانفرنس" جس میں منھاج القرآن کی دعوت لوگوں کے سامنے پیش کی گئی منعقد ہوئی۔ منھاج القرآن کنونشن کا اہتمام بھی کیا گیا۔

۱۹۸۲ء کے اوائل میں حکومت پاکستان نے " اپیلٹ شریعت بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان قائم کیا۔ پروفیسر صاحب کو اس میں بھی مشیر فقہ مقرر کیا گیا۔

۱۹۸۲ء میں جامع مسجد اتفاق میں خطبہ جمعہ کا آغاز بلا معاوضہ کیا۔ اسی سال آپ ایران تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے آیت اللہ خمینی' آیت اللہ منتظری' آیت اللہ گلپایگانی' آیت اللہ مرعشی' صدر مملکت' وزیر اعظم و دیگر ممتاز شخصیات سے تبادلہ خیال کیا۔ تہران' قم' اور مشہد میں خطابات فرمائے۔

مرکزی ادارہ منھاج القرآن کے زیر اہتمام ۱۹۸۳ء میں باقاعدہ سلسلہ وار درس تصوف کا آغاز کیا گیا۔ جس کے ذریعے عوام و خواص' نوجوان' علماء و فضلاء' اساتذہ ومشائخ' تاجر' صنعتکار' اور دیگر شعبہ

Marfat.com

ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں افراد نے اپنے اخلاق اور روحانی تربیت کا سلسلہ کیا
اتفاق مسجد میں جمعہ کے اجتماع میں فورا دیکھتے ہی دیکھتے سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔
پنجاب کے مختلف اضلاع بلکہ پاکستان کے مختلف گوشوں سے ہزاروں افراد خطبہ جمعہ سننے اور اپنے
ایمان و عمل کی تازگی کا سامان حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق آنے لگے۔ مارچ ۱۹۸۴ء میں
کراچی میں سلسلہ وار ماہانہ درس قرآن کا آغاز کیا گیا۔ اس طرح جولائی اگست ۱۹۸۴ء میں حکومت
پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی طرف سے دائر کردہ درخواست کی سماعت کے دوران اسلام میں غیر
مسلم اقلیتوں کے حقوق اور ان کی مذہبی آزادی کی حدود کے موضوع پر قرآن و سنت کے بے
شمار دلائل پر مشتمل آپ کی شاندار علمی بحث بھی تاریخی اہمیت کی حامل تھی جس کے نتیجے میں
وفاقی شرعی عدالت پاکستان نے قادیانیوں کی درخواست خارج کردی اور فلسفہ ختم نبوت کی قانونی
اہمیت روز روشن کی طرح آشکار ہوگئی۔ اتفاق اسلامک اکیڈمی کا قیام عمل بھی لایا گیا جس کے
ذریعے مشن کا شعبہ تعلیم شروع کیا گیا۔ اسی سال ایک تاریخی اقدام بھی کیا گیا۔ وہ یہ کہ ماڈل
ٹاؤن ایم بلاک لاہور میں ۲۰ کنال رقبہ پر مشتمل ایک قطعہ اراضی کی خریداری کا کام مکمل ہوا
جسمیں اب مرکزی سیکرٹریٹ، مسجد جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور ادارہ کی دیدہ زیب عمارت
تعمیر ہو چکی ہے۔

۱۹۸۴ء میں ادارہ منہاج القرآن کے تعمیراتی منصوبے کا سنگ بنیاد بروز جمعتہ المبارک بدست حضور
قدوۃ الاولیاء، شیخ المشائخ حضرت پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز
رکھا گیا تھا۔ اس وقت پروفیسر صاحب اپنی زندگی کی ۳۳ بہاریں گزار چکے تھے۔ آپ نے ۱۹۸۴ء
میں ہی متحدہ امارات کا تبلیغی دورہ کیا اور عرب امارات (ابو ظہبی) میں ادارے کا قیام عمل میں لایا
گیا۔ ۱۹۸۵ء میں انگلستان کا پہلا تاریخ دورہ کیا پشاور اور اسلام آباد میں درس قرآن کا آغاز اور
ادارے کے قیام کے علاوہ ۱۹۸۶ء میں ڈنمارک کا دوسرا تبلیغی دورہ کیا اور وہاں پر بھی ادارے کی
شاخ قائم کی گئی۔ اسی سال بغداد شریف کی پہلی حاضری کے موقع پر حضرت سیدنا غوث الاعظم

Marfat.com

عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر اکابرین اولیاء کے مزارات کی زیارت کی۔ اسی سال آپ نے اسلامک لاء میں فلسفہ عقوبات

Islamic Phlasophy of Panishment and their classification

کے موضوع پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی۔ ۱۹۸۶ء میں ماڈل ٹاؤن جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں سلسلہ تعلیم کا آغاز ہوا اور اس موقع پر اتفاق اسلامک اکیڈمی کو بند کر دیا گیا۔ منہاج القرآن یونیورسٹی کے لئے ٹاؤن شپ میں دوسو کنال رقبے پر مشتمل اراضی قیمتاً حاصل کی گئی۔ اس عرصہ میں منہاج القرآن کی تنظیم سازی کا کام ضلعی اور شہری سطح پر پنجاب' سندھ' سرحد بلوچستان میں مکمل کیا گیا۔ علاوہ ازیں ادارہ منہاج القرآن کے باقاعدہ دستور کی منظوری اس کی مرکزی مجلس شوریٰ نے دی اور مجلس عاملہ کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۸۶ء ہی میں سیکرٹریٹ میں مختلف نظامتوں کا قیام' ماہنامہ منہاج القرآن کے لئے ادارتی بورڈ کا قیام' افتتاح جامع مسجد منہاج القرآن' افتتاح جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن صفہ بلاک' بدست حضرت پیر صاحب قبلہ ہوا۔ مرکزی منہاج القرآن کانفرنس بھی زیر صدارت حضرت قبلہ پیر صاحب منعقد کی گئی۔ جس میں اکابرین علما ومشائخ نے شرکت کی۔ ۱۹۸۷ء میں حضرت قبلہ پیر صاحب نے ٹاؤن شپ میں اپنے دست مبارک سے منہاج القرآن یونیورسٹی کمپلیکس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسی سال کے دوران پنجاب' سرحد' چترال' دیر' سندھ' بلوچستان' آزاد کشمیر' بلتستان' کے شرکاء کا تربیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں پروفیسر صاحب نے آئندہ کام کے لئے اہم تربیتی اور تنظیمی ہدایات دیں۔ اسی سال فیصل آباد میں پہلا صوبائی کونشن منعقد ہوا۔ تحریک احیائے اسلام اور استحکام امت کے نقیب ماہنامہ منہاج القرآن لاہور کا اجراء ہوا۔ پہلا خصوصی شمارہ کانفرنس نمبر کی اشاعت تھا۔ دورہ یورپ و کویت اور پروفیسر صاحب نے ڈنمارک میں تثلیث کے پرچارک پادریوں کا ان کے گرجے کے اندر

"مسلم اینڈ بائبل"

کے موضوع پر ٹھوس ناقابل تردید دلائل و شواہد اور روز روشن کی طرح کھلے حقائق بیان کر کے

Marfat.com

ان کا ناطقہ بند کر دیا اور وہ اسلام کی سچائی پر اپنے ہاتھ کھڑے کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ڈنمارک میں ادارہ منہاج القرآن کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ تحریک منہاج القرآن کے خدوخال کی وضاحت اور ادارہ کے متعلق پیدا کیے گئے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے پروفیسر صاحب کے اہم انٹرویو کتابی صورت میں شائع ہوئے دورہ یورپ امریکہ اور برطانیہ میری لینڈ میں مسجد منہاج القرآن کی تعمیر کا آغاز اور لاہور میں جمعرات کو شب بیداری کے روح پرور اجتماع منعقد کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ لندن و مبمبے ہال میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ جسمیں اندرون و بیرون ممالک کے جید علما و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کے اثرات پوری دنیا پر نمایاں ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں منہاج القرآن ویمن لیگ اور منہاج القرآن علماء کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ خطبات لاہور ہوئے۔ جو اپنی مثال آپ تھے ۲۵ مئی ۱۹۸۹ء کو بیرون موچی دروازہ لاہور میں " پاکستان عوامی تحریک " کے نام سے سیاسی جماعت کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

Marfat.com

قدوقامت اور شخصی وقار

Marfat.com

پروفیسر صاحب نہ صرف اپنے علم و فضل اور سیرت و کردار کے اعتبار سے پرکشش شخصیت کے حامل ہیں بلکہ مبدافیاض سے ان کو ظاہری سراپا بھی بے حد دلاویز عطاہوا ہے صاف رنگ'موزوں قامت'متناسب اعضاء' سڈول جسم'چھوٹادہانہ منہ' مسکراتا چہرہ' رخسار ہموار' دہانہ فراخ اور کشادہ ہے' دانت دودھ کی طرح سفید اور چمکیلے ڈاڑھی مشروع'جو چہرے پر موزوں معلوم ہوتی ہے' سلیقے سے ترشی ہوئی'ڈاڑھی سیاہ جس میں سفیدی نہاں دھاں ہے'گھنے اور بھرپور بال'سردرمیانہ اور گولائی لئے ہوئی ہے' بال نہایت باریک ہیں۔ سحر آنگیں آنکھیں' آواز نہ پست نہ بلند'لیکن اس میں خاص جسم کا وقار' ہونٹ تبسم سے آشنا'بارعب باوقار' اس کو دیکھ کر قرون اولی کے صلحاء کی یاد تازہ ہو جاتی ہے' مجموعی سراپا تقدس و تقوی کی بارش معلوم ہوتی ہے۔

ڈیل ڈول

جسم سڈول'گٹھا ہوا جیسے ورزشی ہو'بھاری توشیں ہے لیکن مائل بہ فربہی ہے' پیٹ نہ بہت آگے نکلا ہوا اور نہ بالکل سکڑا ہوا ہے' قد لمبا نہیں ہے لیکن کچھ زیادہ ٹھگنا بھی نہیں درمیانہ سا ہے' جسم تروتازہ ہے اور جسم دیکھنے سے دنیوی نعمتوں سے بہرہ اندوز نظر آتے ہیں دیکھنے میں پر عزم اور پختہ مزاج آدمی نظر آتے ہیں' کندھے کشادہ لیکن خفیف سے آگے کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ فروتنی کا سا انداز' ہاتھ پاؤں مضبوط' آواز میں جذب، رفاقت'ومروت' آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے کی عادت ہے۔

شخصیت کا قلمی خاکہ

کسی شخصیت کے تعارف میں اس کی تصویر بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تصویر کی ضرورت کے لئے انسان کے دو جذبے تقاضا کرتے ہیں پہلا جذبہ تو یہ ہوتا ہے کہ جس شخصیت کا تعارف کرایا جارہا ہے اس کی صورت دیکھنے کو خواہ مخواہ جی چاہنے لگتا ہے۔ اس کا چہرہ کیسا ہے؟ لباس

Marfat.com

کیسا ہے خط وخال کیسے ہیں؟ یہ انسانی فطرت ہے۔ اور اس کے تقاضے کو معدوم کرنا بڑا مشکل ہے۔ دوسرا جذبہ اس شخصیت کے چہرے مہرے 'خدوخال 'تراش خراش اور ساخت پر داخت سے اس کی داخلی کیفیات اور شخصیت کے وزن لگانے کا ہوتا ہے۔ انسان دوسرے کی شخصیت کو نظروں سے تولتا اور وزن مقرر کرتا ہے اس کے بارے میں از خود ایک رائے قائم کرتا اور حسن وقبح اور شخصیت کی اچھائی برائی کے بارے میں اپنے تول سے خود ایک فیصلہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مردم شناس لوگ دوسروں کے چہرے دیکھ کر بتا دیتے ہیں یہ بھلا آدمی ہے' یہ شریر آدمی ہے' یہ خدا ترس آدمی ہے' یہ دلیر و بہادر آدمی ہے' یہ بزدل و ڈرپوک آدمی ہے' اور آدمیوں کی اقسام عموماً لوگوں کو دیکھ کر پہلے متعین کرتے اور بعد میں واقعات کی تائید وتصدیق سے اپنی رائے قائم رکھتے یا بدلتے ہیں۔ میں یہاں پروفیسر صاحب کی ایک قلمی تصویر پیش کر رہا ہوں جو ان کی شخصیت کے بارے میں کچھ تاثراتی اندازہ دے سکے گی

چہرہ مہرہ

پہلی نظر میں پروفیسر صاحب ایک شریف کم گو اور متین آدمی نظر آتے ہیں' چہرے پر ذہانت نمایاں طور پر چمکتی ہے' پُرعزم دہانہ اور بامروت آنکھیں۔ قدیم بزرگوں کی سی شان' گول چہرہ جو خاصی مشروع ڈاڑھی کے باوجود گولائی لئے ہوئے ہے۔ پیشانی کشادہ جس میں سفیدی اور سرخی کی جھلک نمایاں ہے۔ ابرو گھنے اور خمدار' رنگ گورا جو سرخی لئے ہوئے ہے۔ اگرچہ مسلسل محنت اور بیماری نے اسے بہت ہلکا کر دیا ہے۔ پتلے ہونٹ عینکیں عموماً بدلتے رہتے ہیں۔

لباس

برصغیر ہندوپاک کے مسلمان شرفاء کا لباس یعنی شیروانی اور جالی دار ٹوپی' بغیر تسموں کے سیاہ بوٹ' گھر میں ہوائی چپل' اور لکڑی کا کھڑونا جوتا' واسکٹ گرمیوں' سردیوں میں جزولا ینفک ہے' سفید اور کریم کلر پسندیدہ ہیں۔ آجکل عربی لباس یعنی لمبا کرتا بہت پسند ہے۔ لباس میں اسلامی وضع کے شدت سے قائل ہیں' ایک مستقل وضع کے مالک اور ٹھوس اسلامی اور قومی طرز لباس کے قول د

Marfat.com

فعل سے قائل اور پابند ہیں۔ دوسری قوموں کے وہ معمولات جو شرعاً مباح کے دائرے میں آتے ہیں، انھیں بھی ان کے لئے جائز لیکن اپنی ذات کے لئے غیر موزوں سمجھتے ہیں کہ اس سے کسی قوم میں احساس کمتری دکتری پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

چال ڈھال

کندھے خفیف سے آگے کی طرف جھکا کر سبک رفتاری سے چلتے ہیں، جس سے کبر و تکبر کی بجائے فروتنی اور حقیقی عجز بندگی نمایاں ہوتا ہے۔ خصوصاً جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو یہ عجز جسم پر لباس کی طرح پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ چلتے ہوئے مجمع میں اکڑ کر چلنے یا نمایاں ہونے کا مطلق انداز نہیں ہوتا ہے، بلکہ بے تکلف احباب کے اندر جیسے کوئی سنجیدہ متین لیکن شگفتہ مزاج، بے تکلف بزرگ، رفیق چلا جارہا ہے، بات چیت ہمیشہ ٹھہر ٹھہر کر کرنے کے عادی ہیں، لہجہ نمایاں لیکن دھیمہ۔ تقریر کرتے ہوئے احساس ذمہ داری سے چہرہ سامعین کی طرف پوری طرح متوجہ اور چہرے کے انداز اور خط وخال سنجیدگی اور متانت کا پورا پورا احساس لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہجہ اور تلفظ اتنا صاف ہوتا ہے کہ سامعین میں سے ہر شخص اچھی طرح سمجھ لیتا ہے۔ تقریر میں جوش پر ہوش غالب ہوتا ہے۔ جس کا سامعین پر کئی گنا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ تقریر میں ہمیشہ استدلال اور افہام و تفہیم کا طریقہ اختیار کیا ہے جذبات بھڑکانے اور ابھارنے کے ساتھ کنٹرول کرنے کا بھی پورا پورا ملکہ حاصل ہے۔ دشمنوں کے طعن و تشنیع اور الزام و بہتان کا جواب دیتے ہوئے بھی ٹھنڈے استدلال اور لہجہ کو زیادہ اختیار کرتے ہیں۔ مجلسی بات چیت میں بھی لہجہ ہمیشہ متین سنجیدہ، اور باوقار ہوتا ہے، البتہ گفتگو میں کبھی کبھی نہایت شستہ مزاح کی پھلجھڑی سی چھوٹ جاتی ہے۔ جس سے مخاطب محظوظ ہوتا ہے لیکن مزاح میں کسی کی دل آزاری کبھی نہیں ہوتی، بلکہ اس کا انداز عموماً بات میں سے بات پیدا کرنا ہوتا ہے۔ مزاح اور شگفتہ گوئی سے آپ کی مجلس ہمیشہ شگفتہ رہتی ہے اور ایک غمگین آدمی بھی تھوڑی دیر کے لئے اپنا غم بھول جاتا ہے۔ دوسری چیز جو آدمی کو آپ کی مجلس میں حاصل ہوتی ہے وہ غم دنیا اور غم روزگار سے رہائی ہے وقتی طور پر تھوڑی دیر [illegible]

Marfat.com

کے آرام و تفکرات سے بے نیاز ہو کر سکون قلب اور اطمینان ذہنی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر قسم کے انسانی مسائل جو خواہ علمی تحقیق اور فلسفیانہ نوعیت کے ہوں یا معاشرتی' اقتصادی سیاسی یا مجلسی' آپ کے پاس سوالات کے بہترین مدلل جوابات اور الجھاؤں کے لئے بہترین مشورے موجود ہوتے ہیں۔

گفتگو صاف اور پاکیزہ اردو زبان میں کرتے ہیں البتہ جدید طبقہ کے ذہن کے مطابق تسہیل فہم کے لئے مناسبت مضمون سے کہیں کہیں انگریزی کے اصطلاحی الفاظ بھی آجاتے ہیں گفتگو میں استدلال کا انداز پایا جاتا ہے۔ آپ کسی سوال یا مسئلے کا الزامی جواب دینے پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ مسائل کے ذہن کی مناسبت سے ہمیشہ علمی استدلال اور مثال سے بات کو سمجھانے اور واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر بات ضرورت سے زیادہ طول پکڑ جائے اور سائل اپنی رائے یا خیال پر بضد یا مصر ہو تو اسے نہایت شستگی اور سلیقے سے مزید سوچنے اور رائے قائم کرنے کا مشورہ دے کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ گفتگو کے دوران جا بجا مسکراہٹ شامل کلام رہتی ہے' تلخ چہرے یا لب ولہجہ کے ساتھ جب بات کرتے ہیں تو مخاطب پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔ آپ نہایت جامہ زیب ہیں' لباس نہایت قرینے سے اور اپنے حسب حیثیت پہنتے ہیں اور اس کے استعمال میں موقع و محل اور موسم کی رعایت ضرور کرتے ہیں۔ تقریر کرتے ہوئے کسی کسی وقت انگلی یا ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے ہیں۔ جس سے بات کی اشارے سے وضاحت مزید ہو جاتی ہے۔ بات پر زور دینا ہو تو ہاتھ ڈائز پر مارتے ہوئے عجیب سماں پیدا کردیتے ہیں۔ زبان پر قدرت حاصل ہے' جس بات کو پھیلا کر بیان کرتے ہیں اس کے تمام گوشے شرح و بسط سے سامنے آجاتے ہیں اور قادر الکلامی کا جوہر ایسا نمایاں ہوتا ہے کہ موضوع کے تمام گوشے بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ اہم استدلال کا رنگ بھی نمایاں ہوتا ہے اور بات بھی مختصر ہوتی ہے اجمال و تفصیل کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔ لیڈروں میں تصنع اور بناوٹ کا کچھ نہ کچھ عنصر آ ہی جاتا ہے۔ یہ چیز آپ کے ہاں قطعاً نہیں پائی جاتی۔ جیسے آپ اپنی پرائیویٹ مجلس میں ہوتے ہیں' ایسے ہی ہر جگہ آپ کی زندگی میں جا بجا

Marfat.com

پردے لٹکے ہوئے نظر نہیں آتے توازن و اعتدال آپ کی خصوصیت ہے۔

تقریر

اس موضوع پر اگرچہ پہلے ضروری باتیں آگئی ہیں لیکن ایک خصوصی چیز آپ کی ہر تقریر کے لئے مناسب تیاری ہے۔ تیاری کے بغیر حتی الامکان تقریر نہیں کرتے' آپ کی تقریر کا موضوع متعین ہوتا ہے۔ اس پر مضمون سوچا سمجھا ہوتا ہے۔ اس کے لئے کہی جانے والی باتوں کے اشارات نوٹ ہوتے ہیں بے ہنگم مسلسل بے انتہا اور لاطائل تقریر جس میں محض مقررانہ لطائف وظرائف اور قصے' کہانیاں ہوں' یہ چیز آپ کی تقریر میں نہیں پائی جاتی اکثر و بیشتر مقررہ وقت پر شروع کرتے اور متعین وقت پر تقریر ختم کر دیتے ہیں۔ تقریر کا انداز آپ نے اپنے لئے خود ہی الگ ایجاد کیا ہے' آپ صاحب طرز مقرر ہیں اور یہ طرز آپ سے آپ کے تلامذہ اور تحریکی احباب نے بھی سیکھا ہے۔ تقریر میں عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں لیکن ایک خاص معیار سنجیدگی سے نیچے نہیں اترتے آپ کی ہر بات کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔ موقعہ کی نزاکت کے پیش نظر بعض اوقات آپ اپنی ہمت اور استعداد سے بڑھ کر بھی تکلیف اٹھاتے ہیں' تھکے ہوئے جسم' خشک گلے' اور مسلسل تکان کے باوجود اپنے جسم کی ساری توانائی صرف کردیتے ہیں۔ احباب کا دل موہ لینے کی خوبی بھی آپ کو اللہ تعالی نے وافر عطا فرمائی ہے۔ ترش کلامی' اور ہر وقت ماتھے پر بل سجائے رکھنے کی عادت نہیں ہے۔ تقریر میں آپ مثالیں دینے کا ایک خاص سلیقہ رکھتے ہیں۔ ہر مثال' مفہوم اور حالات پر اس طرح منطبق ہو جاتی ہے کہ سننے والا نہ صرف قائل ہوتا ہے بلکہ لطف اندوز بھی ہوتا ہے' آپ کے استدلال میں مخاطب کے لئے "یہ تو میرے دل میں تھا" کا عموما اندازہ ہوتا ہے اور مخاطب محسوس کرتا ہے کہ اس کے دل کی بات کہہ دی ہے' اور اگر وہ خود یہ بات کہتا تو شاید یونہی کہتا۔ کھانے پینے کا ذوق صاف ستھرا ہے' پُرخور تو نہیں ہیں مگر خوش خوراک ضرور ہیں' بالفاظ دیگر غذا کم ہے اور مقامی طرز کے کھانے ہی زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لیکن ویسے جو مل جائے کھا لیتے ہیں۔ آپ کی کم خوری کا یہ عالم ہے کہ صبح ناشتہ دودھ کے ساتھ دو تین سلائس

Marfat.com

لیتے ہیں اور دوپہر کے وقت دو چپاتی کے ساتھ سالن۔ کھانا بڑے سلیقہ اور بڑی نفاست سے تناول فرماتے ہیں' اور یہ نفاست پسندی آپ کی فطرت کا جزو لازم ہے۔ جس کی کارفرمائی نہ صرف کھانے میں بلکہ ہر چیز میں اور ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہے۔ لباس' جوتا' بستر' سازو سامان صاف ستھرا اور سجل رکھتے ہیں ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نفاست ہوتی ہے۔ بستر کتا پھٹا' میلا کچیلا' تڑمڑا ہوا نہیں ہوتا' بریف کیس عمدہ اور نفیس' تکیہ کا غلاف اور چادر نہایت صاف' اوڑھنے بچھونے کا سامان آرام دہ وافر' خوشنما' صابون' صابون دانی' سب منجھا ہوا' تولیہ لمبا چوڑا اور دبیز اور بہت صاف دھلا ہوا۔ کلام پاک اور وظائف کی کتاب بڑے ستھرے اور خوبصورت جزدان میں ہوتی ہے۔

آپ کی نماز ایک خاص کیفیت کی حامل ہوتی ہے' نماز میں کھڑے ہوئے بندگی کی پوری کیفیت آپ کے بدن پر طاری ہوتی ہے جسے بیان نہیں کیا جاسکتا خفیف سا جھکاہوا سر' دبے ہوے کندھے' سمٹا ہوا' جسم' فروتنی کا ایک مجسم نمونہ قرات کالہجہ بڑا صاف سادہ اور مخصوص سوز و گداز کا حامل ہوتا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آدمی آپ کے پیچھے نیت باندھتے ہی یکایک پوری ذہنی اور قلبی یکسوئی محسوس کرتا ہے دل و دماغ سے سارے اضطراب و اندیشے اور تفکرات و خیالات دھل جاتے ہیں اور آدمی ہمہ تن اپنے مالک کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس چیز کو میں نے بار ہا آزمایا اور کبھی اس میں فرق نہیں پایا۔ آپ کا قرات کا لہجہ بھی خاص ہے' الفاظ ٹھہر ٹھہر سادہ طریق سے ادا ہوتے ہیں جن میں مروجہ قرات کے پیچ و خم تو بالکل نہیں ہوتے' البتہ ہر آیت کا آخری لفظ ذرا کھینچ کر پڑھتے ہیں اور ہلکا سا وقفہ کر کے آگے چلتے ہیں۔ آواز بھی عجزو بندگی کا اظہار لئے ہوئے ہوتی ہے جس کے سبب مقتدی کا ذہن' آواز الفاظ اور ان کے معانی پر جم جاتا ہے اور ہر طرف کی پریشان خیالی سے سمٹ آتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی اس کی کیفیت بہت دنوں تک دل و دماغ اور روح میں تازہ رہتی ہے۔

آپ کو اپنے والدگرامی علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ سے عقیدت ہی نہیں' عشق ہے۔ آپ جب ان کا ذکر کرتے ہیں تو طرز بیان اور گفتار کی ہر ادا سے والہانہ عقیدت و محبت

Marfat.com

تراوش کرتی ہے۔ والد گرامی کا نام آتے ہی آپ پر عجیب سرشاری کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ "ماہنامہ منہاج القرآن کا ڈاکٹر فریدالدین نمبر" شائع ہوا تو عجیب کیف و سرور کے سمندر میں غرق نظر آتے تھے۔ اکثر آنکھیں آنسوؤں کا نذرانہ بھی پیش کرنے لگتیں۔

پروفیسر صاحب ہونہار و باصلاحیت نوجوانوں کی تربیت کا خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ آپ اپنی جوہر شناس نگاہوں سے لائق اور ذہین طلبہ کو منتخب کر کے ان کی علمی رہنمائی بڑی شفقت اور توجہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ چنانچہ کتنے ذرے اس خورشید تاباں کی شعاعوں سے چمک اٹھے ہیں خود مصنف اور محقق ہونا یقیناً مشکل کام لیکن محقق ساز اور مصنف گر ہونا دشوار تر ہے۔ آپ اس سلسلہ میں امتیاز خاص کے مالک ہیں۔ آپ میں دوسروں کی علمی نگرانی اور رہنمائی کا بڑا جذبہ ہے۔ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے طلبا کو تو خیر آپ سے براہ راست فیضیاب ہونے کی سعادت حاصل ہے مگر اس ادارہ سے باہر ملک کے دور دراز گوشوں میں جو نوجوان علمی ذوق سے بہرہ ور ہیں وہ بھی آپ سے استفادہ و رہنمائی کے طالب و خواہش مند ہوتے ہیں تو آپ کبھی ان کو مایوس نہیں کرتے۔ آپ نوجوان اہل قلم کو جہاں قیمتی علمی مشورے دیتے ہیں' ان کی لغزشوں پر کبھی سرد کبھی گرم تنبیہ بھی کرتے ہیں' مستند ماخذ کی نشاندہی کرتے ہیں اور زبان و بیان کی غلطیوں کی اصلاح کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں اگر کسی کا کوئی مضمون یا کوئی فقرہ پسند آجاتا ہے تو اس کی حوصلہ افزائی بھی دل کھول کر کرتے ہیں۔ آپ کی دلی تمنا ہے اور عین خواہش ہے کہ جیسی ہمہ گیری اور جامعیت 'جیسی اعتدال پسندی' اور حق پژوہی 'جیسا شیوہ محبت و مسامحت خود آپ کے اندر ہے وہ ہر آپ کے شاگرد میں پیدا ہو جائے۔ آپ برابر اپنے تلامذہ اور وابستگان کو اس کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

اسی حوصلہ افزائی' خوردنوازی' اور شفقت و محبت اور حسن تربیت کا ثمرہ ہے کہ آپ کی زندگی ہی میں ممتاز اہل قلم (منہاجیوں) کی پوری ایک جماعت تیار ہو گئی ہے' ان کے چراغ سے بکھرے چراغ روشن ہو رہے ہیں جن کی ضیاء باری سے آپ کی علمی امانت [illegible]

Marfat.com

تلاش و تحقیق آپ کی شخصیت کے جو ہر خاص ہیں شدید بیماری اور نقاہت کے عالم میں بھی آپ کا مطالعہ جاری رہتا ہے۔ عرفی طالب علمی سے فارغ التحصیل ہونے کے باوجود' لیکن طالب علمانہ روح شہرت و عظمت کے اوج کمال تک پہنچ جانے کے بعد بھی کتابوں سے اخذ و استفادہ برابر جاری ہے پہلے تو فارغ وقت میسں ہی نہیں اگر مل جائے تو بیکار نہیں بیٹھتے' کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتے ہیں۔ آج سے پندرہ سال پہلے تو مطالعہ میں راتیں دھم جاتی تھیں۔ مرکزی منہاج القرآن کی لائبریری کی ساری کتابیں' جن کی تعداد ہزاروں تک ہے' آپ کے مطالعہ سے گذر چکی ہیں .بعضوں پر تو آپ نے نوٹ بھی لگائے ہیں جس کتاب میں جو کام کی بات مل جاتی اس کو شروع کتاب کے سادہ صفحہ پر نوٹ کر دیتے ہیں۔ مشکل ہی سے کوئی کتاب آپ کے ملاحظات سے خالی مل سکتی ہے۔ آپ جب کسی اہم موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو پہلے اس کے متعلق کافی مطالعہ کرتے اور جہاں کہیں بھی اپنی موضوع کے متعلق معلومات ملنے کی توقع ہوتی ہے اس کو وہاں سے اخذ کرتے ہیں۔ اور حتی الوسع تحقیق و تنقید کے بعد جمع شدہ مواد نہایت سلیقہ اور عالمانہ طریقہ سے سجاتے ہیں۔ "سورہ فاتحہ اور تعمیر شخصیت" اور "تسمیتہ القرآن" میں معلومات کا انبار لگا دیا ہے اور اس کے لئے آپ نے جو محنت و کاوش اور جانکاہی کی ہے اس کا اندازہ خود ہر پڑھنے والا لگا سکتا ہے۔ اسی انہماک و شغف کے باعث آپ نے ایسا عظیم علمی ذخیرہ دے دیا ہے جو پوری جماعت کو مصنف بنانے کے لئے کافی ہے۔ آپ اپنے طریقہ تصنیف اور طرز تحقیق و جستجو میں بھی صاحب طرز ہیں۔ آپ کی علمی گفتگو بھی کثرت معلومات پر ہوتی ہے' آپ کی ہم نشینی سے جو قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ بہت سی کتابوں کا مطالعہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتیں۔ آپ ہر مسئلہ زیر تحقیق کے متعلق خواہ وہ علمی و مذہبی ہو یا سیاسی و معاشرتی ایک سوچی سمجھی پختہ رائے اور اس کے متعلق مستقل نظریات رکھتے ہیں پروفیسر صاحب اکابرین کی طرح کثیرالاشواق' جامع الاذواق' اور متنوع الکمالات شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت نے علم و فن کے مختلف میدانوں میں جو لانیاں دکھائی ہیں۔ آپ بیک وقت مفسر بھی ہیں محدث بھی' فقیہ

Marfat.com

بھی، متکلم بھی، صوفی بھی، معلم بھی، نعت نویس بھی، محقق بھی، مورخ بھی، سیاسی مفکر بھی، شاعر بھی، خطیب بھی، اور سب سے بڑھ کر تقویٰ، طہارت اور محبت کا اعلیٰ نمونہ بھی۔ آپ کی شخصیت کی یہ بو قلمونی اور جامعیت آپ کے تاج کمال اور کلاہ افتخار کا وہ در آبدار ہے جس نے آپ کو ہم عصروں پر انفرادیت عطا کی ہے۔ بلاشبہ اس جامعیت و انفرادیت کی نظر کم از کم موجودہ دور میں نادر الوجود ہے۔ آپ جس میدان کا بھی رخ کرتے ہیں اس میں اپنی عظمت اور علو مرتبت کا سکہ جاری کر دیتے ہیں۔ آپ کی اس ہمہ گیری کی بنیاد زمانہ طالب علمی ہی میں پڑ گئی تھی۔ آپ نے مختلف النوع اساتذہ سے علوم و فنون اور جدید تعلیم کی تحصیل کی ہے، اور آپ کو ان تمام ہی فنون و علوم پر یکساں عبور اور دسترس حاصل ہے۔

اس لئے یہ فیصلہ بہت دشوار ہے کہ آپ کے شغف و مہارت کی اصل جولانگاہ کیا ہے۔ جو اہل علم و نظر آپ کی کسی موضوع پر تحقیقات سے زیادہ متاثر ہوتا ہے وہ اسی کو آپ کے فکر و شغف کا خاص الخاص میدان قرار دے دیتا ہے۔ تفسیر، فقہ، علم کلام میں آپ کی گہرائی معاصرین میں یکتا و بے مثال ہے۔ میرے ناقص خیال میں، میں نے معاصر علما میں کسی شخص کا مطالعہ قرآن حکیم و علوم قرآن کا اتنا وسیع اور گہرا نہیں پایا۔ اور علم کلام و عقائد پر بھی آپ کی نظر بہت وسیع ہے۔ پروفیسر صاحب کی شخصیت جدت و قدامت کا سنگم اور قدیم و جدید دونوں طبقوں کے درمیان حلقہ اتصال ہے آپ اسلامی علوم کے ساتھ جدید افکار و تصورات، نئے رجحانات اور عصر حاضر کی تحریکات سے پوری طرح واقف اور تلاش و تحقیق اور نقد و نظر کے جدید طریقوں کے ماہر ہیں آپ نے "جام و سنداں" اور "شیشہ و آہن" کو جس طرح یکجا کیا اور جس طرح قدیم ماحول میں رہ کر زمانے کے جدید تقاضوں کو محسوس کیا ہے وہ حیرت انگیز واقعہ ہے۔ اس سے آپ کی فطرت کی ارجمندی اور آپ کے جوہر کی تابانی پر روشنی پڑتی ہے آپ کا کمال یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسے زمانے میں قدیم و جدید دونوں طبقوں کا اعتماد حاصل کیا ہے جب ان کے درمیان شدید رقابت پائی تھی اور کوئی شخص بیک وقت دونوں قلم رووں سے رسم و راہ نہیں رکھ سکتا تھا لیکن آپ کے

Marfat.com

علم و اصابت رائے سے دونوں گروہ اپنے اپنے حلقہ میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت محض تمام تر روایتی طرز پر اور پرانے استاذوں و بزرگوں کے سایۂ شفقت اور پرانی فضاؤں میں نہیں ہوئی بلکہ دونوں طبقوں کے استاذوں سے اکتساب علم و فیض کیا ہے۔ اس لئے آپ کے قلب میں بڑی وسعت اور فکر و نظر میں نہایت بلندی ہے۔ قدامت کا سبب علاقہ و وطن اور خاندان کا ماحول ہے اور جدت کا باعث یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تعلیم کی تحصیل اور تعلیم و تدریس ہے فطری صلاحیتوں کے ساتھ اس ماحول نے درمیانہ و متوسط اور متوازن مزاج کا حامل بنا دیا۔ قدیم علوم پر ٹھوس دسترس کے ہوتے ہوئے جدید رجحانات اور نئے افکار سے متاثر ہوئے اور نتیجہ آپ میں روشن دماغی، روشن ضمیری، وسیع النظری اور عالی ظرفی کی صفات پیدا ہوئیں۔ مزید برآں تحریکوں اور شخصیات کے تقابلی مطالعہ سے آپ میں اعتدال و توازن پیدا ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ عصر جدید میں جس جامعیت کی حامل قیادت کا تخیل ذہنوں میں گردش کرتا ہے آپ اس کا عملی نمونہ اور مثالی پیکر ہیں۔ آج کے سائنسی دور میں ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو پرانے زنگ خوردہ آلات کو ترک کر کے نئے سازو سامان سے لیس ہو۔ جس کو زمانہ کے تغیر پذیر حالات کا اندازہ ہو اور نئی روشنی سے جو زہر پھیل رہا ہے وہ اس کا تریاق بن سکے۔ وہ وقت کے تقاضوں سے باخبر ہو۔ نئی تہذیب و معاشرت کا اندازہ کرے۔ وہ قرآن و سنت پر گہری نظر رکھتا ہو۔ فقہائے اسلام کی کاوشوں سے واقف ہو۔ متکلمین کے کارناموں پر اس کی نظر ہو اور جدید علوم و آداب سے باخبر ہو' تاکہ قدیم صالح اور جدید نافع کے حسین امتزاج سے وہ اکسیر تیار ہو جو ملت کے امراض کہنہ کو دور کر دے اور اس کے تن ناتواں میں اندر روح پھونک دے۔ بلاشبہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب اس مختصر سی مدت میں سکون سمندر میں ارتعاش پیدا کر کے اور فضاء کے جمود کو توڑ کر وہ خدمات انجام دے رہے ہیں جو تعلیم قدیم و جدید دونوں کے سامنے مثال میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ آپ کی شخصیت پر طبقہ علماء اور جدید تعلیم یافتہ گروہ دونوں کلی اعتماد کرتے ہیں۔ پھر علما کے حلقہ میں بھی ہر مسلک و خیال کے لوگوں سے آپ کے روابط و

Marfat.com

مراسم ہیں' اور ہر مکتب فکر کے علماء میں آپ کا وقار اور مرتبہ مسلّم ہے اس حیثیت سے آپ اپنے تمام معاصرین سے زیادہ خوش بخت اور بلند مرتبہ ہیں۔ کوئی دیوبند کے یہاں مقبول ہوا تو بریلویوں کے ہاں مطعون ٹھہرا' کوئی شیعوں میں لائق محبت ہوا تو غیر مقلدین کے نزدیک لائق مذمت ہوا غرضیکہ ہمہ گیر مقبولیت کم ہی کسی کو نصیب ہوئی۔ اس کے برعکس پروفیسر صاحب گو مسلکاً سنی (بریلوی) اور مذہب حنفی ہیں لیکن معقول و متوازن مزاج کے تمام مکاتب فکر کے لوگوں میں آپ کی قدر کی جاتی ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے متضاد افکار و نظریات اور متحارب رجحانات و میلانات کے حامل افراد کا یکساں اعتماد حاصل کر لینا آپ کی عبقریت کی زندہ دلیل ہے آپ کی ہمہ گیری کے حدود خاردار سیاست تک وسیع ہیں۔ لیکن بایں ہمہ آپ عملی سیاست کے مرد میدان نہیں ہیں۔ آپ کا اصل ذوق خالص علمی ہے اور ظاہر ہے علمی کام سکون و اطمینان خاطر کا طالب ہوتا ہے۔ سیاسی ہنگامہ آرائیاں اس کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ آپ نے کوچہ سیاست میں قدم رکھا لیکن حالات و واقعات کا گہرا مطالعہ کر کے جلد قدم واپس کر لیا ہے۔ قومی و ملی امور کے سلسلے میں آپ حقیقی حل کے لئے کوشاں ہیں۔

اور آپ کے لئے ملی مسائل کے پیش نظر مسلمانوں کے مسائل سے بے تعلق رہنا مشکل ہے اس لئے چاروناچار حصہ لینا پڑ رہا ہے لیکن محض نظری یا زیادہ سے زیادہ نیم عملی طور پر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے دوسرے خالص سیاسی لیڈروں کی طرح کلیتاً مروجہ سیاست کا انداز اختیار کیا ہو۔ آپ کا سیاسی نقطہ نظر بہت گہرا اور دور رس ہے' جس کو آپ وقتاً فوقتاً تقریروں میں ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ ایک عرصہ سیاسی مشاغل اور تگ و دو میں رہنے کے باوجود آپ کبھی اپنے علمی ذوق و انہماک سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں رہے۔ "پاکستان عوامی تحریک" کی کمپین کے سلسلہ میں اپنے اصلی ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم کر لیتے تھے۔ تمام تر سیاسی تگ و دو کے باوجود آپ کبھی سیاست کی آلائشوں میں مبتلا نہیں ہوئے۔ کم خوش نصیب ایسے ہونگے جنہوں نے آپ کی طرح سیاست میں حصہ لیا ہو اور سیاست کی آلائشوں سے پاک رہے ہوں [illegible]

Marfat.com

سے کسی منصب پر پہنچنے کے کبھی در پے نہ ہوئے آپ نے اپنے لئے جو بلند سطح پہلے دن اختیار کرلی تھی اس پر انشاء اللہ قائم ہیں یہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک اہم ترین واقعہ اور آپ کی شخصیت کی ایک نمایاں خصوصیت آپ کا روحانی و باطنی انقلاب ہے۔ جسے آپ کے ذوق و رجحان اور بعض نظریات وخیالات میں بہت سی دور رس تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ آپ کا مزاج ابتداء ہی سے دینی تھا کسی دور میں بھی دین سے انحراف اور جادہ مستقیم سے آپ کا قدم نہیں ہٹا۔ اس کا باعث حضرت شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء حضرت پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کی صحبت ہے۔ اس سے قلب و باطن کی ایسی صفائی پیدا ہوئی ہے کہ حجابات اٹھ گئے اور شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔

حضرت قبلہ پیر صاحب کے دست اقدس پر بیعت کا شرف گھریلو پاکیزہ ماحول اور موروثی فضاء کا اثر تھا۔ جس کے حامل آپ خاندانی طور پر تھے۔ آپ کا خاندان صوفیاء کا مجمع تھا۔ آپ تصوف کی گودوں میں پیدا ہوئے۔ پرورش پائی اور پروان چڑھے۔ والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادری بادہ تصوف و معرفت سے سرشار اور آستانہ طریقت کے حاضرباشوں میں تھے۔ ان نسبتوں کی بناء پر آپ نے سلوک و تصوف کا رخ کیا اور شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ضروری سمجھا یہ ایک اہم اور نادر واقعہ ہے کہ ایک عبقری وقت جس کا طائر شہرت آسمان کی بیکراں وسعتوں میں محو پرواز ہے اس نے بیعت کو لازم جانا یہ تحریکی دوستوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مرد کامل کے ہاتھ میں ہاتھ ضرور دیں۔ پروفیسر صاحب اور تحریک سے وابستگی اپنی جگہ لیکن بیعت کا الگ تشخص و تعین بھی ضروری ہے۔

انسانی شخصیت مختلف عوامل و موثرات سے تشکیل پاتی ہے' یہ عوامل مخفی اور واضح' خارجی اور داخلی دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر کسی اعلیٰ شخصیت کے عناصر ترکیبی کے سمجھنے کے لئے اس کے عہد اور ماحول کی معرفت لازمی ہے' جس کے موثرات کے نقوش شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کی شخصیت پر مرتسم نظر آتے ہیں۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ ہر ادیب و شاعر

Marfat.com

عام فطرت انسانی کے مطابق اپنے زمانہ کے متنوع سیاسی' سماجی اور تہذیبی میلانات سے متاثر ضرور ہوتا ہے' یہاں تک کہ بسا اوقات ماحول کے خارجی موثرات کا عکس جن کے بین السطور اتنا صاف جھلکتا ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر اس ادیب یا شاعر کی عہد کی سیاسی' سماجی اور تہذیبی تاریخ مرتب کی جاسکتی ہے۔ جس طرح فن میں شخصیت اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ شان دکھاتی ہے' اسی طرح شخصیت پر عہد اور ماحول کے مخصوص کوائف کا عکس بھی نہایت گہرا ہوتا ہے۔

اس لئے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی شخصیت و عظمت کا صحیح ادراک حاصل کرنے کے لئے ان کے عہد اور ماحول کا ایک اجمالی مرقع بھی مرتب کیا ہے۔ جس میں آپ کی بلند مرتبت شخصیت نے نمو و ارتقاء کی منزلیں طے کیں اور آپ کے علمی و ادبی اکتسابات منصہ شہود پر آئے ہیں۔ پروفیسر صاحب کا عہد پاکستان کی تاریخ کا وہ انقلابی دور ہے جس میں ہر شعبۂ حیات تدریجی میں تغیرات و انقلابات کی ایک مسلسل رو چل رہی تھی۔ اس کا تفصیلی بیان دوسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

فن کو شخصیت کا اظہار کہا گیا ہے اس لئے کسی فنکار کی شخصیت اس کے تخلیقی عمل سے علیحدہ نہیں کی جاسکتی۔ کوئی بھی تخلیق یا تصنیف نہ تو اپنے دور و ماحول سے ماوراء ہو سکتی ہے اور نہ تخلیق کار یا مصنف کی شخصیت کے ارتسامات سے خالی تحریر میں انسان کا علم ہی نہیں سیرت بھی جھلکتی ہے' فکر و تحقیق مجرد دماغ سوزی نہیں' صاحب تصنیف و تحقیق کے شخصی کردار اور سماجی رویوں کا مظہر بھی ہوتی ہے۔ کتاب انسان کے نظریہ علم اور طرز عمل کا عکس پیش کرتی ہے۔ جس طرح کسی تصنیف کے آئینہ میں اپنے عہد و ماحول کا عکس نظر آتا ہے اسی طرح اس میں مصنف کی شخصیت کے خط و خال بھی منعکس ہوتے ہیں۔ اس طرح فن اور شخصیت کا بہت گہرا تعلق قائم ہو جاتا ہے' دونوں ایک دوسرے کو آئینہ دکھاتے ہیں۔ بسا اوقات شخصیت کے نقوش فن پر اتنے گہرے اور نمایاں ہوتے ہیں کہ اس تصنیف کی روشنی میں مصنف کی شخصیت کی امتیازی صفات کو متعین کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

چنانچہ پروفیسر صاحب کی پہلو دار شخصیت آپ کی علمی و تحقیقی تصنیفات میں نہ صرف مکمل طور پر جلوہ گر ملتی ہے' بلکہ بولتی چالتی اور چلتی پھرتی محسوس ہوتی ہے۔ آپ کی تقریر و تحریر کی جو لانیوں سے کوئی میدان بھی محروم نہیں ہے۔ سیاسی موضوعات ہوں یا دقیق علمی بحثیں' ہر موضوع پر ہر وقت آپ کا اشب قلم یکساں جو لانی دکھاتا ہے اور ان سب تخلیقات کے پس منظر میں آپ کی رنگا رنگ شخصیت قوس وقزح کی طرح نمایاں رہتی ہے۔ اعتدال و توازن' وسیع النظری' اعلی ظرفی' احتیاط و دیانت' حق گوئی و بے باکی' خوش طبعی و شگفتہ مزاجی' کثرت مطالعہ اور ذوق جستجو' وغیرہ ہم جو آپ کی سیرت و کردار کے نمایاں ترین جوہر ہیں۔ ان کے عکس و نقش سے آپ کی کوئی بھی تصنیف اور تحریر خالی نہیں ملتی۔ آپ کی شخصیت کے نقوش ہر جگہ پر تو فگن ملیں گے۔ آپ کی تصانیف کو موضوع کے لحاظ سے تقسیم کر کے جامع مبسوط اور ٹھوس مقالہ مرتب کیا ہے کہ جس میں آپ کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے یہ مقالہ دوسری جلد کی زینت بنایا گیا ہے۔

Marfat.com

ایک فکر، ایک شخصیت

Marfat.com

انسانوں کے تذکرے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ ہم "تقدیر الرجال" (انسانوں کی قدر شناسی کے قائل ہیں لا تقدیس الرجال (انسانوں کی تقدیس) کے قائل نہیں ہیں۔ اسی اصول کے تحت استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ یہ تذکرہ کتنا طویل اور کس قدر متنوع ہے' اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تذکرہ ایک شخص کا ہی نہیں' ایک قائد کا بھی ہے' ایک تنظیم کا ہی نہیں' ایک عہد کا بھی ہے' ایک جماعت کا ہی نہیں' ایک تحریک کا بھی ہے' ایک آواز کا ہی نہیں' ایک انقلاب کا بھی ہے' جب تک موج انقلاب آشنائے تلاطم ہے' تذکرہ لسان صدق اور جان قلم رہے گا بڑے آدمیوں کے بارے میں لکھنا مشکل کام ہے' کبھی تحریر غیر معمولی تعریف سے بوجھل ہو جاتی ہے' تو کبھی بے جا تنقید سے غیر منصفانہ ہو جاتی ہے' کبھی مبالغہ آرائی سے اس کا وزن گر جاتا ہے' اور کبھی عقیدت کی شدت سے اس کا ذائقہ بگڑ جاتا ہے' غرض بڑا آدمی سوانح نگاری کیلئے بہت مشکل آدمی ہوتا ہے۔ ہمیشہ یہ خیال رہتا ہے کہ اس کے دوستوں پر اس کا کیا اثر ہوگا اور اس کے مخالفین کا کیا تاثر ہوگا۔ اتنی مشکلات کے باوجود پھر بھی لوگ لکھنے بیٹھتے ہیں تو بڑے لوگوں کے بارے میں ہی لکھتے ہیں۔ عام چلتے پھرتے انسانوں کے بارے میں اپنا مطالعہ پیش کرنے کی شاذ ہی کبھی کسی کو توفیق ہوتی ہے۔ چنانچہ دنیا کے معمول کے مطابق میں نے بھی اپنے عہد کے ایک بڑے آدمی کے بارے میں ایک کتاب تقریباپانچ سو صفحات کی لکھی ہے پھربھی مجھے۔شدت سے احساس ہے کہ بہت کم لکھا گیا ہے۔ میں نے مروجہ اندھی عقیدت اور غلو کی بجائے دلائل کے ساتھ ان کے فکر وفلسفہ پر زیادہ زور دیا ہے۔ یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے عہد قادری کا آغاز ۱۹۷۶ء میں "محاذ حریت" سے شروع ہوتا ہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ کے بعد جو کچھ ہوا وہ صاحبان فکر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے بعد طرح طرح کے سیاسی اور فکری فتنوں نے سر اٹھالیا۔ استعماری طاقتوں نے عالم اسلام کے مختلف حصوں میں اپنے پنجے گاڑ لیئے۔ مغرب کی ذہنی غلامی وباکی طرح پھیل گئی اور دین سے بیزاری ترقی پسندی علامت

Marfat.com

بن گئی۔ یہ پر آشوب حالات تقاضا کر رہے تھے کہ کوئی ایسی شخصیت ظہور پذیر ہو جو ملت کو از سر نو اسلام کے چشمہ صافی سے شاد کام کرے لادینی قلعوں کے اندر قرآنی روح کی تحویل [illegible] کرے اور نوجوانوں کے اندر دین سے بیزاری کا قلع قمع کر کے دین کی محبت اور شیفتگی کا سرچشمہ رواں کر دے۔ اس کام کو جو شخصیت جامعیت و بلند آہنگی کے ساتھ انجام دے رہی ہے وہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی ہے۔ اسی کام کی تحسین کرتے وقت عالم اسلام کی نمایاں شخصیتوں نے انھیں، مفکر اسلام، مفسر قرآن، مجدد عصر، کے القاب سے نوازا۔

قومیت، لادینیت، تجدد، تفریق دین و سیاست، تاویلات باطلہ اور جمود و جدت نے نظریات و افکار کی دنیا کو ایک خوفناک جنگل بنا کر رکھ دیا ہے، یہ جاننا مشکل ہو گیا ہے کہ اسلام کے وہ اصل خط و خال کیا ہیں جو کتاب اللہ سنت رسول، خلفائے راشدین کے عمل اور ائمہ امت کی کدو کاوش کا مرکز و محور رہے ہیں۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ایک طرف تیشہ برہان قرآنی سے افکار و نظریات کا پر پیچ جنگل صاف کیا ہے اور نئے نئے اور خود ساختہ، باطل خداؤں کو ریزہ ریزہ کیا اور دوسری طرف اسلام کے چہرہ انور کو اپنے اصل روپ اور اصلی خط و خال کے ساتھ ملت کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جس کی چمک نے تاریک دلوں کو روشن اور جس کی بہار نے مردہ کھیتوں کو شاداب کر دیا ہے۔ یہی دعوت حق کا خاصہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

"وتری الارض هامدة فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت وربت وانبتت"

تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی اور اس نے ہر قسم کے خوش منظر نباتات اگانا شروع کر دیئے۔ اس اصلاحی عمل کو عربی زبان میں تجدید کہتے ہیں۔ دلوں کو متاثر و مسحور وہی بات کرتی ہے جس میں دو خوبیاں پائی جاتی ہوں

(۱) حسن مضمون

(۲) حسن بیان

قرآن حکیم میں یہ دونوں خوبیاں بکمال درجہ پائی جاتی ہیں [illegible]

Marfat.com

موم بنا کر رکھ دیا۔ کلام الٰہی کو اس کی اصل فصاحت و سلاست اور اصل حکمت و حکمت کے ساتھ جب بھی بیان کیا جائے گا یہ دلوں کو مسحور اور ذہنوں کو مقصور کرے گا۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی دعوت کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔

قرآن حکیم نے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کو حُسنِ مضمون فراہم کیا ہے' اور دور حاضر میں اس حسنَ مضمون کی تشریح کے لئے جس حسن بیان کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالیٰ نے ان کے زور خطابت کو ودیعت کر دی ہے۔ چنانچہ اس چیز نے ان کے طرز استدلال کے اندر وہ تاثر پیدا کر دیا ہے جس نے جذبات میں ہلچل مچادی ہے' طبیعتوں کو بے چین اور دلوں کو حاضر و موجود سے بیزار کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوانوں کا کہنا ہے کہ بہت سے علماء کو سنا ہے ان کے بیان میں بڑی چاشنی محسوس کی ہے۔ مگر علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے حسن بیان نے بے چین کر کے رکھ دیا ہے۔

علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں یہ نقشہ یوں کھینچا ہے۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرمادے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

ایسا حسن بیان زندہ جاوید ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے صرف بلاغت و ندرت کا اعجاز نہیں ہوتا بلکہ کردار کی عظمت بھی کارفرما ہوتی ہے۔ کوئی طاقت انھیں محو کر سکتی ہے نہ محدود' کسی خطیب و مبلغ کا حسن بیان ایسے ہے جیسے خوبصورت مورتیاں' جب مبلغ اپنے حسن بیان کی تائید اپنے کردار سے کرتا ہے تو ان میں روح داخل ہو جاتی ہے' اور پھر وہ گفتار کے اندر ہی نہیں رہتا' بلکہ انسانی

Marfat.com

آبادیوں کے اندر چلتا پھرتا نظر آنے لگتا ہے۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی تقریر و تحریر کی پشت پر بھی ان کے کردار کا کوہ گراں جلوہ آرا ہے۔ ان کا بیان زبان و طرب کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ معرکہ حق و باطل کا ثمر ہے۔ زبان سے نہیں خون دل شامل ہے۔

خون دل و جگر سے ہے میری نوائی پرورش
ہے اگر ساز میں رواں صاحب ساز کا لہو

اب ان کی آواز ایک فرد کی آواز نہیں رہی یہ آواز نہ صرف ملت اسلامیہ کی پکار بن چکی ہے بلکہ پوری عالم انسانیت کی ضرورت بن کر ابھر رہی ہے۔ یہ آواز موجودہ انسان تہذیب کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ موجودہ انسانی تہذیب حاضر کے دیو استبداد کے ہاتھوں نالاں ہے۔ یہ نالش اس قدر بڑھتی جا رہی ہے کہ علم و فن کی غیر معمولی ترقی بھی اس کا مداوا نہیں کر سکی، بلکہ خود ترقی اس میں اضافے کا موجب بن رہی ہے انسان نے سب نسخے آزما لئے ہیں۔ سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت، جمہوریت ہو یا آمریت جتنے اجتماعی نظریات اور نظام ہائے زندگی انسان کا ذہن ایسا تراش سکتا تھا اس نے تراش دیکھے اور آزمالیے۔ کسی نے اس کی چارہ گری نہیں کی۔ اس کا علاج صرف اسلام کے اندر ہے۔ تحریک منہاج القرآن اسی نسخہ کیمیاء کو لے کر دنیا کے اندر اٹھی ہوئی ہے۔ اس نے تہذیب حاضر کے خلاف ایک فکری و نفسیاتی معرکہ برپا کر رکھا ہے۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی فکر اس معرکے کا بنیادی ہتھیار ہے۔ یہ معرکہ عالمگیر شکل اختیار کر چکا ہے۔ ہر آنے والا دن اس معرکے میں شدت پیدا کرتا جا رہا ہے۔ تحریک منہاج القرآن ایک عالمگیر پیغام انقلاب ہے اور علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی شخصیت اور ان کی فکر روح عصر ہے۔ در حقیقت ان کی فکر ہوا میں سرایت کر چکی ہے، جس سے مشام جاں معطر رہتا ہے۔ یہ ہوا پوری دنیا کے اندر چل رہی ہے۔ اندلس کی وادیوں سے افریقہ کے صحراؤں تک، یورپ کے سبزہ زاروں سے امریکہ کی درسگاہوں تک، مشرق بعید کے جزائر سے مغرب اقصیٰ کے کناروں تک، افغانستان کے کوہ و دشت سے لے کر قازقستان تک فکر قادری کی

Marfat.com

باد نسیم عطر بیز ہو رہی ہے۔ یہ فکر روز بروز پھیلتی جاری ہے۔ روحوں کو تڑپا اور دلوں کو گرما رہی ہے راست رؤوں کے لئے سرمایہ فزونی ایمان اور بے راہ رؤوں کے لیے ذریعہ رشدوہدایت ثابت ہو رہی ہے۔ یہ فطرت کی آواز ہے' یہ عصر حاضر کی ضرورت ہے۔ یہ بالا وبرتر ہو کے رہے گی۔

خم زندگی کشادم

خدا کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ

"خم زندگی کشادم بہ جہان تشنہ میرے" (اقبال)

ترجمہ:۔ میں نے پیاس سے مرتی ہوئی دنیا کے لئے مشروب حیات کے خم کو کھول دیا۔ ہماری یہ دنیا جس میں دولت' مشن اور اجناس نے انسان اور انسانیت کے مقابلے میں زیادہ اہمیت حاصل کر لی ہے۔ حق و صداقت' ایمان ویقین' محبت و وفاء امانت وعدل اور امن و سیکنت سے محرومی کی وجہ سے " جہان تشنہ میرے " کی تعریف میں داخل ہے۔

ایک شخص نے جس کی شخصیت اور کام کے متعلق لکھ رہا ہوں' اس پیاس کی ماری دنیا کے لئے خم زندگی کی مہر کھول دی ہے۔

اس نے اس دنیا کو بتایا ہے کہ تمہاری عقلی دیوتاؤں کا صد ہزار سالہ فلسفوں کے ماحصل پر جو تہذیب کھڑی کی گئی' اس نے انسان کو مادہ پرست اور افادیت پرست بنا کر شرف انسانیت سے محروم کر دیا ہے۔ اب جس کے پاس جتنی قوت ہے' وہ دوسروں کے لئے اسی درجے کا خدا بن کر ان کا استحصال کر رہا ہے دولت کی خدائی طبقے کی خدائی قبیلے کی خدائی قومیت کی خدائی نسل کی خدائی حکمران پرائی کی خدائی' سامراجی قوتوں کی خدائیاں' طبق بر طبق اور درجہ بدرجہ انسانوں پر مسلط ہیں۔ ہر طرف اتنی طاغوتی قوتیں مختلف پیرایوں میں کام کر رہی ہیں کہ کرہ ارض کے کسی گوشے میں انسان کی حقیقی آزادی کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا اس ہمہ جہتی غلامی کو توڑنے کے لئے خم زندگی کھولنے والے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے دنیا میں رہنے بسنے اور اس میں پینے والوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ میں تمہیں ایک کلمہ انقلاب کا پتہ دیتا ہوں' جسے خدا کے

Marfat.com

وہ نمائندے لائے جو ابتداء سے لے کر آخر تک [illegible]
[illegible]
ایک ہی فلسفہ پیش کرتے رہے، کائنات اور زندگی کی ایک ہی توضیح کرتے رہے، اور انسانیت کا معیار اخلاق و کردار یکساں تھا۔ ان پر جو لوگ بھی ایمان لائے ہر قسم کی پستیوں سے نکل کر انسانی و روحانی بلندیوں تک پہنچے اور اگر ان کی دعوت آخری مرحلے تک کامیاب رہی تو اس کے نتیجے میں قائم ہونے والا نظام عدل و احسان کا بہترین معیار قرار پایا۔ وہ کلمہ انقلاب یہ ہے کہ ایک اللہ، کائنات اور انسان کا خالق و مالک اور معبود ہے اور کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔ ایک اسی کو الٰہ لاشریک ماننے کے بعد بتوں، بے جان قوتوں، خیالی اصنام، نظریات باطلہ، دولت و قوت، قومیت و وطنیت، نسل و رنگ وغیرہ ساری جعلی خدائیاں سرنگوں ہو جاتی ہیں۔

بس ایک بار آدمی سچے دل سے لاالٰہ کہہ کر سب کا انکار کر دے کہ میں تمہیں نہیں مانتا۔ یہ کلمہ انقلاب نہ صرف حقیقی آزادی کا پیغام ہے بلکہ اس میں انسانی اخوت و مساوات کا پورا ورثہ مضمر ہے۔ یعنی جب خدا ایک ہے اور تمام انسان ان کے بندے ہیں تو پھر سب کا مقام و مرتبہ عبدیت کا ہے اور سارے کے سارے ایک ہی خدا کے سامنے عاجزی سے صف بستہ و سرنہادہ ہیں۔ یہ ہے نقطہ آغاز اس انقلاب کا جو انسانی شخصیتوں کو اندر سے بدل کر انسانی زندگی کی ایک نئی دنیا کی تشکیل کرتا ہے اور روزانہ بار بار پڑھے جانے والے اور اذانوں میں پکارے جانے والے کلمہ مبارک کو کلمہ انقلاب کی حیثیت سے ۱۴ سو سال پہلے ہم تک پہنچانے والی ذات نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی اور عصر حاضر میں اس کلمہ کے انقلابی مفہوم کی تجدید علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کر رہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری دعوت مصطفوی انقلاب کو انسانیت کے وسیع دائروں میں پہنچانے کے لئے اس کے ضرورت مند ہیں کہ انھیں اس زیف کے شایان شان نقیب و شاہد مہیا ہوں اس کام کے لئے قریب ترین میدان اسی "امت" کا تھا جو چودہ سو سال پہلے "لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی بنیاد پر قائم ہو کر تاریخ میں [illegible]

حصہ جو برصغیر میں علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی دعوت کا قریب ترین مخاطب تھا' اس نے پاکستان کی آزاد ریاست میں اپنی خاص قوت مرتکز کرلی ہے۔ پس اس ریاست کو مصطفوی انقلاب کی اولین تجربہ گاہ قرار دے کر عالمی انقلاب کے پہلے مرحلے کی حیثیت دی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی شان بیان ہوئی ہے کہ "انہ ھو یبدی و یعید"

یعنی وہ خلق کی ابتداء بھی کرتا ہے اور اس کا اعادہ بھی کرتا ہے۔ یعنی دہراتا رہتا ہے' دہرانا نقش سابق کا صرف انعکاس نہیں ہوتا' بلکہ ہر نئے نقش میں ایسی ندرتیں اور ایسے نقوش بھی شامل ہوتے رہتے ہیں' خدائی قانون "تسویہ" کے مطابق صالحیت و جمال میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کلام ربانی کی یہ شان بھی ہے کہ "نصرف الایات" ہم آیات (اور مضامین) کو بہ تکرار بیان کرتے ہیں۔ یعنی ایک ہی مضمون کو سو رنگ سے باندھتے ہیں' مگر تکرار محض صدائے بازگشت نہیں ہوتی' بلکہ ہر مرتبہ ایک ہی معاملے کا کوئی نہ کوئی نیا پہلو نمایاں کیاجاتا ہے۔ یہی قانون نظام نبوت و تعلیم کے سلسلے میں "احیا" اور "تجدید" کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ ہر رسول اپنے سے پہلے کے انبیاء کے لائے ہوئے دین اور اصول ہدایت کا احیاء واعادہ کرنے والا ہوتا ہے' پھر اس کے ساتھ وہ اپنے دور اور ماحول کے مخصوص تقاضوں کا حل بھی پیش کرتا ہے سلسلہ نبوت جب آپ پر ختم ہوا تو خلافت راشدہ کی ساری کوشش کامیابی سے قائم شدہ "نظام رحمت" کے نہج خاص کے استحفاظ میں صرف ہوئیں۔ اس کے بعد دور انحطاط شروع ہوا جس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ بعد میں مردان حق (بہ طور افراد یا جماعتوں یا اداروں کی شکل میں) دین کی تجدید اور سنت کے احیاء کا کام کرتے رہیں گے۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب مجدد ہیں یا نہیں' اس سے ہماری بحث نہیں اس معاملے کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جو کام کیا ہے اور کر رہے ہیں اس کا مقصد احیائے دین کے سوا کچھ نہیں ہے مخالف اسلام قوتیں اور کافر و مشرک معاشروں میں دعوت حق کا کام کرنا ایک خاص طرح کی مشکلات رکھتا ہے'. جن کا ریکارڈ انبیاء کرام علیہم السلام کی رودادوں میں قرآن

Marfat.com

نے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام سے وابستگی رکھنے والے انفرادی اور اور پر تضاد معاشروں میں بڑی لاینحل پیچیدگیاں پیش آتی ہیں۔ ایسے معاشروں میں آپ اسلام کی دعوت دیں تو کہا جائے گا کہ تم ہمیں مسلمان نہیں مانتے...؟ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے دین برحق کے لئے تحریک اور نظام انقلاب کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ دین کے تحت مذہب و سیاست کو یکجا کر دیا ہے۔ دنیا کے معاملات کو بھی دینی معاملات میں بدل دیا ہے۔ مگر یہ ہوا کہ آج مذہبی حلقے دین سے سیاست کی علیحدگی کا تصور ختم کر چکے ہیں اور اس کے قائل ہو چکے ہیں کہ:

"جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

یہ الفاظ ہر مذہبی پلیٹ فارم پر' ہر قسم کی شخصیتوں کے لبوں پر ہیں۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے اسلامی قومیت کے ساتھ ساتھ اسلامی اسٹیٹ کا تصور مغربی فلسفہ سیاست کے بالمقابل واضح کیا ہے۔ نوجوانوں کے لئے تو یوں سمجھیے کہ فکر و شعور کی ایک نئی دنیا کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ انتخابی سیاست کے سلسلے میں یہ انقلابی اصول بتائے ہیں۔

انتخابی سیاست کے اصول

(۱) سیاسی سرگرمیاں غلبہ اسلام اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہوں۔

(۲) سیاسی جدوجہد اسلام کے اخلاقی حدود کے اندر ہونی چاہئیں۔

(۳) کامیابی کے لئے جعلی ووٹ دینا دلانا یا جاہلی عصبیتوں کا بھڑکانا یا غیر اصولی طرز کی سودے بازیاں کرنا اسلامی طریق کار کے خلاف ہے۔

(۴) ووٹ ہمیشہ علم و اخلاق کے لحاظ سے نیک اور صالح افراد کو دیا جائے۔

(۵) ووٹ کی حیثیت امانت اور مشورہ کی ہے۔

(۶) پارلیمانی پالیسی یہ ہو کہ ساری کوشش غلبہ دین کے لئے ہو۔

(۷) کامیابی کا معیار یہ ہے کہ ہم اپنے اصولوں اور اخلاق [illegible] کی پابندی میں کہاں تک

Marfat.com

کامیاب رہے۔

(۸) کسی شخص کا پارلیمانی نمائندگی کے لئے خود امیدوار بن کر کھڑے ہونا درست نہیں ہے۔

(۹) انتخاب متناسب نمائندگی کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔

(۱۰) نمائندوں کے لئے میرٹ و معیار علم و اخلاق ہونا چاہیے۔

یہ انتخابی پارلیمانی سیاست کا بالکل ایک نیا خاکہ ہے جس سے سیاست کی فضائیں پہلے آشنا نہ تھیں۔
اس لحاظ سے یہ بھی ایک انقلابی آواز ہے۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی انقلابی فکر کا دوسرا بڑا اہم پہلو جو ان کے تجدیدی کارنامے کو اجاگر کرتا ہے' یہ ہے کہ انہوں نے قوم کو ایک نظام تعلیم دیا ہے اور پھر اس کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ ابطال باطل کے طور پر بڑے بڑے عالمگیر فکری فتنوں کا بھی رد کیا ہے۔ مثبت طور پر بڑی گراں بہا خدمت یہ انجام دی ہے کہ اسلامی نظام کے ہر شعبے کا اصولی ڈھانچہ قرآن و سنت کی بنیاد پر استوار کر کے دکھا دیا ہے کہ اسلام کا عملی نفاذ کن صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ اسلامی بینکنگ اور سود کا متبادل نظام پر ان کا کام اس کا بین ثبوت ہے' آج کے نوجوان کے لئے اردو' انگریزی' عربی زبان میں یہ معلوم کرنا آسان ہو گیا ہے کہ دین برحق زندگی کے مختلف دائروں کے لئے کیا اصول و مقاصد دیتا ہے۔ تقریر و تحریر دونوں صورتوں میں اتنا مواد دے دیا ہے کہ یہ لٹریچر اور آڈیو ویڈیو کیسٹوں کی صورت میں حسن بیان بجائے خود ایک تحریک انگیز قوت ہے۔ دنیا بھر میں اس کے اثرات پھیلتے جارہے ہیں۔

عملی اثرات کے لحاظ سے سب سے بڑا کام انہوں نے یہ کیا ہے کہ "مسلمانی بلا اسلام" یا "قول بلاعمل" کے خلاف جو آواز اٹھائی ہے اس کی تکمیلی صورت یہ بھی سامنے آئی ہے کہ انہوں نے ایسی "اندھی مسلم قوم پرستی" نسل پرستوں مغرب زدگاں' ہندو وانہ رسم و رواج' دولت پرستی' سیاست میں جھوٹ' فریب اور دھاندلی جیسے رجحانات کو اپنے سائے میں پرورش دیتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ جرات کہ ارباب مال و جاہ کے خدائی کے راستے بناتی ہے۔ بد سے بدتر کام اگر مسلمان کرے تو وہ اس لئے گوارا ہے کہ وہ اپنا ہے' ملت اسلامیہ کے حق میں مضر سے مضر

Marfat.com

سرگرمیاں رکھنے والے بھی لیڈری کا مقام پا سکتے ہیں۔ اسلام سے آزاد مسلم قوم پرستی کے چیلنج اس عظیم تسلط کے خلاف علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب سے زیادہ واضح طور پر اور زیادہ زور سے کبھی کسی نے دعوت کا علم بلند نہیں کیا ہے۔ انھوں نے حضرت مجدد الف ثانی' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد یہ تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے۔ اسی کی بدولت نوجوانوں کے دلوں میں بس چکے ہیں۔

دل کی رگ رگ میں اترتا ہوا جاں تک پہنچا
تیرا پیغام زمانے میں جہاں تک پہنچا

باطل نے ہر دور میں حق کے خلاف آواز اٹھائی ہے' اگرچہ آخر میں ہمیشہ منہ کی کھائی ہے۔ لیکن چونکہ اس کی ظاہری ادائیں دلفریب اور اس کے اوپر ملمع شعبدہ گرانہ ہوتا' اس کے ساتھ عامۃ الناس ہر چمکتی ہوئی چیز کو سونا سمجھنے لگتے ہیں' اس لئے آنکھیں بند کر کے وہ اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ باطل کو زمانے کے رائج الوقت ہتھیاروں سے کام لینا خوب آتا ہے۔ معاشی مسائل' تہذیبی اقدار اور تعلیمی پالیسی' ثقافت اور ترقی کے نام پر اور آڑ میں حملے ہو رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ علمائے ربانی نے ہر عہد میں الحاد اور ضلالت کا رد اور دین کا دفاع جاری رکھا' لیکن آج کے حالات بالکل مختلف ہیں۔ اکثر علما بدلتی ہوئی دنیا کے نئے نئے مسائل اور جدید علوم سے اس قدر ناواقف ہیں فتنے کی گرفت تو کر لیتے ہیں مگر اس کے سرچشمے کا سراغ لگانے اور اس کے مقابل تفصیل سے تعمیری نظام پیش کرنے سے عموماً قاصر ہیں۔ وہ یا تو تہذیب جدید کے ہتھکنڈوں سے نابلد ہیں یا مرعوب' ایسی حالت میں ایسے علماء کی ضرورت تھی جو ایک طرف علم دین میں تبحر ہی نہیں صلابت بھی رکھتے ہوں اور دوسری طرف نئے علوم و فنون سے بھی کما حقہ باخبر ہوں۔ ہمارے خیال میں استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ان معدود چند علمائے ربانی میں سے ہیں جن کو مجمع البحرین کہنا چاہیے۔ جو قدیم و جدید دونوں اسلحہ سے آراستہ ہو کر جہاد باللسان و بالقلم کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ان کی قوت اجتہاد اور زور استدلال خواص [illegible]

Marfat.com

کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا حسن بیان اور دلنشیں اسلوب بخشا ہے کہ اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ وہ جس مسئلے کو لیتے ہیں اس کا تجزیہ اس خوبصورتی سے کرتے ہیں اور اس کے "مالہ وماعلیہ" پر اس طرح بحث کرتے ہیں کہ بڑے سے بڑے مخالف کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔

قوت استدلال

آپ کے حسن بیان کے سلسلے میں سب سے پہلی چیز قوت استدلال ہے۔ کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے قدیم استخراجی منطقی طرز اختیار نہیں کرتے' جس سے مخاطب چاہے خاموش ہو جائے مگر مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق جتنے بھی تائیدی حقائق جس گوشے سے بھی ملیں گے فراہم کریں گے جن کے بعد فریق ثانی کو انکار کی مطلق گنجائش نہ ہوگی۔ مثلاً وہ "اجتھاد اور اس کا دائرہ کار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ایک عرصے سے اسلامی قانون پر جمود کی جو کیفیت طاری ہے' ہمارے خیال میں اس کے تین اسباب ہیں۔

(۱) قدامت پرست مذہبی ذہن۔

(۲) تجدد پسند جدید ذہن۔

(۳) نام نہاد مسلم حکومتیں۔

ان تینوں طبقات پر ایسی بحث کی ہے کہ جو عقلاً و نقلاً دونوں اعتبار سے درست ہونے کے ساتھ قابل عمل ہے۔

(۱) قدامت پرست مذہبی ذہن نے (الا ماشاء اللہ) تصور تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل دیا ہے اور اجتھاد کو عملاً شجر ممنوعہ بنا دیا ہے۔

جو فقہی کام آج سے کئی سو سال پہلے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا تھا' اسے تمام تفصیلات و جزئیات سمیت ہر اعتبار سے آج کے دور کے لئے بھی من و عن کافی و وافی سمجھ لیا گیا ہے۔ کتب

Marfat.com

فقہ وحی کا بدل تصور ہونے لگی ہیں ان خیالات نے بالعموم علمائے کرام کو جدید تعلیم کی ضرورت کے احساس سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ ایسے طبقہ کے نزدیک عصری علوم و فنون کو پڑھنا دنیا داری ہے اور دینداری صرف قدیم طرز کے دینی مدارس میں اس علم کی تحصیل سے ہی عبارت ہے' جو آج سے کئی سو سال پہلے کی عملی ضروریات کی تکمیل کے لئے مرتب کردہ نصاب تدریس پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محض معقولات منقولات کے متداول درسی نصاب کی تحصیل کے ساتھ جدید تعلیم سے آراستہ نہ ہونے کی بناء پر علماء اس وقت کے جدید اور متنوع مسائل کی حقیقت اور اہمیت سے کما حقہ شناسا نہیں ہو پاتے یہی طرز فکر جمود ہے۔

(۲) ہمارا تجدد پسند جدید ذہن علماء کے مذکورہ بالا عمومی رویئے کے رد عمل کے طور پر عصری مسائل کے لئے نام نہاد اجتہاد کرنا چاہتا ہے۔ یہ فکری التباس ہے اور نظریاتی انتشار کے سواء کچھ بھی نہیں لہٰذا اسلامی قانون جدت وقدامت کی اس کشمکش کے باعث جمود و تعطل کا شکار ہوتا چلا جارہا ہے جس طرح علماء کا طبقہ بالعموم جدید تعلیم کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر رہا اسی طرح جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی بالعموم دینی علوم کی تحصیل کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جدید و قدیم علوم کے حامل طبقات کے درمیان موجود اس ذہنی بُعد اور طبعی اختلاف نے امت مسلمہ کو انتہائی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ یہی امر ہر سطح پر دینی فکر اور اس پر تحقیق کے میدان میں جمود کا باعث ہے۔

(۳) تیسری وجہ ہماری نام نہاد اسلامی حکومتیں اور ان کے اہلکار ہیں' جو اپنے اپنے مخصوص مفادات اور غلامانہ ذہنیت کے باعث اس بُعد اور فاصلے کو ختم کرنے کے لئے تعلیمی دنیا میں کوئی موثر انقلابی قدم نہیں اٹھاتے۔ اور اگر جدت وقدامت کے موجودہ تضاد کے ہوتے ہوئے ابھی اسلامی قانون پر طاری جمود کو توڑنے کی کوئی موثر انقلابی اور اجتہادی صورت ہو سکتی ہے تو اس کی راہ میں سیاسی خود غرضیاں حائل ہو جاتی ہیں۔ اگر علمی اور فکری سطح پر بھی اس نوعیت کے جمود اور تعطل کا شکار ہو جائے تو اس کا خاتمہ موثر انداز سے حکمرانوں کی [illegible] اور

Marfat.com

اجتہادی و انقلابی کاوشوں سے ہی ممکن ہوتا ہے کسی محکوم طبقے کی نجی کاوشوں سے نہیں۔ اس لئے یہ ذمہ داری بھی زیادہ تربیت حاکمہ کی ہوتی ہے کہ وہ عمل اجتہاد کو رواں رکھے۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے کارنامے کے دو پہلو ہیں۔

(۱) ایک دور جدید کی مرعوب کن جاہلیت جس کا چہرہ روشن اور اندرون چنگیز سے تاریک تر ہے یعنی مغربی فکر و تمدن اور اس کے ہر شعبہ زندگی پر محققانہ تنقید۔

(۲) دوسرا اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ایک منظم جہادی تحریک کا اجراء۔

یہ جائزہ لینا تو مبصرین اور مورخین کا کام ہے کہ وہ اندازہ کریں کہ ان دونوں ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں قادری صاحب کا پارٹ کس درجے کا ہے۔

اب ذرا ان تفصیلی اجزائے معنی پر ایک سرسری نظر' جن پر قادری صاحب کی دعوت مشتمل ہے۔

(۱) انگریزی سامراج اور دنیا بھر میں مختلف نظریات کی پیدا کردہ فتنہ وفساد کی بلاؤں میں گھرے ہوئے مسلمانوں کو اولیں نکتہ پر سمجھایا ہے کہ خدا کی اس منظم' متوازن سلطنت میں تمام موجودات خدا کے قوانین و حدود کی پابندی کر کے' دوسرے لفظوں میں اس کے سامنے مسلم بن کر کروڑوں برس سے بعد امن وسلامتی برقرار ہیں۔ انسانی دنیا میں تمام خلل اور ظلم اور بگاڑ اس لئے ہے کہ انسان خدا کی عطاکردہ ذراسی آزادی کو مسلم بن کر نہیں باغی بن کر استعمال کرتا ہے۔ اگر ہم زندگی کے لئے امن و سلامتی چاہتے ہوں تو اس کائنات میں مسلم بن کر جینا چاہئے۔

(۲) اسلام' مسیحیت' ہندومت' بدھ مت اور یہودیت کی مانند ایک مذہب نہیں ہے۔ اسلام مکمل نظام زندگی ہے' لہٰذا اس پر وہ تعریف اور تحدیدات اور تنگ تصورات منطبق نہیں ہوتے جو مروجہ مذہب سے متعلق ہیں۔ یہ ہماری کوتاہی ہے کہ خود ہم نے بھی عملاً خدا کے وسیع وہمہ گیر دین کو محدود انفرادی مذہب بنا دیا ہے۔ اب از سر نو اسلام کو ایک دین کی حیثیت سے لے کر ہمیں اٹھنا ہے۔

(۳) دین کا کام کرنے کے لئے وہ غیر شعوری نسبت کافی نہیں جو مسلمانوں کے گھروں میں

Marfat.com

پیدا ہونے کی وجہ سے موجود رہتی ہے بلکہ دین کا مطالعہ کر کے اس کے تقاضوں کو سمجھنا اور ایک شعوری ایمان کے ساتھ اقامت دین کے لئے آگے بڑھنا لازم ہے۔ اقامت دین کا کام کرنے کے لئے ایمان خوابیدہ یا نسلی مسلمانی کافی نہیں بلکہ جاگتے ہوئے شعوری ایمان اور اصلی مسلمانی کی ضرورت ہے۔

(۴) ہم مسلمان محض ایک جامد قوم بن کر رہ گئے ہیں حالانکہ ہمارے لئے قرآن نے ایک بین الاقوامی انقلابی پارٹی کا مقام متعین کیا تھا، جس کا کام یہ تھا کہ وہ انسانوں پر سے انسانوں کی خدائی کو ختم کرنے اور خدا کی حاکمیت و شریعت کو اخلاقی، سیاسی اور تمدنی زندگی کے اس حصے میں نافذ کرنے کی کوشش کرے، جس میں انسانوں کو ایمان و کفر اور طاعت و بغاوت یا خیر و شر اور صلاح و فساد میں انتخاب کرنے کی امتحانی آزادی دی گئی ہے۔

(۵) عبادت صرف ان اذکار اور اعمال کا نام ہی نہیں جنہیں محدود سے لمحات میں مسجد کی حدود کے اندر انجام دیا جاتا ہے، بلکہ مسجد کی چار دیواری سے نکل کر ہم گھروں، دکانوں، کھیتوں بازاروں، کارخانوں، دفتروں، تھانوں، کچہریوں، پارلیمنٹوں، اور مجالس وزارت میں جو کچھ کام کرتے ہیں، وہ اگر خدا کے احکام وحدود کے مطابق ہوں تو سب عبادت کی تعریف میں داخل ہیں۔ اور اگر ان میں ہم خدا سے بے تعلق ہو کر مصروف ہوتے ہیں تو پھر مسجد سے باہر کی ساری زندگی بغاوت کی زندگی ہو جاتی ہے۔ مسجد میں اطاعت اور اس کے باہر بغاوت، یہ ایک ایسا سنگین تضاد ہے جس نے ہماری قوموں کو تباہ کر دیا ہے۔ بڑا بھاری شرک ہے کہ مسجد کا خدا اور مسجد سے باہر کا خدا اور دین الگ الگ ہوں۔ پس دین اور سیاست یا دین اور معاشی یا دین اور دنیا کی وہ تفریق باطل ہے جو بالعموم رائج ہے۔

(۶) ایک شخص کا یہ کہنا کہ وہ مسلمان ہے اور پھر اس کے بعد زندگی کے تمام مسائل اور معاملات میں قرآن و سنت سے کوئی تمسک ہی نہ کرنا، یا قرآن و سنت کے احکام کو منسوخ کہنا، یا ان میں ہیر پھیر کر کے من مانے طریق سے مطلب کی تعبیر کرنا، یا اللہ کا مذاق اڑانا، یا ان کو ناقابل

Marfat.com

عمل قرار دینا یا ان کے بالمقابل دوسرے فلسفوں اور ضابطوں کو ترجیح دینا یہ اس دور زوال کا بہت بڑا تناقض ہے۔ اس تناقض کو رفع کرنے کے لئے یا تو ٹھیک ٹھیک طریق سے انقیاد کا رویہ اختیار کیا جائے یا اگر ایسا رویہ اختیار کرنے میں عقل اور مفاد مانع ہوں تو پھر دھوکے کی منافقانہ رسمی نسبت کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ "لِمَ تقولون مالا تفعلون" کا یہ ایسا سخت تازیانہ تھا کہ بہت سے مسلم الطبع حضرات کی اس سے آنکھیں کھل گئیں اور ان کی زندگیاں اسلام کے سانچے میں ڈھل گئیں۔

(۷) پروفیسر صاحب نے یہ اہم مسئلہ اٹھایا ہے کہ قوموں کی عظمت کی گاڑیوں کو دنیا میں علمی و تحقیقی کاموں کے انجن کھینچتے ہیں

پس ہمیں بھی اگر دور حاضر میں سر اٹھانا ہے تو مغربی علوم کے مقابلے میں اسلامی علوم کو از سر نو تحقیقی بنیادوں پر کھڑا کرنا ہوگا اور فلسفہ ہو یا سائنس' سیاست ہو یا معیشت نیز دیگر مختلف علوم ان کی تشکیل نو اسلامی اصولوں کے مطابق کرنا ہوگی اس دعوت کی آواز اٹھاتے ہوئے پروفیسر صاحب نے ایک طرف ڈیکارٹ' ڈارون مارکس' لینن وغیرہ کے خیالات پر سخت تنقید کی اور دوسری طرف اپنے مثبت فکر کو مضبوط استدلال کے ساتھ ثابت کر رہے ہے۔

Marfat.com

پُرعزم ۔۔۔ زندگی

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی زندگی اس اعتبار سے دلچسپ ہے کہ وہ ایک انسان کی زندگی ہے' کمزوریوں' غلطیوں' اور عظمتوں سے بھرپور۔ تحریکی دوست قادری صاحب کو مجدد سمجھتے ہیں اور مخالفین ایک سیاسی بہروپیا۔ یہ ان کی زندگی کا بڑا المیہ ہے کہ بطور انسان انھیں پہچاننے کی کوشش کوئی نہیں کرتا۔ ایک مذہبی اور سیاسی رہنما کے علاوہ پروفیسر صاحب ایک قابل فخر آدمی ہیں۔ میں آج تک جتنے لوگوں سے ملا ہوں میں نے قادری صاحب جیسا عجیب و غریب انسانی کردار شاید ہی کسی میں پایا ہو۔ ممکن ہے دنیا میں قادری صاحب جیسے یا ان سے بہتر اور بھی بہت سے آدمی ہوں لیکن میں انھیں نہیں جانتا' نہ میں نے ان کے بارے میں سنا ہے' کچھ لوگ بڑے لیڈر ہیں' مصنف ہیں' بہت اچھے دوست ہیں' بااخلاق سیاسی رہنما اور خوش خلق استاد ہیں۔ کچھ اچھے شوہر ہیں اور ایک باپ کی حیثیت سے اپنے فرائض تندہی سے سرانجام دیتے ہیں۔ بعض حضرات قابل تقلید اور نرم مزاج افسر ہیں اور نیک دل آقا۔ لیکن میں صرف ایک ایسے آدمی کو جانتا ہوں جس نے ان تمام فرائض کو یکسانیت کے ساتھ سنبھالنے کی کوشش کی ہے جس کی ظاہری اور گھریلو زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے' اور جس کی عظمت اور نیکی میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ وہ مثالی انسان ہیں۔ توازن اور اعتدال ان کی دو سب سے بڑی خصوصیات ہیں۔ وہ ایک مذہبی رہنما اور عالم دین ہیں لیکن ان کی زندگی قدیم و جدید تہذیبوں کا خوشگوار و حسین امتزاج ہے۔ وہ نہ ایک مغرب زدہ بھٹکے ہوئے انسان ہیں اور نہ ہی روایتی مولانا۔ ایک انسان کی حیثیت سے ان کی زندگی کا یہ پہلو قابل تقلید ہے۔ یہ رائے میری ذاتی نہیں قرار دی جاسکتی۔ کیونکہ کسی نہ کسی حیثیت سے ان کے قریب رہنے والوں کا متفقہ فیصلہ بھی یہی ہے۔ میں جستجو پر اکسایا۔ ایک مولوی جو مولویوں سے قطعی مختلف ہو' ایک لیڈر جو لیڈروں کی محفل میں نمایاں معلوم ہو' ایک پڑوسی جس پر اس کے ہمسائے فخر کریں' ایک باپ جو اپنی اولاد کے لئے آئیڈیل ہو' ایک شوہر جو اپنی بیوی کے لئے مثالی حیثیت رکھتا ہو' ایک حاکم جو اپنے ماتحتوں کی آنکھ کا تارا ہو' یہ تمام خصوصیات پروفیسر صاحب ہی میں پائی جاتی ہیں۔ مشاہیر اور سیاسی لیڈروں کی حیثیت عام طور پر ایک اسٹیج کے ایکٹر کی سی ہوتی ہے جو بہت رکھ رکھاؤ کے ساتھ بعض مخصوص تاثرات اور احساسات کو پیش کرنے کے لئے اسٹیج پر نمودار ہوتا ہے لیکن ان کی حقیقی زندگی سے اس ڈرامائی کردار کو کوئی علاقہ

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ ایک شرابی اور عیاش طبیعت انسان اسٹیج پر ایک غازی' اور پرہیزگار بزرگ کا روپ دھار سکتا ہے۔ اسٹیج کے بعد اس کی نجی زندگی کی حد شروع ہو جاتی ہے جسے نہ آج تک کوئی اہمیت دی گئی اور نہ ہی اسے اہمیت دینا کسی طرح سود مند یا خوشگواری کا باعث ہو سکتا تھا۔ دور سے جو چیزیں چمکدار نظر آتی ہیں' ضروری نہیں کہ وہ سونا' چاندی یا ہیرے جواہرات ہی ہوں۔ لیڈروں کی پرائیویٹ زندگی اور پبلک زندگی دو جھلکیاں ہیں ایک پردہ اٹھنے سے پہلے اور دوسری پردہ اٹھنے کے بعد فی زمانہ یہ اصول تقریباً عالمگیر حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ مسلمانوں کے سرپرست کھلے عام شراب کی مخالفت میں دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں اور قوم کے ساتھ جوا کھیلنے والے بھری مجلسوں میں بھلائی کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ یہی آجکل زمانے کا دستور و چلن ہے۔ پروفیسر صاحب کی زندگی اس رواج کی پابند نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ میں نے ان کی زندگی کے مختلف پہلو اجاگر کرنے کی غرض سے مختلف اشخاص سے ملاقاتیں کیں۔ جنھوں نے بہت قریب سے ان کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سیاسی اور فقہی اور اصولی اختلافات سے قطع نظر قادری صاحب کی عظمت اور انسانیت کے مسئلہ پر سبھی متفق ہیں۔ ایک عجیب و غریب شخص کی یہ عجیب و غریب اور انوکھی زندگی دیکھنے کے بعد مجھے یہ جستجو ہوئی کہ اس انسان کی پیدائش کس اتفاق کا نتیجہ ہے؟ اگر قادری صاحب کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک عام مسلمان بچے کی طرح انہوں نے اپنی زندگی شروع کی۔ ان کے والد گرامی حضرت علامہ ڈاکٹر فریدالدین القادری ایک عالم اور ڈاکٹر بلکہ ولی کامل تھے۔ مذہبی اور روحانی تقاضوں میں زندگی بسر کی۔ مذہب سے بے تعلقی اور مسلمانان ہند کی بے بسی کا احساس انھیں شدت سے ستانے لگا اور انہوں نے کوشش کی کہ قوم کو ایک قیادت فراہم کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے لخت جگر کی مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور ذہنی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ دی اور دیگر علوم کے علاوہ تاریخ اسلام اور ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی تاریخ باتوں باتوں میں کہانیوں کی صورت میں انھیں پڑھا دی۔ پروفیسر صاحب کا رجحان آغاز ہی سے مذہب کی جانب تھا۔ وہ کم عمری میں اپنے والد گرامی کی انگلی پکڑ کر مسجد جاتے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرتے۔ یوں تو وہ پہلے ہی اپنے والد گرامی کے لاڈلے تھے لیکن دین سے اس فطری وابستگی کے باعث والد کی آنکھ کے تارا بن گئے۔ اس طرزِ عمل کا نفسیاتی اثر قادری صاحب پر یہ ہوا کہ آپ اپنے والد کی زیادہ سے زیادہ توجہ اور محبت حاصل کرنے کے لئے لڑکپن ہی سے مذہبی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔

Marfat.com

ایک عام انسان کی زندگی کی طرح پروفیسر صاحب کی زندگی میں بھی انقلابات آئے۔ سمجھدار ہونے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے انہوں نے چلہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن یہ عرصہ زیادہ طویل نہ ہوا' بہت جلد انھیں شیخ الشائخ قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا و مرشدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہو گیا۔ شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت سے احساس ہوگیا اور اپنی غلطی کی اصلاح کر لی۔ ظاہری و باطنی تعلیم و تربیت رنگ لائی۔ ایک تعلیم یافتہ مگر مذہبی باپ کا بیٹا روشن خیال بھی تھا اور مذہب پرست بھی۔ دین اسلام کی پابندی کے قائل ضرور تھے لیکن جاہل اور کم علم ملاؤں کی طرح نہیں۔ زندگی اور اس کی آسائشوں سے لطف اندوز ہونا بھی ایک عبادت ہے۔ اسلام ترک دنیا کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ اسی اصول کے ساتھ پروفیسر صاحب نے اپنے زندگی کا آغاز کیا۔ جب آپ درس نظامی کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایم اے کے سلسلے میں جامعہ پنجاب لاہور میں داخل ہوئے تو برصغیر کے معروف مسلم فلسفی اور مفکر پروفیسر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ جن کے زیر تربیت آپ کے انقلابی فکر کی آبیاری ہوئی۔ چنانچہ آپ نے بطور خاص امام غزالی' مجدد الف ثانی' اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے انقلابی افکار کی طرف متوجہ ہوئے'دور جدید کے راہنماؤں میں سے جمال الدین افغانی' مفتی محمد عبدہ' حسن البناء'علامہ رشید رضا' مولانا عبیداللہ سندھی' سید قطب شہید مولانا سید مودودی'پرویز' وغیرہ ہم کے انقلابی رجحانات اور تحریکات کا مطالعہ کیا۔ غیر مسلم مفکرین اور داعیان انقلاب میں سے کارل مارکس' فریڈرک اینجلز' لینن' سٹالن اور ماؤزے تنگ وغیرہ کی تصانیف کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ ان غیر مسلم اشتراکی داعیان انقلاب کے افکار کے مطالعہ سے آپ پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ ان کی تحریروں میں اپنے افکار اور فلسفہ انقلاب کی نسبت جو خود اعتمادی' عزم کی پختگی'نظریاتی خالصیت اور نتیجہ خیزی کا یقین پایا جاتا ہے'عصر حاضر کے بیشتر اسلامی و داعیان انقلاب کی تحریروں میں وہ بھی نظر نہیں آتا بلکہ اس تقابلی مطالعہ نے آپ کو اس نتیجہ پر پہنچایا کہ آپ نے ملت محمدی کی عظمت و سطوت اور اسلام کی پارینہ شان و شوکت کو بحال کرانے کے لئے عالمی انقلاب کو اپنا مطمح نظر اور مقصد زیست بنایا۔ فکری ارتقاء و نشوونما کے اس سفر میں اعلحضرت فاضل بریلوی اور علامہ اقبال مرحوم کے افکار و خیالات نے آپ کو امت مسلمہ کے دینی وملی تشخص اور اس کے بقا کے لئے نسبت مصطفوی کی پختگی کا درس دیا۔انقلابی زاویہ نگاہ سے قرآن وسنت کا ازسرنو گہرا مطالعہ کیااور قرآن حکیم کاایک منتخب انقلابی

Marfat.com

نصاب تیار کیا۔ اس انداز میں مطالعہ قرآن سے عزائم و بصیرت اور خیالات کو قوی ولولہ اور ایک عالمگیر وسعت نصیب ہوئی جبکہ سنت و سیرت نبوی کے مطالعہ سے احیائے اسلام کی انقلابی جدوجہد کے لئے صحیح اور بے خطا خدوخال و خط و خال سامنے آئے۔ چنانچہ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۷۲ء بمقام دربار غوثیہ شارع الگیلانی کوئٹہ زندگی کو وقف انقلاب کرنے کا حلف قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ مرشدنا و سیدنا حضرت طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی وقدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بصورت بیعت اٹھایا۔ یوں قادری صاحب کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عملاً وقف انقلاب ہو گیا۔ اب یہی ان کی زندگی کا مشن ہے اور یہی مقصد زیست ہے۔ تحریک منہاج القرآن قرآنی فلسفہ انقلاب پر استوار غلبہ دین حق کی بحالی کی تحریک ہے۔ جو روز بروز ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ آپ کی زندگی کسی اچانک یا "فوری اتفاق" کا نتیجہ نہیں ہے' بلکہ ایک خاص ماحول' خاص فضا' اور خاص قسم کی تعلیم و تربیت کے سالہا سال بعد آپ اپنی موجودہ صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ایک ایسے آدمی کی زندگی سے مجھے پیار ہے جسے بطور انسان کوئی برا نہ کہہ سکے جو کسی مقصد کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور جسے اپنے نصب العین کی بلندی کے ساتھ ساتھ یہ بھی یقین ہو کہ وہ اسے حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر پروفیسر صاحب نے تنہا زندگی شروع کی "خیرات اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ آپ نے اس مقولہ پر عمل کیا اور سب سے پہلے اپنی گھریلو زندگی کو اس خاص سانچے میں ڈھالا ہے جو آگے چل کر ایک وسیع کارخانے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ آپ کی سیاست سے مجھے یہاں کوئی بحث نہیں۔ سیاست اور علم اور ادب کے علاوہ آپ کی زندگی سچائی کا نمونہ بھی ہے۔ ایک ایسے شخص کی زندگی میرے لئے دنیا کے چند بہترین ناولوں کے کرداروں سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے جس نے اپنے پھانسی کا حکم خندہ پیشانی سے سنا۔ اور پیشانی پر مطلق بل نہ لایا۔ جس کی تربیت نے نہ صرف اس کے بلکہ اس کے بیوی بچوں کے آنسو بھی خشک کر دیئے۔ بذات خود اچھا بن جانا بہت آسان ہے لیکن دوسروں کو بھی اپنی طرح بنا لینا بے حد مشکل کام ہے۔ آپ نے خوب سوچ سمجھ کر فریضہ دعوت حق اور غلبہ حق کی بحالی کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔ میں اپنے تجربے کی روشنی میں کہنا چاہتا ہوں خود میں قادری صاحب کی شخصیت پر تقریباً پانچ سو صفحات لکھ چکا ہوں اور ابھی کچھ لکھنے باقی ہیں' اس نے مجھے یہی احساس دلایا ہے کہ میرا پروفیسر صاحب کی شخصیت نگاری کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا میرے بس میں نہیں ہے اس کام کے لئے میرے اندر جس درجہ کا جرأت [illegible] ہونا چاہئے' وہ

Marfat.com

شاید موجود نہیں' دراصل قادری صاحب کی شخصیت کی تصویر اتنی پھیلی ہوئی ہے' اور اس کے اتنے درخشاں گوشے سامنے ہیں کہ ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے' پھر سوال صرف اسے پیش کردینے کا نہیں' بلکہ پیش اس طرح کرنا ہے کہ قاری یہ محسوس کرے کہ جیسے اس نے تصویر اپنی آنکھوں سے دیکھ لی پروفیسر صاحب کے اندر ایک داعی حق' ایک مفکر اسلام' ایک خطیب ایک سیاسی قائد' ایک تنظیم کار جیسی خصوصیات بیک وقت جمع ہیں' ان کی شخصیت سیاسی و تاریخی اور علمی وادبی ہر لحاظ سے بے حد اہم ہے' اور پھر اس کے ساتھ حسن کردار کا اجتماع ان کو اپنے دور کی ایک قیمتی شے بنادیتا ہے۔ پروفیسر صاحب کی شخصیت اور سوانح میں بہت ہی غیر معمولی اہمیت کیوں پیدا ہو گئی ہے؟ سچ یہ ہے کہ شہرت کی زرنگار قبائیں دیکھ کر نگاہ کتنے ہی مواقع پر رکی ہوگی' مگر سوائے ناکامی کے ان قباؤں میں انسان کم ہی ملا باقی سب کچھ دیکھا' فرمارواؤں کے ٹھسے دیکھے' ادیبوں کے چمنستان ہائے نگارش دیکھے' شعراء کی زمزمہ سنجیوں سے استفادہ کرنے والوں کو دیکھا' جادو بیان خطیبوں کو عقائد و احکام کی وضاحت کرتے' اور کفروایمان کے فیصلے کرتے دیکھا' مگر کم ہی ایسا ہوا کہ انسانیت کے حسن سے دامن نگاہ بھرا ہو' کیا پوچھتے ہو؟

آدمیت ! تیری تلاش رہی
دیکھے ہیں پردہ ہائے نام بہت

مگر قادری صاحب کے اندر انسان کو موجود پایا اور زندہ پایا۔ اور اسے انسان عظیم پایا۔ قادری صاحب کی عظمت تاریخی لحاظ سے یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ کے دھارے پر بہنے والے انبوہ کثیر کے بالمقابل' دھارے سے لڑنے کا مسلک اختیار کیا ہے۔ بہنے والے وہ بھی ہیں جو پانی پر پر شکوہ تخت بچھائے بہہ رہے ہیں' وہ بھی خوبصورت بجروں میں بہہ رہے ہیں' وہ بھی جو براہ راست موجوں کی آغوش میں جھولے لیتے ہوئے بہہ رہے ہیں۔ اور وہ بھی جو غوطے کھا کھاکر بہہ رہے ہیں' اور یہ بہنے والے ایک ایک کر کے ڈوب بھی رہے ہیں۔ باطل کے اقتدار کے خلاف جو قیمتی عنصر لڑ رہا ہے یا کم سے کم قدم جمائے کھڑا ہے یا کھڑا رہنے کی سعی کر رہا ہے۔ اس کے درمیان قادری صاحب کو ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ کیونکہ وہ وقت کی ہوا کے ساتھ چلنے پر ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی راضی نہیں ہوئے۔ بلکہ برابر ہوا کا رخ بدلنے کے لئے کوشاں ہیں۔ دراصل کسی دینی ملت کی ساری زندگی کشاکش کی زندگی ہوتی ہے کیونکہ اسے ایک واضح عقیدہ اور معینہ ضابطہ کے تحت پورے نظام کو چلانا ہوتا ہے۔ مگر حالات کی ہوائیں موافق ہی نہیں' مخالف ہو کر بھی چلتی

Marfat.com

ہیں۔ مخالف ہواؤں کے چلنے پر سفینہ تمدن کا رخ اپنے اصول نصب العین کی جانب رکھنا ایک کٹھن کام ہے۔ یہی کٹھن فریضہ ملت اسلامیہ نے بخوبی سرانجام دیا، مگر بعد میں بدلتے حالات کا مقابلہ کرنا حقہ جاری نہ رہا مسلمانوں پر ماضی میں ایسے دو بڑے خوفناک دور آئے۔

(۱) ایک عباسی دور

(۲) دوسرا سلطنت مغلیہ میں اکبر کا دور

ان موقعوں پر جو قوت سفینہ ملت کی ناخدائی کر رہی تھی، وہ طوفانی ہواؤں اور موجوں کے سامنے خم کھا گئی۔ اور ان دونوں موقعوں پر طوفانوں سے لڑنے اور نظریہ و اصول کے بحال رکھنے کی سعادت ان مردان کے حصے میں آئی جن کے پاس ایمان علم اور کردار کے سواء کوئی دوسری طاقت نہ تھی۔ اور اب تیسرا سنگین ترین دور دو سو سال سے درپیش ہے جس میں باہر سے فکری، سیاسی، تہذیبی و ثقافتی اثرات کا طوفان خوفناک رفتار سے پورے عالم اسلام میں امڈ رہا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقے اور ان سے اٹھتے ہوئے ارباب قیادت جن پر پاکستان کے بچاؤ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، ذہنی غلامی کے روگ نے ان سے تاب مقاومت سلب کر لی ہے۔ اور وہ خوش آمدید کہتے ہوئے کنجیاں دشمن کے حوالے کر رہے ہیں عالم وہ ہو گیا کہ

مستی سے اس نگاہ کی لے محتسب خبر
دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

یہی وہ خطرناک مرحلہ تھا جس کے لئے قلندر لاہوری نے یہ احساس قوم کو دلانا چاہا تھا کہ تم میدان جنگ میں ہو اور یہ موقع نوائے چنگ سے لطف اندوز ہونے کا نہیں بلکہ اس مرد حر نے "دور حاضر" کے خلاف" اس بھروسے پر اعلان جنگ بھی کر دیا تھا کہ قوم کے نوجوان اس کے اعلان پر صف بستہ ہو جائیں گے۔ آج اگر وہ نغمہ طراز جہاد اٹھ کے دیکھے کہ اس کے شاہین و عقاب کس شان سے پسپا ہوئے ہیں، تو اپنے رجز کو واپس لے کر شاید مرثیہ پڑھنے پر مجبور ہو جائے۔ بہر حال اقبال کے اعلان جنگ کی اپنے اپنے عہد میں لاج رکھنے والوں میں ایک علامہ ڈاکٹر محمد پروفیسر طاہر القادری صاحب بھی ہیں یہ وقت اور حالات کے سانچوں میں خود نہیں ڈھلے بلکہ حالات کو اپنے فکر و عمل کے سانچوں میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ قادری صاحب دگرگوں حالات کے سامنے جھکے نہیں اور نہ ہی اصولوں کو مسخ کیا ہے، بلکہ ان اصولوں کو قائم رکھنے کے لئے اعلان جنگ کیا ہے۔ یہ اپنے فکر و عمل سے ثابت کر رہے ہیں کہ [illegible] کے نظام میں ڈھلے اور اس کے

Marfat.com

حصہ بننے کے لئے نہیں بلکہ کفرستانوں کو گلستان بنانے کے لئے آیا ہے۔ قادری صاحب نے اپنی منزل کا سراغ خود لگایا ہے۔ مصائب و آلام ومشکلات کی چٹانوں اور حوادث کا مقابلہ کر کے اپنا راستہ بھی خود بنایا ہے۔ قادری صاحب اس راستے پر صرف خود نہیں بلکہ زمانے کو لے کر چل رہے ہیں۔ ان کی نظر منزل پر ہے' کارواں سے کون نکلا' کون داخل ہوا اور ساتھ چلنے والے کون سے موڑ پر تھک کر ساتھ چھوڑ گئے' وہ ان اندیشوں سے مستغنی ہیں۔ ۔ وہ الزامات کے خار زاروں' مخالفت کی گھاٹیوں اور حسد و بغض کے بوئے ہوئے کانٹوں کو روندتے ہوئے آگے منزل کی طرف بڑھتے جارہے ہیں۔ انہیں وقت کی بھاری اور کھردری چکی کے پاٹ پیسنے سے عاجز آچکے ہیں۔ قادری صاحب کے اعصاب کی پسلیوں سے اذیت ناک حوادث اور ناخوشگوار واقعات کی بوجھل گاڑیاں مسلسل گذر رہی ہیں مگر چہرے سے مسرتیں تقسیم کر رہے ہیں۔ قادری صاحب کے اندر وہ معرکہ پسند جنون ہے جو ماند نہیں پڑ رہا بلکہ دن بدن پختہ سے پختہ تر ہو رہا ہے۔ قادری صاحب کا عزم بوڑھا نہیں بلکہ اس کی خوشبو اور ولولے بوڑھوں کو جوانی اور مردوں کو زندگی دے رہا ہے' قادری صاحب کی مزاج نفس تلوار بے نیام بن کر باطل کو بھسم کرتی جارہی ہے۔ پرفیسر صاحب کی خطابت سے سرحدوں کی لکیریں تبدیل ہو رہی ہیں اور نوجوانوں کی زندگیوں کے نقشے بدل رہے ہیں۔ ایسے مردان حق روز' روزمائیں نہیں جنتی بلکہ بقول قلندر لاہوری

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

صدیوں کے الٹ پھیر اور افلاک کی ہزاروں گردشوں کے بطن سے ایسا دانائے راز نمودار ہوتا ہے' کہ جس کی سنگ راہ سے ہزار چشمے پھوٹتے ہیں' اس کے نفس شعلہ بار سے لاکھوں آفتاب نکلتے ہیں' اور اس کی آہ شرر فشاں سے زندگی کی ہزاروں تاریکیاں مطلع انوار بنتی ہیں۔ قادری صاحب نے متضاد عناصر' مختلف مزاجوں اور متقابل طبائع کو آپس میں جوڑ کر ان کے اختلاف و تنوع کو وحدت کی لڑیوں میں پرو دیا ہے۔ اور آج معرکہ اسی شخص کے دم سے گرم ہے۔

فیضی ! احسنت ازیں عشق کہ دوراں امروز
گرم دار وز تو ہنگامہ رسوائی را!!

قادری صاحب نے اس کوشش میں پنتالیس سال عمر عزیز کے کھپا دیئے ہیں کہ حالات کے سامنے جھک کر اپنے اصولوں کو مسخ کرنے کے بجائے اصولوں کو قائم رکھنے کے لئے حالات سے برسر پیکار

Marfat.com

ہیں۔ اسلام کو ہم اپنی سہل طلبی کی وجہ سے تاریخ کے تابع نہ کریں' بلکہ تاریخ کو مجبور کر دیں کہ وہ اسلام کے منشاء کے مطابق ڈھلے ان کا مشن یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے مقابل میں اسلامی نظریہ' اسلامی نظام حیات اور اسلامی تہذیب کو برپا کریں۔ یہ درحقیقت اپنی خودی کے تحفظ اور اپنی ہستی کی باز یافت کا پیغام ہے۔ اس پیغام سے اثر پذیر ہونے والوں کا احساس یہی ہو سکتا ہے کہ

بے خودی لے گئی کہاں ہم کو
دیر سے انتظار ہے اپنا

مادیت کے مقابلے میں کھڑے ہونے کے لئے جس ایمان و یقین و شعور کی ضرورت ہے اسے نوجوانوں میں ابھارنے کے لئے انہوں نے ایک عظیم فکری کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ لاکھوں صفحوں پر پھیلا ہوا لٹریچر فراہم کیا ہے۔ تقریر و تحریر میں کتاب وسنت کی حکمت اور علم حاضر دونوں کی روشنی میں تہذیب مغرب کے خلاف اپنا مقدمہ نہایت مدلل طور پر ثابت کیا ہے اور اسلام کی اساسی صداقتوں سے لے کر اس کے اصول و احکام تک ہر چیز کو اس طرح کر دیا ہے کہ اس دور کے عقلیت زدہ ذہن اس کے زیر اثر فکری انقلاب سے دوچار ہو جاتے ہیں اور انہیں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں اپنے گمشدہ ہستی دوبارہ ہاتھ آگئی ہے۔ اور پھر اسلام کو انفرادی مذہب کی حیثیت سے نہیں' بلکہ پوری زندگی کے بہترین نظام عدل کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے اور پوری دنیا میں بے شمار دلوں کو اس کی برتری کے اعتراف پر مجبور کر دیا ہے۔ انہوں نے اس فکر و فلسفہ کو ایک نظام کے طور پر نافذ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور مردانہ وار اٹھایا ہے۔ اس نظام کو عملاً قائم کرنے کی جدوجہد کے لئے نوجوان طاقت کو اٹھا کھڑا کیا ہے' شہروں میں' دیہاتوں میں' تاجروں میں' ملازمین میں' ادیبوں اور صحافیوں میں' طلبہ میں' خواتین میں مزدوروں میں' غرضیکہ ہر طبقے میں ایک فعال طاقت موجود ہو گئی ہے۔ اس معرکہ استدلال میں ایسی بھرپور فتح ان کو حاصل ہو رہی ہے کہ بے اختیار یہ شعر نوک قلم پر آگیا ہے

صمتنا فلم نترک مقالا لصامت
و قلنا فلم نترک مقالا لقائل ۔۔۔

"ہم جب خاموش ہوئے تو کسی خاموش بیٹھنے والے کے لئے کہنے کی کوئی بات باقی نہ رہی' اور جب ہم نے بات کی تو ہم نے کسی بات کرنے والے کے لئے کوئی موضوع نہ چھوڑا۔

Marfat.com

ان کی تقریر و تحریر کی آواز محض پاکستان ہی نہیں بلکہ پچاس ممالک میں گونج رہی ہے۔ اس کے نفوذ کا یہ حال ہے کہ ان کے مخالفین تک کے ذہنوں میں اس کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ ان کے چھیڑے ہوئے مسائل' اس کا طرز فکر اور اس کی اصطلاحات کس گوشے میں موجود نہیں! بار بار اونچے اونچے ایوانوں سے ایسی تقاریر سنی گئی ہیں جن میں ان کا فکر بول رہا ہوتا ہے۔ یعنی

اب وہی سارے زمانے کی ادا ٹھہری ہے

قادری صاحب محض مفکر' محقق' مصنف' ادیب' خطیب حکیم بھی ہوتے تو ان کی عظمت کے قلعے معاصرین کے لئے ناقابل تسخیر تھے۔ لیکن ان کی عظمت اس سے دو قدم آگے ہے' انہوں نے اپنے فکر و فلسفہ اور درد و سوز کو ایک نظام کے طور پر نافذ کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے' اور مردانہ وار اٹھایا ہے گھر یا دفتر یا مدرسہ کی چاردیواری میں بیٹھ کر پڑھنا' پڑھانا اور کتب لکھنا اور لاکھوں کے اجتماعات میں ولولہ انگیز خطاب کر لینا اپنی جگہ جان جوکھوں کا کام سہی' مگر دس مختلف خاندان' زبان اور نسل کے لوگوں کو جمع کر کے اپنا ہمنوا بنا لینا اس سے کہیں مشکل عمل ہے۔ انہوں نے قوم کو پکارا' لبیک کہنے والوں کو جمع کیا' ان کو نظم میں پرویا ان کی تربیت کی' نصب العین کے لئے ان کو وقت' قوائی اور مال کی قربانی دینے کا درس دیا' ان کو سیاسی و عمرانی مسائل کا گہرا شعور دیا ہے ان کو مفاد کی کشمکش سے بے نیاز رہ کر زندگیوں کو انسانی اور ملکی خدمات کے لئے وقف رکھنے کا جذبہ دیا ہے پھر اس بہم شدہ قوت کے بل پر ایک طرف اتحاد پسند' کیمونسٹ' مغرب پرست اور جاہ طلب عناصر کی مزاحمت نظریاتی اور سیاسی میدانوں میں جاری کر رکھی ہے دوسری طرف عوام ملک کو اسلامی نظام کے لئے تیار کرنے کی مہم چلائی ہے۔ اخلاقی بگاڑ و فساد کا مقابلہ کرنے کے لئے تحریک منہاج القرآن کی تاسیس کی

(۱) ادارہ منہاج القرآن (۲) عوامی یوتھ لیگ' (۳) منہاج القرآن ویمن لیگ' (۴) مصطفوی سٹوڈنٹ موومنٹ' (۵) پاکستان عوامی تحریک۔

قوم میں تعلیمی و فکری انقلاب کے لئے سینکڑوں تعلیمی مراکز قائم کئے جاچکے ہیں۔ وقت کے مسائل

Marfat.com

سے جمہور کو آگاہ رکھنے کے لیے سلجھے ہوئے خطیبوں اور مقرروں کی ایک بہت بڑی ٹیم میدان میں اتاری ہے غریب طبقوں کو بیماریوں سے بچانے اور مہنگے علاج معالجے سے بچانے کے لئے منہاج القرآن ویلفیئر سوسائیز قائم کی ہیں۔ خواتین میں دینی اخلاقیات، اسلامی مسائل کا شعور اور جدوجہد جذبہ پھیلانے کے لئے ان کی تنظیم کی۔ نوجوان طلبہ کو الحاد اور مغربیت کا متبادل تعلیمی دائروں میں کرنے کے لئے خطوط کار بہم پہنچائے اور ان کو رہنمائی اور تربیت دی شعرو ادب و صحافت کی دنیا میں اسلامی قدروں کے مشعل بردار کھڑے کیئے ہیں۔ غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں تعمیر نو کے لئے ایک حرکت پیدا کر دی ہے۔ آج اتنی رفیع الشان دینی و قومی خدمات کو انجام دینے والی مشین نصب ہو چکی ہے اور اس کے پرزے حرکت کر رہے ہیں۔ قادری صاحب کے فکر و عمل کے بیج اطراف و اکناف عالم میں اگ کر ماحول کو خیابان بنا رہے ہیں۔ انہوں نے ریزہ ریزہ امت اور ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرے ہوئے انسانوں کو پھر سے درس اتحاد دیا ہے۔ ان کے دم قدم سے ہزاروں غافل اب اشک سحر گاہی سے وضو کرتے ہیں۔ انہوں نے مادیت نفسانیت اور حیوانیت کے بڑھتے ہوئے تہذیبی طوفان کے سامنے عشق رسالتماب کی سیسہ پلائی ہوئی زریں دیوار کھڑی کر دی ہے۔ دلوں کی ویران بستیوں میں محبت الٰہی اور عشق رسول کے سدا بہار گلستان اگا دیئے ہیں۔ ان کے وجود سے مستنیر کرنوں نے ملک کے کونے کونے میں علم کے چراغ جلانے شروع کر دیئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے عہد کی قیادت کا وہ ہندسہ ہیں جن نے لاکھوں بے سمت لوگ منزل آشنا ہو کر مقصد حیات پا رہے ہیں۔ یہ اپنے عہد کی شناخت اور تاریخ کا محور ہیں۔ بدقسمتی سے ان کو نہایت گھٹیا حریفوں سے سابقہ پڑا ہے کہ جنہوں نے شیطان یا فرشتہ، خوابوں کا شہزادہ کے عنوانات سے گالیوں، پھبتیوں، الزام تراشیوں اور تکفیر و تفسیق سے کیا ہے اور پھر ان کی معاصر دنیا ہم مسلک ہم مشرب ہونے کے باوجود بھی ہمیشہ کی طرح ان کی عظمتوں کو تسلیم کرنے میں بڑی تنگ دل واقع ہوئی ہے۔ بیشتر شخصیات اپنے محدود دائروں اور اپنے اردگرد کی خطرناک دیواروں کے حصار میں رہتے ہوئے اپنے مرد قلندر کو پھلتا پھولتا اور مقبول عام ہوتا ہوا دیکھ کر

اندر ہی اندر جل بھن جاتی ہیں۔ ان کے اندر کا ابلیس اکڑ کر "ہمچو دیگرے نیست" کا نعرہ لگواتا ہے۔ مخاصمت و عداوت و حسد کی بناء پر انہوں نے بیگانوں کی طرح فتوے بھی صادر فرمائے ہیں۔ یہ تو مخالفت برائے مخالفت کرنے والوں کا حال ہے۔ کچھ اسی طرح اپنے دیوانوں نے بھی محبت و عقیدت کے من گھڑت تصورات کی بناء پر ان کی عظمتوں کو داغدار کرنا شروع کر رکھا ہے۔ کہ جس کا نقصان پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ میرے نزدیک ان کے ساتھ حمایت و مخالفت کی حدود افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ پس جب کسی شخص یا جماعت و تحریک کی حمایت و مخالفت میں نفسانیت شامل ہو جاتی ہے، تو حمایت اپنی حدود پر قائم رہتی ہے نہ مخالفت بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جس شخص کی حمایت کرنی ہو اسے سراپا بے داغ اور جس کی مخالفت کرنی ہو اسے سراپا سیاہ کار ثابت کرنے سے کم پر بات نہیں ہوتی۔

آج کل حمایت و مخالفت میں اس قسم کے مظاہرے عام ہو چکے ہیں' بلکہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص جس زمانے میں منظور نظر ہوا تو اس کی ساری غلطیوں پر پردہ ڈال کر اسے معصومیت کے مقام پر فائز کر دیا اور جب وہی شخص کسی وجہ سے زیر عتاب آگیا تو اس کی ساری خوبیاں ملیامیٹ ہو گئیں اور اس میں ناقابل اصلاح کیڑے پڑ گئے۔ ان کے ساتھ یہی کچھ ہو رہا ہے بہر حال انہوں نے فکری جمود کو پاش پاش کیا ہے علم و فکر واستدلال کی نئی راہیں کھولی ہیں' اختلاف و تنقید کا دروازہ خود کھولا ہے اور اس کے حدود دائرے بھی متعین کئے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی اختلاف و تنقید کا حق دیا ہے اور خود عملی تشریح کی ہے کہ سوچ عملاً یہ ہونی چاہیے کہ حتمیت و قطعیت کے فیصلہ کا حق ہر باب میں اللہ اور اس کے رسول کو حاصل ہے اور اس کے بعد اجماع کا مقام ہے۔ انسان خطاؤں کا پتلا ہے' اس حیثیت سے بہر حال یہ امکان رہتا ہے کہ اس میں غلطی و کوتاہی ہو سکتی ہے۔ بندہ ناچیز نے ان کے افکار و نظریات کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا ہے کہ جس کے عنوانات کی فہرست عروج و زوال کے نام سے متعارف ہو چکی ہے بعض مسائل میں جن سے بندہ ناچیز کو اختلاف ہے ان کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ نبھانے کی کوشش کی ہے۔

Marfat.com

بہر حال معرکہ علم و استدلال، تعقل و تدبر و تفکر کا جہان بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہاں اختلاف کا ہونا لابدی ہے امید قوی ہے کہ میرے بعض کرم فرما میری ان معروضات و گذارشات پر حجازی صاحب جیسا حوصلہ رکھتے ہوئے برداشت کریں گے اور علم و استدلال پر حقائق کو پرکھیں گے کہتے ہیں کہ پاکستان میں معاشی بحران ہے۔ تعلیم کا فقدان ہے۔ اور دوسری طرف آدمیوں کی بہتات ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں سب سے خوفناک آدمیوں ہی کا توڑا ہے۔ کوئی قوم اگر آدمیوں کے قحط سے دوچار نہ ہو تو اور ہر چیز کی کمی وہ پوری کرلی جاتی ہے بلاشبہ مردوزن کا بے پناہ ہجوم یا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے' جو پاکستان کے حصے میں آیا ہے۔ دس کروڑ نفوس! ان میں وزیر بھی ہیں' لیڈر بھی ہیں' مشائخ بھی ہیں علما اور دانشور بھی ہیں' صحافی بھی ہیں' ادیب اور اہل فن بھی ہیں' تاجر اور صناع بھی ہیں' سپاہی اور سپہ گر بھی ہیں' لیکن انسان بہت ہی کم ہیں "بڑے آدمی" ہماری قسمت میں بہت لکھے گئے ہیں' لیکن "آدمی" ہمارے پاس نہیں ہیں" آج بھی ہمارے شہر زندگی کے گرد پیر رومی کا "شیخ" چراغ ہاتھ میں لئے سرگرداں ہے اور الاپ رہا ہے "کہ انسانم آرزوست" ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہاں روایتی مردم شماری کا ریکارڈ کئی اونٹوں کا بوجھ ہو' لیکن اگر ہم اپنے ہاں کے ہرذی عقل "معاشی حیوان" کو محض بہ طور مروت انسان کہنا چھوڑ دیں تو پھر شاید مردم شماری کا سارا اندراج چاول کے ایک دانے پر ہو سکے گا یہ آپ نے سنا ہو گا کہ ماہر فن خطاط چاول کے دانے پر پوری سورہ یسین لکھ دکھاتے ہیں؛ ہمیں آدمی بننے کے لئے ابھی ارتقاء کی بڑی لمبی اور کٹھن راہ طے کرنی ہے۔

"آدمی" گوشت اور ہڈی کے اس بولتے اور چلتے پھرتے ڈھانچے کو نہیں کہتے

آدمی گوشت پوست اور ہڈیوں کے اس بولتے' چلتے پھرتے ڈھانچے کا نام نہیں ہے کہ جس پر چند اندرونی خواہشات سوار ہوں' بلکہ آدمی نام ہے ضمیر اور احساس کا۔ آدمی نام ہے اصول اور ایمان کا۔ آدمی نام ہے سیرت اور اخلاق کا۔ اور یہ اخلاق [illegible]

مقام رکھتی ہے۔ سب سے پہلے آپ نے "نظام مصطفیٰ ایک ایمان افروز اصطلاح" معرکہ آراء کتاب لکھی۔ جس میں آپ نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین صرف اسلام ہی ہے۔ نظام مصطفیٰ کی اصطلاح کے متعلق شرح و بسط کے ساتھ لکھا کہ یہ اصطلاح شرعاً جائز ہے۔ اس سے نہ تو شخصیت پرستی کا میلان جنم لیتا ہے اور نہ عقیدہ توحید کی خالصیت مجروح ہوتی ہے۔ بلکہ نسبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحقق نہ صرف تمام باطل میلانات کا قاطع ہے بلکہ خود دین حق میں عقیدہ توحید کے اخلاص کا ضامن بھی ہے۔

لفظ اسلام خود بھی ایک کامل اصطلاح ہے لیکن نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کے معنی و مفہوم کا مکمل تعین و تشخص ہے۔ اسلام کو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ مصلحت یہ ہے کہ اس سے دین کامل اسلام کے تمام مابہ الامتیاز خصائص اجاگر ہو جاتے ہیں۔ اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان نمایاں طور پر حد فاصل قائم ہو جاتی ہے اور یہ نسبت مصطفوی جو درحقیقت خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آئینہ دار ہے۔ تمام غیر مسلم مفکرین کی نظریاتی قیادتوں کی حتمیت کے تصور کو حرف غلط کی طرح مٹا دیتی ہے اور مسلمانوں کے دل و دماغ پر قیادت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قطعیت کا نقش ابد تک کیلئے مرتسم کر دیتی ہے۔

بہر حال! پروفیسر صاحب نے اس موضوع پر جملہ شکوک و شبہات اور اعتراضات کا ایسا تسلی بخش جواب دیا کہ سب بادل چھٹ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے بردبار اور سنجیدہ اور عقل مند حضرات نے ان کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا اور لاہور میں ادارہ منہاج القرآن کی بنیاد رکھ دی اور علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کو تاحیات سرپرست اعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔ اس کے بعد آپ جس انداز اور طرز پر تحریک کی سرپرستی کی ذمہ داریوں کو نبھا رہے ہیں' وہ یقینی طور پر قابل رشک ہیں' اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہیں' یہاں پر چند گذارشات اسی موضوع پر پیش کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں اپنے ہی چند مشاہدات کو بطور

Marfat.com

دلیل قارئین کے گوش گذار کی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور دین اسلام کو جس عدیم المثال جرأت دیانت بے خوفی بے خطر ہمت [illegible] استقلال صبر یکسوئی اطمینان محبت و الفت رحمت و شفقت دردمندی اور منکسر المزاجی کے جذبات سے بھرپور انداز سے عوام الناس کے سامنے پیش کیا پروفیسر صاحب نے خوب سوچ سمجھ کر اسی راستہ کو اختیار کیا ہے۔ آپ نے معمولی سے قافلہ کے ساتھ، بے سروسامانی کی حالت میں اس منزل کی طرف سفر کا آغاز کیا۔ آپ نے جرأت رندانہ کے ساتھ بڑے بڑے بتوں کو للکارا ہے اور ان پر بھرپور تنقید کی ہے۔ آپ نے قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ حقائق اور منطقی باتوں کا اظہار پیش کیا ہے، اور بلا جھجک اور بلا خوف اختلافی نقطہ نظر کو دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس کے جواب میں گالیوں، بہتان تراشیوں، الزام بازیوں کا کھیل کھیلا گیا جو ہنوز جاری ہے، کوئی کہتا ہے کہ مجدد بننا چاہتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ ایک نیا فرقہ بنانا چاہتا ہے، غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ بعض ظالم لوگ بلا ثبوت ایرانی ایجنٹ اور ایرانی ایجنسی کی تہمت لگاتے ہیں لیکن کوئی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ یہ شخص جھوٹ بولتا ہے، بددیانت ہے، لالچی ہے یا کسی کا مال کھا گیا ہے یا اس نے کسی کے ساتھ دھوکہ کیا ہے؟ کسی کے ساتھ ظلم کیا ہے یا اقتدار کے لئے کسی کے ساتھ سودا بازی کی ہے؟ متذکرہ بالا تمام چیزیں ثابت کرنے کی ناکام کوشش ضرور کی گئی ہیں، لیکن حاسدین کو منہ کی کھانا پڑی ہے۔ یہ مرد مجاہد کسوٹی پر کھرا ہوتا ثابت ہوا ہے۔ ان تمام اختلافات، الزامات اور خرافات سے بالکل پاک و صاف ہے۔ آپ نے طاغوت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی ہے؛ کوئی ظالم سرمایہ داری کا علمبردار، صنعت کار، جاگیردار اور وڈیرا اپنی جھوٹی طاقت کے نشے میں آپ کا بال بیکا نہیں کر سکا اور انشاء اللہ نہ کر سکے گا۔ جب بھی ملک و قوم کو کوئی خطرہ درپیش ہو تو سینہ سپر ہو کر آپ سب سے اگلی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ بزدلی اور ضعف کی کوئی علامت آپ کی روزمرہ کی کارکردگی میں نمو نہیں پا سکی ہے۔ آپ قول [illegible] ہیں۔ آپ نے اپنے مال و جان کی پونجی دین کی سربلندی کے لئے داؤ پر لگا دی ہے۔ آپ کی زندگی کے [illegible]

Marfat.com

سالار نہیں ہیں' بلکہ آپ کے رفقاء غریب و متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہیں بڑے جان نثار۔ انھوں نے اپنی زندگیاں چوبیس گھنٹوں کے لئے اس راہ میں وقف کر رکھی ہیں۔ ان میں پروفیسر محمد رفیق' علامہ علی اکبر قادری' حاجی غلام مصطفیٰ قادری' حاجی محمد سلیم قادری' علامہ محمد نواز ظفر' شیخ الحدیث محمد معراج الاسلام' مرزا حاجی نذیر احمد' مفتی عبداللطیف قادری' مولانا محمد علی نقشبندی صاحب ہیں تو ریاض حسین چوہدری' اور مولانا محمد صادق قریشی بھی ہیں۔ اسی قافلہ میں علامہ محمد انور قریشی صاحب جیسے درویش صفت انسان بھی ہیں' ایسے مرد قلندر صفت جان نثار بھی ہیں جو مرشد کے ساتھ مریدی کا حق ادا کرنے میں باکمال ہیں۔

یہ رفقاء اپنی رفاقت کا حق درجہ کمال تک ادا کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان میں سے ایک ایک کی زندگی استقلال وثبات اور قربانیوں کی داستان سے لبریز ہے۔ یہ سب کچھ تحریک منہاج القرآن اور غلبہ حق کی بحالی کی راہ میں اسی اسوہ حسنہ کی پیروی کا ثبوت اور اعجاز ہے۔ جو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہماری راہنمائی کے لئے پیش فرمایا تھا۔ کہیں اس راہ کا مسافر وکالت چھوڑ کر مصطفوی انقلاب کے لئے وقف ہو جاتا ہے' کوئی اصحاب صفہ کی تقلید میں مرشد کے ساتھ ہی ڈیرا ڈال دیتا ہے' کوئی ملازمت سے دستکش ہو کر لٹریچر فروخت کر کے دو وقت کی روٹی کما لینے پر ہی قانع ہے۔ ان میں جان قربان کر دینے والے بھی ہیں' جیلوں میں جانے والے' اور فاقہ کشی کرنے والے بھی ہیں' لیکن ان کے دماغ میں ایک ہی سودا سمایا ہوا ہے کہ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" اس گئے گزرے زمانے میں بھی علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے ہم لوگوں پر کیسا اثر کر دیا ہے؟ مجھے پاکستان عوامی تحریک سے دور سیاست کی باتیں خوب یاد ہیں ایک سیاستدان نے اپنے کارکنوں کو بریفنگ کے دوران اپنے اعلیٰ عہدہ داروں کو بڑی وضاحت سے بتا رہا تھا' کہ قادری سخت خطرناک آدمی ہے' دوسرے مولویوں سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے' ان سے ہم نبٹ سکتے ہیں' میں نے قادری کی تقریریں سنی ہیں' وہ فوراً اثر کرتی ہیں اس لئے اس سے اور اس کے خطابات سے بچنا چاہیے۔

Marfat.com

اس کا تذکرہ جب پروفیسر صاحب سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ "بھی صاحب" غلو کرتے ہیں' اگر انہوں نے میری باتیں غور سے سنی ہوتیں تو ایسی بات نہ کرتے' یعنی وہ خود متاثر ہو جاتا' یہی دعوت کا کمال یہی تو ہے وہ لوگ جو اس راہ میں استقامت نہ دکھا سکے' انہوں نے خود غلو کا رویہ اختیار کیا پھر خود ہی نفرت کے بیج بونے لگے اور الگ ہو گئے' جو بات حضور کی ذات میں ہے وہ کسی اور میں نہیں۔ غلو کرنے والے تاویر کسی بھی شخصیت کے ساتھ نہیں چلا کرتے' اور ان کو وہ مقام بھی نہیں ملا کرتا جو راہ حق میں قربانیاں دینے والوں اور استقامت دکھانے والوں کو ملتا ہے ان کو حسنات دنیا بھی ملتی ہے اور حسنات آخرت بھی۔ پروفیسر صاحب اور ان کے رفقا کی منزل کی صداقت کا یہ کھلا ہوا ثبوت ہے۔ پھر آپ کا اپنے رفقاء کار سے دلی لگاؤ اور محبت کا رشتہ بھی اسی بات کی محکم شہادت ہے کہ تحریک منہاج القرآن کی دعوت اسوہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی میں جاری وساری ہے میں نے پروفیسر صاحب کو قریب سے دیکھا ہے اور جو کچھ دیکھا ہے' اس سے میرے ذہن میں ایک داعی حق کی یہ تصویر مرتب ہوئی کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں ہے۔ کوئی طاقت آپ کو مقصد حیات سے دست بردار نہیں کر سکتی۔ کوئی لالچ اتنی وقعت بھی نہیں رکھتا کہ وہ آنکھ اٹھا کر آپ کی طرف دیکھے۔ آپ سوچ سمجھ کر اپنا راستہ متعین کرتے ہیں اور پھر پورے اطمینان اور پوری یکسوئی کے ساتھ اسے اختیار کرتے ہیں۔ پھر آپ میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بڑا خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے' آپ بندوں سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف بندوں کی بھلائی کے لئے دیکھتے ہیں۔ اپنے ساتھ چلنے والوں کو آپ اپنا خاندان سمجھتے ہیں۔ اس امر پر آپ کی رفیقہ حیات محترمہ رفعت جبیں قادری صاحبہ کا انٹرویو ایک گواہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اپنے رفقاء کے خیرخواہ ہیں۔ خطرات میں آپ ان کے درمیان ہوتے ہیں۔ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ اور رفقاء آپ کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ پھر راستے کی مشکلات کو حکمت و بصیرت سے دور کرتے ہیں۔ آپ کے

Marfat.com

شب و روز تحریک کے لئے ہیں' آپ کی زندگی آپ کی دعوت سے عبارت ہے۔ آپ سوچتے ہیں تو اپنے مقصد حیات کے لئے اور قدم اٹھاتے ہیں تو اسی نصب العین کے تقاضے پورے کرنے کے لئے ایسے انسان کی پوری زندگی عبادت بن جاتی ہے۔ یہی وہ جہاد ہے' کہ جس کی تیاری کیلئے نماز' روزہ' زکوۃ اور حج فرض کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالی نے فضل فرمایا کہ مجھے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ایک عاجز انسان کو آپ سے استفادہ کرنے اور اس طرح بہت کچھ براہ راست حاصل کرنے اور بہت کچھ دیکھنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے یوں میں نے آپ کا اخلاق دیکھا' کردار دیکھا' بصیرت دیکھی' یکسوئی دیکھی یک رنگی دیکھی' علم و عمل اور فکر و دانش دیکھے' اور دیکھا کہ قرآن و سنت کو اپنا رہنما بنا کر چلے تو انسان خدا کے کس قدر قریب ہوتا ہے آپ کی دعوت اور جدوجہد اس کے سواء کچھ نہیں ہے کہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات پانے کے لئے قرآن و سنت کے پیغام کو حرزجان بنا لیا جائے اور اس پر نہ صرف عمل کیاجائے بلکہ دوسروں کو عمل کی دعوت بھی دی جائے۔

آپ کا ذوق لطیف اور نفیس ہے بلکہ اپنی مثال آپ ہے' شفاف لباس' صاف ستھرا دفتر' صاف ستھری کتابیں' اور شیریں زبان' صاف ستھرے' نکھرے اور ترشے ہوئے الفاظ' نفیس اور مقصدیت سے لبریز تقریر و تحریر' زندگی بھی یکسو' طرز زندگی بھی ابہام سے پاک' ایک ایک قدم شخصیت کے ساتھ ساتھ نصب العین کا بھی نمائندہ' گفتگو اور انداز ایسا کہ الجھے ہوئے راہ پا لیتے ہیں۔ پژمردہ اٹھتے ہیں' متشکر جسم واپس جاتے ہیں' آپ مروجہ معانی میں صرف ایک لیڈر ہی نہیں ہیں اور نہ عام مفہوم میں ایک عالم دین ہیں بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں قرآن وسنت سے رہنمائی لینے دینے والے ایک ایسے رہنما ہیں' جن کی رائے اصابت' مشورے کے خلوص اور نقطہ نظر کی صحت پر ایک دنیا کو اعتماد ہے۔ کوئی معاملہ ہو' کوئی پیچیدگی ہو' نگاہیں آپ کی جانب اٹھتی ہیں۔ پروفیسر صاحب اسلام کے مذہبی' اخلاقی' معاشی' معاشرتی' سیاسی پہلوؤں پر سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ قرآن' حدیث' فقہ کے ساتھ ساتھ عمرانی مسائل' فلسفہ' سائنس' معاشیات' اور علم

Marfat.com

روایات کے محترم علم تک آپ نے اپنی [illegible] [illegible]

[illegible]

بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے لاکھوں مسلمانوں کو اپنی حرارت ایمانی سے گرمایا ہے اور ان کے دلوں میں حقیقی اسلامی نصب العین مصطفوی انقلاب، رضائے الٰہی اور نجات اخروی کے حصول کی تڑپ پیدا کردی ہے۔

آپ کے افکار کا اثر زندگی اور ادب کے ہر شعبے میں صاف محسوس ہوتا ہے۔ آپ کے پر زور دلائل کے سامنے تہذیب حاضر کے افکار کی پرشکوہ عمارت زمین بوس ہو گئی ہے۔ آپ کے افکار نے مسلم نوجوانوں کے سینوں میں عزائم کو بیدار کر دیا ہے اور عالم اسلام کے کروڑوں ذہنوں کو نہ صرف جلا بخشی ہے، بلکہ عمل اور انقلاب کے لئے اٹھا کھڑا کیا ہے۔ آپ نے جدید انداز کی ایک سائنٹیفک، مذہبی اور سیاسی تحریک بنا کر اسے ایسا اعلیٰ نظم و ضبط اور عمدہ تربیت دی ہے کہ اس سے ایک عام مسلمان کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی امید ہو چلی ہے اور مخالفین اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہمیشہ ہی تلملاتے دیکھے گئے ہیں۔ موجودہ زمانے میں آپ مسلمانوں کی سب سے بڑی آرزو یعنی تعمیر سیاست اور اتحاد عالم اسلامی کی علامت ہیں۔ حق گوئی و بے باکی ہمیشہ آئین جواں مرداں رہا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے کہ بڑے سے بڑے کٹر مخالف بھی اس خوبی کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے اسی لئے آپ کے ایک ناقد نے لکھا "علامہ طاہر القادری صاحب کی جرأت گفتار، اور جرأت کردار کا تو کیا کہنا اس معاملے میں تو شاید ہی کوئی دینی و سیاسی شخصیت ان کے مقابلے میں لائی جا سکے۔" مجھے بارہا آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف نصیب ہوا ہے آپ کی تحت اللفظ قرأت میں بھی لحن کی ایک خاص جادو اثر کیفیت ہے ایسے لگتا ہے جیسے آپ خدا کے حضور میں عجز و انکسار سے سرخم کئے التجا کر رہے ہیں جہنم کی ہولناکیوں کا ذکر کر کے ہیبت الٰہی محسوس کر رہے ہیں اور متقین کے لئے جنت کی نعمتوں کے ذکر پر آپ کا دل آرزوؤں کا گہوارہ بن گیا ہے انتہائی عاجزی سے آپ [illegible] [illegible] کلام ربانی کو احکام کے اسلوب میں ادا کرتے ہیں [illegible]

کیطرح ہے کہ وادی کوہ کے بیچ و خم سے گذرتی ہوئی خروش پیدا کرتی ہے اور وادی کی وسعتوں میں آکر ایک مدھر نغمے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایک تو کلام الٰہی کی شان جلال ہے۔ دوسرے الفاظ کی ادائیگی کا اسلوب جمال ہے۔ مقتدیوں کے کانوں میں گویا ملکوتی نغمے کا رس گھولا جارہا ہے سارا عالم گوش بر آواز ہے جو فردوس گوش ہونے کے ساتھ ساتھ دلوں کو بھی نور وایقان کے کیف سے معمور کر رہی ہے۔ مقتدی یوں محسوس کر رہے ہیں گویا قرآن کے معانی ان کے دلوں پر القا ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہے۔ جس رمضان المبارک میں آپ پر حملہ ہوا اور آپ کی زندگی کا چراغ گل کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تو آپ نے ستائیویں رمضان المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!!

"زندگی اور موت کے فیصلے زمین پر نہیں آسمان پر ہوتے ہیں اگر وہاں میری موت کا فیصلہ ہو چکا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے موت سے نہیں بچا سکتی اور اگر وہاں سے میری موت کا فیصلہ نہیں ہوا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی"

اجتہادی بصیرت

یہ خداوند تعالیٰ کا پروفیسر صاحب پر خاص فضل وکرم ہے کہ آپ نے تفسیر' حدیث' فقہ' عربی ادب' منطق' فلسفہ' اور دیگر علوم اسلامی کو مقصود بالذات کے طور پر نہیں بلکہ اس طرح پڑھا ہے کہ یہ دین حق کے مکمل و مربوط نظام کے اہم اجزاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے فروعی مسائل پر بھی بات کرتے ہوئے اس نظام حیات اور اس کی وحدت پر نظر رکھتے ہیں اور بات کی کنہ تک پہنچ جاتے ہیں اور زندگی کا کیسا ہی اَدَق' ٹیڑھا' شاذ اور انوکھا مسئلہ ہو آپ اسلام کی صراط مستقیم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے سائل کو متوازن اور مدلل جواب سے مطمئن کر دیتے ہیں۔ دوسری بات جو آپ کو ہمارے عام علما میں ممتاز کرتی ہے وہ آپ کا عام فہم سلیس اور دلنشیں سادہ رنگیں اسلوب بیان ہے' جو ہوش و خرد اور قلب و نظر کو شکار کرتا ہے۔ اردو زبان انیسویں صدی کے وسط تک لشکر سے نکل کر دربار میں کرسی پا چکی تھی بلکہ اسی کا سکہ چلتا تھا اور غالب جیسے نابغہ روزگار

Marfat.com

لوگوں کے طفیل زبان کی تمام نزاکتوں اور لطافتوں کی حامل [illegible] علامہ اقبال مرحوم نے اس زبان کو فلسفہ، منطق، ابلغ مسائل اور الہیات کے اظہار میں استعمال کر کے اس کے حسن میں چار چاند لگا دیئے اور آہنگ سے معمور، پر شکوہ اور پر جلال بیان سے اس زبان کو کمال رفعت کر دیا۔ اردو زبان کے اس عروج کے باوجود ہمارے کچھ علماء حضرات تفسیر و ترجمہ و تعلیم کے لئے ایسی غیر مانوس، بے ربط فقروں والی خشک اردو لکھتے رہے ہیں، جس میں عربی الفاظ اور دقیق فقہی اصطلاحات ۹۵ فی صد ہوتی ہیں یہ انداز بیان علما اور عوام کے درمیان اجنبیت کی ایک غیر مرئی دیوار کھڑی کر دیتا ہے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اس دیوار کو ختم کر دیا ہے دراصل آپ بھی اقبال مرحوم کی طرح داعی اور پیامبر ہیں اور آپ اپنا پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں اس لئے آپ کے انداز بیان میں جاذبیت، اپنائیت، جذبہ کی فراوانی، اور من موہنے کا سلیقہ ہے۔ آپ نے عوام سے اس زبان میں خطاب کیا ہے جسے پڑھے لکھے اور ان پڑھ عوام سمجھ سکتے ہیں اور چند لوگ حظ اٹھا سکتے ہیں اسی طرح آپ نے فلسفہ، افکار عالیہ اور علوم اسلامیہ کی Humanization کی ہے۔ اسے علماء کے محدود طبقہ کے بجائے عوام کے وسیع تر حلقہ میں پھیلا رہے ہیں لیکن یہاں بھی آپ نے اپنی عظمت کو برقرار رکھا ہے۔ آپ کی زبان میں ابتذال یا عامیانہ پن نہیں ہے۔ آپ کا عوامی اسلوب بیان بھی ایسا اجلا نکھرا ہوا ہے جیسے آب زمزم سے دھلا ہو۔ ایک تو آپ نے تن تنہا اتنا وسیع اور ہمہ گیر تقریر و تحریر کی صورت میں لٹریچر پیدا کر دیا ہے کہ عمیق علمی اور دقیق فلسفیانہ مباحث حل ہو گئے ہیں۔ آپ نے دین اسلام کا ایک کلی نظام کے مطالعہ کیا ہے، اس کیساتھ ساتھ قدرت نے آپ کو اجتہادی بصیرت سے نوازا ہے جو آپ کو منفرد و ممتاز کرتی ہے اس کے شواہد کثرت سے ہیں۔ "فتنہ تکفیر، لباس، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، اعضاء انسانی کی پیوندی کاری، ضبط تولید، قسطوں پر خرید و فروخت، اسلامی بنکاری، سود کا متبادل نظام، عورت کی سربراہی، وغیرہ ہم پڑھیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی رائے کتنی صائب اور صحیح ہے۔ جدید سیاسی و اقتصادی

Marfat.com

و عمرانی مسائل پر آپ کی رائے آپ کی اجتہادی بصیرت کا ٹھوس ثبوت ہے۔ پروفیسر صاحب اس وقت عنفوان شباب میں تھے جب آپ کی علمیت خلوص اور تحقیق و اجتہاد پر علماء نے اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ البتہ بعض مسائل میں آپ کی آراء سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن آپ کی اجتہادی بصیرت کا انکار ممکن نہیں ہے۔

Marfat.com

میری آئیڈیل شخصیت

میری پسندیدہ و محبوب و آئیڈیل شخصیت اس اقلیت کا ایک فرد ہے— ایک آدمی— وہ ایک انقلابی مفکر بھی ہے۔ سحر طراز ادیب و خطیب وہ بیک وقت معقولات کے وسیع النظر اور کامل الفن عالم— وسیع النظر محدث— نکتہ شناس اور نکتہ آفریں، بالغ نظر فقیہہ و متکلم مفسر— وسیع النظر مورخ و محقق— سیال قلم مصنف— کامیاب و علم آموز استاذ مدرس— حقیقت پسند و باخبر عالم دین— یہ سب کچھ ہونے کے باوجود لیکن بڑائی کا اصل رازیہ ہے کہ وہ ایک آدمی ہے۔ ایک ایسا آدمی جو پاکستان بھر میں نمایاں ہے۔ اگر ہم ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑے ہو کر ارض پاک پر نظر ڈالیں تو شاید پہلی نگاہ اسی شخصیت کے حصے میں آئے گی۔ آخر کیوں؟

اس لئے کہ یہ ایک ایسی شخصیت ہے کہ جس کی اہمیت کسی آبائی جاگیر، کسی سرکاری عہدے، کسی خاندانی منصب اور مصنوعی شہرت و نمائش پروپیگنڈے کے سبب نہیں، بلکہ محض ایک نظریہ و مقصد، ایک سیرت و کردار، ایک سرگرم عمل انسانیت کے بل بوتے پر ہے۔ وہ بڑا آدمی ہے تو فقط اس بنیاد پر کہ وہ ایک انسان ہے!

پروفیسر صاحب محض ایک فرد نہیں بلکہ ایک اجتماعی کیریکٹر کی تحریک ہیں۔

ہاں مگر— اب یہ آدمی ایک فرد کا نام نہیں رہا۔ اب اس لفظ کو بولتے ہی زندگی کا ایک مکمل فلسفہ، ایک اجتماعی کیریکٹر، ایک سیاسی تصور، ایک منظم تحریک اور ایک نصب العین نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اس کا نام لیتے ہی اسلامی دستور کے مسائل ذہن میں ابھرنے لگتے ہیں، اور اسلامی نظام کا ہیولا آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اس معیار کی شخصیتوں کو ہمیشہ دیکھا اور دکھایا جاتا ہے۔ دیکھنا اور دکھانا ایک تو "اکابر پرستی" کے گھٹیا جذبے سے ہوتا ہے، لیکن اس دیکھنے اور دکھانے کا ایک اعلیٰ محرک بھی ہے اور وہ یہ کہ ان اوصاف اور عادات کو معلوم کیا جائے جنہوں

Marfat.com

نے ہم جیسے کسی پیکر آب و گل کو ابنائے نوع کے لئے بہت بڑے پیمانے پر خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا ہوتا ہے۔ اس تحریر کا منشاء بندگان خدا کے لئے ایک نیا ذہنی دیوتا گھڑ کے پیش کرنا نہیں ہے بلکہ ہم یہی جاننا چاہتے ہیں کہ یہ شخص جس کے نام سے پاکستان کا ایک ان پڑھ دیہاتی تک واقف ہے اور جس کا حلقہ تنظیم و تعارف پوری دنیا تک پھیلا ہوا ہے آخر اس کا اصل جوہر شخصیت کیا ہے!

جو لوگ آدمی کہلاتے ہیں ان کی سب سے بڑی چھوٹائی یہ ہوتی ہے کہ ان کا بڑاپن بالعموم ان کی شخصیت پر باہر سے ایک خول کی طرح چڑھا ہوتا ہے۔ اس چمکتے دمکتے خول کو دور ہی دور سے دیکھتے رہیے تو بڑی مرعوبیت طاری رہتی ہے۔ اس کے اندر کے آدمی سے اگر تعارف ہو جائے تو ناظر کے تصورات کے محل چکنا چور ہو جاتے ہیں' لیکن پروفیسر صاحب اپنے بیرونی مظاہر سے لے کر اپنے باطنی جوہر تک بالکل یکساں اور یک آہنگ ہیں' بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی سوانح عمری ان کی پیشانی اور چہرے پر لکھی ہوئی ہے۔ ظاہر و باطن کے درمیان خود پیدا کردہ فاصلے نہیں ہیں' تصنّع اور تکلّف کے پردے نہیں ہیں تضاد اور تناقض نہیں ہے دور سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے قریب آکر وہی اور زیادہ نکھر کر نگاہوں میں آجاتا ہے۔ آج سے بارہ تیرہ سال پہلے کی بات ہے اور اگر میں ان برسوں کی گنتی کر کے گن نہ لیتا تو میرا گمان یہی ہوتا کہ گویا کل کا واقعہ ہے۔ میں ابھی اپنے گاؤں ہی میں مقیم تھا اور آئندہ زندگی کے متعلق بنتے بگڑتے نقشوں میں گم سم کچھ لکھتے' کچھ سوچتے' اور زیادہ تر پڑھنے اور لکھنے میں مصروف اس چھوٹی سی دور افتادہ دیہی آبادی بستی بوسن اتاڑ میں بیٹھا تھا! "ٹیلی ویژن" پر قادری صاحب! کا پہلا خطاب "اسلامی فلسفہ زندگی" پر سنا! بڑا ہی عجیب لگا!!!

یہ بیان اپنی حیثیت میں منفرد نوعیت کا حامل تھا۔ اس بیان میں سادگی بیان کا حسن تو تھا ہی مگر اس کا خاص اثر جواب تک میری کتاب ذہن کے اوراق پر ثبت ہے' یہ تھا کہ بیان کرنے والا ان تمام مقررین سے مختلف ہے جنہیں میں جانتا تھا اور اس کے اندر بڑا غیر معمولی پن ہے۔ ہمارے ہاں کی

Marfat.com

روایت کا خلاصہ یہ تھا کہ اس ترغیبی بیان میں جو صاحب کے حوالے سے مل کا مزاج [illegible] [illegible] میں
کے بعض اسطور کے دھندلکے میں ایک نئی قسم کی شخصیت ابھرنے لگی تھی جسے جاننے سے میں
قاصر تھا لیکن جس کی جاذبیت نے مجھے اسی لمحہ نا آشنائی میں اپنی جگہ سے ہلا دیا۔ یہ کون آدمی
ہے؟ یہ انوکھا سا نام کس کا ہے؟ یہ کیا اکیم ہے؟ بس یہ سوالات سامنے تھے اور بیان سن رہا تھا
محترم پروفیسر علامہ عبدالرحمن جامی صاحب سے ذکر کیا ان سے تفصیلی معلومات حاصل ہوئیں
معلومات نے مزید تشنگی پیدا کر دی۔ دور سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے قریب آکر وہی اور زیادہ نکھر کر
نگاہوں میں آجاتا ہے قادری صاحب کی شخصیت تمام زاویوں سے مختلف ہے اس کے اندر جو غیر
معمولی پن ہے اس کا مزاج جذباتی کے بجائے فکری ہے اس کا سادہ اور صاف ستھرا لباس اس کی خوب
سیرت کا عکس ہے یہ شخص نہ محض مولوی ہے اور نہ مسٹر اس کے گرد روایتی تقویٰ کی پر تکلف
اور بوجھل فضا نام کو بھی موجود نہیں ہے نہ آزاد خیال اور وسیع النظر ہے اس میں لا ابالیانہ
پن بھی نہیں ہے جو اسلام تک کی حدود کو پامال کرتا کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔ یہ محض متوازن
مزاج اور انصاف پسند ہے یہ کسی کی مخالفت میں نہ تو اندھے مخالف ہوتے ہیں اور نہ ہی اندھے
حامی" یہ "بازمانہ ساز" قسم کا آدمی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اصول و مقصد رکھنے والے نایاب مردان
کار کی طرح "بازمانہ ستیز" کے حوصلے رکھتا ہے نہ یہ اپنی منزل سے منہ موڑنے والا نہیں ہے یہ
ہتھیلی پر سرسوں جما کر کام کے نتائج کی فصل جلد از جلد کاٹ لینے والوں میں سے نہیں ہے اور نہ
جوشیلے پن کا مریض ہے جو ہماری قوم کا موروثی روگ بن چکا ہے۔ میرے دل میں اس سے قبل
صرف ایک ہی شخصیت نے غیر معمولی دلچسپی کار فرما تھی۔ میرا اشارہ پیر سید حاجی علی حسین شاہ
صاحب کی طرف ہے۔ لیکن اب ایک اور متوازن قسم کی شخصیت سے میری دلچسپی کا آغاز ہو چکا
تھا۔ بعد میں غائبانہ تعارف کا سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا [illegible]ء کے بالکل آغاز میں پروگرام لے کر لاہور
آیا اور مدعا سفر یہی تھا کہ ادارہ منہاج القرآن اور پروفیسر صاحب کی زیارت کروں۔ اپنے بچپن کے
دوست سید سعید احمد بخاری کے ساتھ پہلا سفر کیا۔ میری ابتدائی دلچسپی تحریک سے زیادہ تعلق تھی

Marfat.com

یہ اپنے ارادوں میں مخلص ہے' اور اس کی متاع فکر و عمل منڈی کا مال نہیں ہے' اس میں مروجہ بُعد مراتب کی گھٹیا ذہنیت نہیں ہے بلکہ اس میں قربِ اخوت ہے مروجہ چھوٹے بڑے کا امتیاز کئے بغیر حسبِ مراتب اخوت پائی جاتی ہے۔ یہ پیران کہن سے نوامید ہیں' اور "برجواناں سہل کن حرف مرا" کی دعا کے ساتھ قوم کی نئی نسل کی طرف روئے سخن رکھتے ہیں۔ اس کا کردار مرعوب کن نہیں بلکہ جاذبیت دار ہے یہ جاذبیت اس کے بول چال' تحریر و تقریر' کھان پان نشست وبرخاست اور ذوقیات میں پائی جاتی ہے۔ یہ مظاہر شخصیت ہیں' جن کے ذریعے اس کے ذہن اور اس کی سیرت کی کتاب کو پڑھا جا سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی گھر کے جس ماحول میں رہتا ہے جس گھر میں بیٹھتا اور جس دفتر میں تحریکی امور طے کرتا ہے' جس لباس کو پہنتا اور جن اشیاء کو اپنے استعمال میں رکھتا ہے' ان سب پر اس کی شخصیت کی چھاپ پڑی ہوتی ہے۔ کوئی شخص فرنیچر اور دوسرے سامان کو جو ترتیب دیتا ہے' جس ڈھنگ سے وہ لکھتا ہے' اور جس طرز پر وہ دستخط ثبت کرتا ہے' اس کے اندر اس کی شخصیت کی روح شامل ہوتی ہے' یہ سب مظاہر شخصیت ہیں اور ان کا مطالعہ کر کے کسی شخص کے اصل جوہر سیرت کی قدروقیمت مشخص کی جاسکتی ہے۔ اور اس کا اخلاقی مقام متعین کیا جا سکتا ہے' چاہے اس سے زیادہ قربت نہ بھی رہی ہو آدمی کی داستان عمر بھر اس کے ماحول اور اس کے املاک اور اس کے مستعملات کے مطالعہ کے معنی خفیہ رسم الخط میں لکھی ہوئی اسی داستان کو پڑھنے کے ہیں۔ جو بندہ نے ان صفحات میں پڑھے ہیں۔

آدمی کا سراپا اس کی شخصیت کا نشیمن ہوتا ہے' اور سراپا کو ایک نظر دیکھتے ہی انسانی کرداروں کا ایک رازداں اس کے اندر رہنے بسنے والی شخصیت کا حدود اربعہ پا لیتا ہے۔ اس شخصیت کا وجاہت اور چہرہ کسی بھی ماحول میں ہو گھر میں ہو' مجلس میں' جلسہ عام' گاڑی میں' ہوائی جہاز میں بالکل ممتاز اور نمایاں رہتا ہے اور بتاتا ہے کہ وہ شخصیت کا آئینہ دار ہے اس کے نمونے تقدیر نے بہت زیادہ تعداد میں نہیں بنائے۔ اس کی قلمی تصویر یہ ہے' کھلتا ہوا گندمی رنگ' چوڑا ماتھا' آنکھوں

Marfat.com

پر بچے سے نیلے رنگ یا سفید رنگ کے بٹنوں کی ٹوپی' [illegible]
ہنس کر' سیاہ داڑھی پر بعض بعض سفیدی جو بہت بڑے اور نہ بہت چھوٹے [illegible]
موزونیت اس درجہ کی ہے کہ سراپا میں کوئی بات کھٹکتی نہیں' چال ڈھلی ڈھالی اور مرل حرم کی نہیں بلکہ "یمشون علی الارض ہونا" کی عملی تفسیر ہے۔ ان کو چلتے دیکھ کر ہی دور سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ شخص کسی خاص مشن پر جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی خصوصیات گنائے ہوئے چال کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ آدمی کی چال محض اس کے انداز رفتار ہی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ در حقیقت اس کا ذہن اور اس کی سیرت و کردار کی اولین ترجمان ہوتی ہے۔ چال کے پیچھے شخصیت جلوہ گر ہوتی ہے۔ مختلف قسم کے لوگوں کی چالیں مختلف ہوتی ہیں۔ بہر حال ان کی چال یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ شخص احساس ذمہ داری کے عالم میں کوئی فرض ادا کرنے جارہا ہے۔ مگر گھبراہٹ کے انداز سے نہیں' پروقار طریقے سے۔ ان کے سراپا کا ایک جزو لباس بھی ہے۔ سردیوں اور گرمیوں میں کپڑوں کے کلر (رنگ) تقریباً ملتے جلتے ہوتے ہیں کریم' بادامی سفید کلر پسندیدہ ہیں زیادہ شوخ پسند نہیں کرتے۔ شلوار قمیض' واسکٹ' جرسی' جالی دار ٹوپی' قراقلی' شیروانی یہ سب شامل لباس ہیں۔ یہ لباس شخصیت کی ترجمانی اور زیبائش کے لحاظ سے بہت موزوں ہوتا ہے لباس کے اصل اجزاء۔۔۔ صفائی' سادگی اور حسن ذوق۔

نطق سے بڑھ کر اس کا کوئی ترجمان اور غماز نہیں ہو سکتا' نطق شخصیت کے بلاغ کی درگاہ ہے' آدمی نے بات کی اور اس کی حقیقت کھلی۔ بلاغت کی تاثیر پائی تو زمانے بھر نے واک پالیا۔ موضوعات کی پسندیدگی' زبان کا معیار' الفاظ کا انتخاب' لہجہ کا اتار چڑھاؤ' بولنے کی رفتار' آواز کی پستی و بلندی' بات چیت میں جذبات کی آمیزش اور اس کا تناسب وہ چیزیں ہیں جو پانچ منٹ میں ایک آدمی کی ساری مخفی حقیقتوں کا خود اسی کی زبان کے لاؤڈ اسپیکر سے اعلان عام کر دیتی ہیں۔ کسی کا ذہنی و فکری و عملی معیار کیا ہے؟ کسی کا ظرف کتنا ہے؟ کسی کا ذوق کس نوعیت کا ہے؟ کسی میں سنجیدگی کس درجہ پائی جاتی ہے؟ کوئی کہاں تک با اصول ہے؟ [illegible]

Marfat.com

بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب ایک شخص دو چار فقرے بول کر دے چکتا ہے مگر بسا اوقات خود نہیں جانتا کہ اس نے اپنی کن کن حقیقتوں کو دوسروں کے سامنے رکھ دیا ہے۔ کلاس کے لیکچروںرس سے لیکر علمی مجالس اور عوامی جلسوں و جلوس میں تقریباً دو ہزار خطابات سنے ہیں۔ اور دو سو کے لگ بھگ کلاس میں لیکچر ' ے قریب سے سنے ہیں۔ ویسے وابستگی کو ۱۲ بارہ سال ہونے کو ہیں۔ انداز گفتگو چند باتیں جو مستقل تاثرات کی حیثیت میں میرے ذہن میں موجود ہیں عرض کرتا ہوں۔ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ تحریر یا تقریر کے آدمی کو ہم جتنا بلند پاتے ہیں' وہی مجلسی زندگی میں گفتگو کرتے ہوئے انتہائی پست ہو جاتا ہے مثلاً اس کی تحریر و تقریر میں اصول پسندی اور مقصدیت ہوتی ہے۔ لیکن اپنی گفتگو میں اس کا بے اصولاپن اور اس کی لامقصدیت صاف صاف نمایاں ہوتی ہے۔ اسی طرح تحریر و تقریر میں جو سنجیدگی اور معقولیت کسی شخصیت میں محسوس ہو رہی تھی' بے تکلفانہ گفتگو کے ماحول میں طمل کی وہ ساری چمک دمک غائب ہو کر رہ جاتی ہے' تحریر و تقریر میں علمیت و تفکر کے کچھ آثار جھلملا رہے تھے' لیکن گفتگو کے دائرے میں سامنا ہوتے ہی یہ راز کھل جاتا ہے کہ وہ سب کچھ تصنع کی کرشمہ سازیاں تھیں' اسی تحریر و تقریر میں زبان کے ٹھاٹھ موجود تھے لیکن بات چیت میں سب غائب الغرض تحریر کا آدمی ہمارے ہاں بالعموم اس آدمی سے بالکل الگ ہوتا ہے جس سے ہم مصافحہ کرتے ہیں' جس کے ساتھ بیٹھتے اور جس سے بات چیت کرتے ہیں۔ لیکن قادری صاحب اس معاملے میں اپنی مثال آپ ہیں کہ وہ نہ صرف تحریر و تقریر کے دوگونہ میدانوں میں ایک ہی سی حالت پر رہتے بلکہ اظہار کے ان وسیع میدانوں سے لوٹ کر جب کبھی عام بات چیت کے نسبتاً محدود دائروں کی طرف پلٹتے ہیں تو بھی اپنی یکسانی کو برقرار رکھتے ہیں۔ وہی بلندی فکر' ذہنی سنجیدگی و وقار' وہی حسن گفتار' وہی غیر جذباتی لب و لہجہ الفاظ کا وہی حسن انتخاب ظرف کی وہی وسعت معلومات کی وہی بے کرانی مقصدیت و اصولیت کا وہی زور' کلام کا وہی مزاج بڑے لوگوں کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ان کے اندر دوسروں کے لئے زوردار جاذبیت پائی جاتی ہے اور جاذبیت کا یہ اثر ان کی گفتار میں پوری طرح نمایاں ہوتا ہے۔

Marfat.com

جاذبیت کے لئے بہت ساری چیزیں تباہ کن ثابت ہو سکتی ہیں، مگر ان میں سے ایک سب سے زیادہ خطرناک وہ آدمی کی خودی کا متورم ہو جانا ہے۔ خودی جب متورم ہو جاتی ہے تو اس کی زندگی کا تمام پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی زبان اور اس کی گفتگو اس کے زہر سے متاثر ہوتی ہے۔ اس عالم میں آدمی کا بوجھ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے اور وہ ہر موقع پر اپنے آپ کو نمایاں کرتا ہے۔ اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ اپنے آپ کو دوسروں پر ٹھونستا ہے۔ اپنے آپ کو اہمیت دیتا ہے۔ اپنے آپ کو کچھ تسلیم کرانا چاہتا ہے۔ لیکن متورم خودی کے بوجھ کو اٹھانے پر کوئی دوسرا تیار نہیں ہوتا۔ لوگوں کو ایسے شخص کی گفتگو سے انقباض ہوتا ہے اور اس کے اردگرد سے لوگ چھٹ چھٹا جاتے ہیں پروفیسر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے صحت مند خودی عطا فرمائی ہے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو دوسروں پر ٹھونسنے اور اپنے آپ کو کچھ منوانے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ میں نے ہزاروں مجالس میں ان کی گفتگوؤں کو سنا ہے، مگر کبھی کسی گفتگو کے دوران ایسا نہیں ہوا کہ میرے ذہن نے ان کی انا کا بار گراں اپنے اوپر پڑتا محسوس کیا ہو۔ ایک رخ ہے اور دوسرا رخ یہ کہ ان کی زبان پر کبھی کوئی فریب کارانہ کلمہ انکسار بھی نہیں آیا۔ یہ بھی انسانی خودی کا ایک دوسرا رنگ ہے اور شاید پہلے سے کچھ زیادہ ہی خطرناک --- ان سے ملنے والوں کو کبھی یہ ابتلا پیش نہیں آتی کہ انھیں ایک شخص کی مسلسل سننی پڑے اور خود ان کو مافی الضمیر کے کہنے کا موقع نہ ملے، یہاں ہر شخص کو بات کرنے کا کھلا موقع ملتا ہے۔ جس میں نہ ان کی شخصیت رکاوٹ بنتی ہے نہ جدید یا قدیم قسم کے مراسم و آداب ہمارے معاشرے کی ایک عام روایت بن چکی ہے کہ لوگ اختلافی گفتگوؤں میں ضرور ہی لڑنے جھگڑنے پر اتر آتے ہیں۔ ہماری یہ قومی صفت صرف معمولی درجے کے لوگوں میں نہیں اونچے درجے کے مصنفین، لیڈروں، وزیروں، حکام اخبار نویسوں، اور مذہبی راہنماؤں سبھی میں پائی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں گفتگو کا بنیادی فارمولا یہ ہے کہ اپنی بات دوسرے سے منوا کے چھوڑنا ہے۔ اس کے دو بڑے طریقے (Method) اختیار کئے جاتے ہیں۔

(۱) لجاجت کا طریقہ یعنی ہونٹ لٹکا لٹکا کے خوشامد کرکر کے اور اپنے جذبات کے حق میں رحم

اپیلیں کر کر کے مخاطب سے کوئی بات منوانا۔

(۲) دوسرا محتذ' قوت غضب کو کام میں لانیکا محتذ ہے یعنی زور دے دے کر اپنی بات منوانا' پھر نتھنے پھولنے لگے' ہونٹوں پر جھاگ آنا شروع ہوتا' گردن کی رگوں کا ابھار اور یہ محتذ بھٹیار خانوں اور قہوہ خانوں سے لے کر پارلیمانی ایوانوں تک کثیرالاستعمال ہے۔ اختلافی امور پر گفتگو کرتے ہوئے ان دونوں طریقوں سے دورہٹ کر ایک تیسرا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کا محتذ افہام و تفہیم کا محتذ Mehtod ہے۔ یعنی مقصد کلام دوسرے کی بات کو سمجھ لینا اور اپنی بات سمجھا دینا ہوتا ہے بارہا ایسا ہوا ہے کہ مخاطب ان کا سارا استدلال سن کر اپنے موقف سے نہیں ٹلا' اسی پر قائم رہایا انکے مقابلے میں کسی دوسرے عالم یا لیڈر کی رائے کو ترجیح دیتا رہا تو ایسے موقعوں پر قادری صاحب ہمیشہ ٹھنڈے انداز سے یہ کہا کرتے ہیں۔

"کہ آپ چاہیں تو وہ رائے رکھ سکتے ہیں۔"

اس فقرے نے بارہا مناظرہ پسند لوگوں کی اسکیموں کو درہم برہم کر دیا ہے۔ کاچھوپورہ لاہور کی مجلس سوال و جواب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ پروفیسر صاحب کو مناظرانہ انداز کی گفتگو سے شدید درجے کی نفرت ہے وہ ایسی گفتگو کو اول تو اپنے خاص حکیمانہ اسلوب سے افہام و تفہیم کے محتذ پر لانے کی کوشش کرتے ہیں اور اکثر کامیاب رہتے ہیں' لیکن اگر کسی طرح کامیابی نہ ہو تو پھر وہ "قَالُوْا سَلَامًا" سے خوب کامیاب رہتے ہیں۔ معقول استدلال کو جب کوئی شخص محض احمق اور نامعقولیت یا ضدام ضدا کی وجہ سے رد کر رہا ہو' اور اندازہ ہو جائے کہ باربار ایک ہی دلیل دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تو ایسی صورت میں قادری صاحب بڑی معقول سرزنش کر دیتے ہیں۔ اور یہ سرزنش حکمرانہ نہیں ہوتی بلکہ ناصحانہ ہوتی ہے۔ ایسی ناصحانہ سرزنش جس میں اپنی شکست کا اعتراف کر کے مخاطب کے جذبات کو ٹھنڈا کر دیا جاتا ہے۔ ہر لیڈر اور بڑے آدمی کو خبطیوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ خبطیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے خیالات اور جذبات میں توازن نہیں ہوتا اور جن کو اپنے ذہن سے خود آگاہی نہیں ہوتی۔ نہ ان کو اپنے عالم افکار میں کوئی قابو حاصل

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس طرح کے غیر منظم ذخیرے کے ایک طرح خرچ کے مسائل [illegible] رنگ کی محفلیں سجے کر ان کو اس طرف ملاقات سے محروم کر دینے رہتے ہیں۔ نوع انسانی کی اس صنف سے اگر آپ بحث کرنے لگیں یا ان کے خیالات کو منظم کرنے کی کوشش کرنے کے درپے ہو جائیں یا ان کو آپ ان کے عدم توازن سے آگاہ کرانے کی کوشش میں لگ جائیں تو پھر ان کی طبع اور زیادہ رواں ہوتی ہے۔ پھر ان سے گھنٹوں اور ہفتوں گفتگو کرتے رہیے بلکہ برسوں دماغ لڑاتے رہیے یہ اپنی حالت پر رہیں گے۔ قادری صاحب ایسے آدمی کو دو چار باتوں سے جب پہچان جاتے ہیں تو بڑے بھارتے ایثار سے کام لیتے ہیں" یعنی سامنے کھلا بولنے کا موقع دیتے ہیں کہ وہ بولتا چلا جائے اور خود چپ چاپ بیٹھے سنتے رہتے ہیں کوئی اختلاف نہیں کرتے، کسی چیز کی تردید نہیں کرتے کسی بات پر لقمہ نہیں دیتے، بلکہ سراسر "مجسمہ عشق" بن کر رہ جاتے ہیں۔ بے چارہ خبطی کتنا ہی بڑا خبطی کیوں نہ ہو، مقابل سے کبھی رد سخن کے بغیر مسلسل بولنے کے بعد آخر بہت ہار دیتا ہے۔ پروفیسر صاحب کو ایک لمحہ کے لئے بھی ہم نے مغضوب الغضب نہیں دیکھا اور نہ آپ کو کبھی غضب آلود الفاظ میں بات کرتے سنا ہے۔ حد یہ کہ جن گوناگوں مخالفتوں الزامات اور گالیوں اور زیادتیوں کا آپ کو لمحہ لمحہ سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے رد عمل کے طور پر بھی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کی زبان کا معیار پاکیزگی و سنجیدگی اپنی مقررہ حد سے نیچے گرا ہو۔ بے شمار گھٹیا الفاظ ہیں جن کو بڑے بڑے قائدین و رہنما اپنی گفتگوؤں میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب کے ہاں ان کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ ان گنت اسالیب ہیں جو ادنیٰ قسم کی جذباتیت نے اپنے اظہار کے لئے وضع کر لئے ہیں اور ہمارے معززین اور شرفاء دن رات انکو استعمال کرتے ہیں لیکن قادری صاحب کے ایمان و ذوق میں ان کی کوئی گنجائش نہیں۔ پروفیسر صاحب ایسے حسن ذوق کا شعور رکھنے والے کسی آدمی کے سامنے آپ کوئی لفظ بول کے دریافت کریں تو وہ آپ کو بتا دے گا کہ یہ الفاظ بول سکتے ہیں یا نہیں، حتیٰ یار من ہو یا محفل بے تکلف [illegible] گھر کی چاردیواری کے اندر کا حصہ" بیوی بچوں [illegible]

Marfat.com

گفتگو، نفاست، سنجیدگی اور پاکیزگی کے معین معیار سے کبھی بھولے سے بھی نیچے نہیں گرتی۔ پروفیسر صاحب کے انداز گفتگو کے بارے میں ایک خاص بات یہ ہے وہ بڑے جماؤ کے ساتھ ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کر بولتے ہیں۔ اگر کوئی شخص چاہے تو پوری گفتگو معمولی رسم الخط میں قلبند کر سکتا ہے۔ یہ انداز گفتگو وہی شخص لے کر چل سکتا ہے جو غصے، تندی، جلد بازی اور ذہنی اضطرابات سے مغلوب نہ ہو مصائب و آلام و مشکلات کے طوفانوں میں بھی سنجیدگی و وقار کی چٹان بنے اپنے مزاج کو قائم رکھتے ہیں۔ غالباً اس سلسلے کے چند خاص کڑے "امتحانات" میں سے ایک وہ تھا جب الیکشن کا بائیکاٹ کرنے پر دوسرے دن اجلاس میں تحمل و بردباری اور ضبط کے ساتھ لوگوں کے اعتراضات کے جواب دیتے رہے۔ کوئی نیا آدمی ملنے آئے تو خوبصورتی سے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ہاتھ کی تھوڑی سی مہذبانہ جنبش اور بالائی حصہ جسم کے بالکل خفیف سے جھکاؤ کے ساتھ ہلکا سا مصافحہ کرتے ہیں، جس سے سب تھکاوٹیں کافور ہو جاتی ہیں۔ آدم گیر اور خانہ نشین اور اپنے کام سے کام قلوری صاحب رکھنے والے ہرگز نہیں ہیں، ملنے والوں سے خوب ملتے ہیں۔ اور بات کرنے والوں سے خوب باتیں کرتے ہیں، مگر خواہ مخواہ کی زبان چلانے اور گپ لگانے کی صلاحیت ان میں نہیں ہے۔

پروفیسر صاحب کا رنگ کیفیت وقار کے ساتھ شگفتگی کے امتزاج سے بنتا ہے۔ سنجیدہ شخصیتیں جو علمی، تحقیقی اور فکری کاوشوں میں منہمک رہتی ہیں، بالعموم شگفتگی کا جوہر کھو بیٹھتی ہیں اور نری سنجیدگی آخر کار خشونت بن کر رہ جاتی ہے دوسری طرف شگفتگی کا جوہر جن شخصیات میں اپنی حدود پھاند جاتا ہے، وہ وقار کا رنگ کھو بیٹھتی ہیں۔ پروفیسر صاحب کی شخصیت دونوں جوہر صحیح تناسب کے ساتھ اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس لئے حسن اعتدال ضائع نہیں ہوتا پروفیسر صاحب پر مختلف ادوار گذرے، اور گوناگوں احوال سے سابقہ پڑتا رہا، لیکن تفریح اور بے تکلفی کے خاص الخاص لمحات میں بھی دامن وقار ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ اسی طرح جب میں پچھلی تاریخ کو دیکھتا ہوں تو بے شمار واقعات ایسے سامنے آتے ہیں، جو الگ پیکر

Marfat.com

خاکی کے لئے پوری طرح غارت گر سکون ہونے چاہئیں تھے اور ان کا اثر قادری صاحب کے دل و دماغ پر رہا ہوگا' بلکہ کبھی کبھی تو ہمیں ان پر رحم آگیا سامنے آیا جس پر گویا ایک غیرمرئی شبنم کی افشاں چھڑکی ہو۔ مصنفانہ کاوش کے لمحات ہوں' جماعتی و تحریکی مسائل کی پیچیدگیوں کا دور ہو' مخالفین کی شرارتوں اور اپنوں کی نادانیوں سے سابقہ ہو' کسی بھی حال میں اس چہرے کی شگفتگی کا رنگ نہیں مرجھایا۔ یہ شگفتگی گفتگو میں ہلکے ہلکے مزاح کا رنگ پیدا کر دیتی ہے۔ پروفیسر صاحب کے مخصوص اسلوب مزاح کی مثالیں انشاء اللہ کسی اور مضمون میں پیش کرونگا جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ ایک صاحب دعوت کی' کم سے کم اس دور میں یہ بہت بڑی کمزوری ہوگی کہ وہ قلم سے جہاد نہ کرسکتا ہو اور کاغذ کے میدان میں تگ و تاز نہ دکھا سکے۔ وہ لیڈری جو محض زبان کے چٹخارے پر چل جاتی تھی اس کا دور کبھی کا گذر چکا۔ ایسے بہت سے اہل زبان آج دانتوں میں زبان دابے دور دراز گوشوں میں پڑے ہیں۔ یہ لوگ کاغذ کے میدان میں ہر گئے۔ کیونکہ رہوار قلم جس ٹھوس فکر کی غذا کے بل پر ترکتازیاں دکھا سکتا تھا وہ فراہم نہ تھی۔ تقریر کی لیڈری آسان ہے تحریر کی لیڈری مشکل ہے' قادری صاحب جس دعوت کو لے کر اٹھے ہیں وہ زبان و قلم دونوں کو استعمال کئے بغیر اپنا راستہ نہیں نکال سکتی عطائے الٰہی ہے کہ قادری صاحب کو یہ دونوں طاقتیں عطا ہوئیں۔ قلم سے آدمی جو کچھ لکھتا ہے' اس کے معانی و مطالب سے قطع نظر' محض لکھنے کا ظاہری شمائل اور اس کا رسم الخط بول کر کہہ دیتا ہے کہ لکھنے والا کیا ہے کیا نہیں ہے آدمی کی ہر تحریر میں خواہ وہ ایک سطر بھی کیوں نہ ہو اس کا اپنا ہاتھ اور اس کا اپنا قلم اس کی شخصیت کے احوال پنہاں کاغذ پر نقش کرتا چلا جاتا ہے۔ ہماری تحریریں گویا ہماری خود نوشت سوانح عمریاں ہیں۔ معنویت کے اعتبار سے بھی اور ظاہری انداز کے اعتبار سے بھی قادری صاحب کے لکھنے کا پیشہ ایک خاص ماحول ہوتا ہے گھر اور دفتر دونوں حسن و جمال کا پیکر ہیں۔ لکڑی کے خوبصورت کتابوں کے لئے فریم بنائے گئے ہیں۔ لائبریری میں دینی اور مغربی علوم کی کتابیں ان کی جائے نشست کے چاروں طرف صف بستہ حاضر رہتی ہیں۔ ایک طرف تفاسیر ہیں تو ساتھ ہی یورپ کی سیاسی تاریخی اور

ی تاریخ سے متعلق انگریزی میں جدید لٹریچر آراستہ ہے۔ کارل مارکس' لینن کی کتابیں باترتیب
جود ہیں۔ اپنی تصانیف کا سیٹ اور تفسیر فیوض القرآن نمایاں ہیں۔ چاروں طرف لائبریری کے
ول کے عین درمیان ایک خوبصورت جہازی میز پھیلی ہوئی ہے۔ اس جہازی میز پر بائیں جانب کا
غذات کی فائلیں پڑی ہیں' ایک کے ساتھ چند کتابیں' مسودے' پروف' خطوط وغیرہ رکھے ہیں۔
ن گیر' ایک خاکستر دان' گویا ضروریات کی تمام چیزیں میز پر ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں۔ میز پر
رکھی ہوئی چیزیں ہمیشہ ترتیب میں ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر چیز کی ایک جگہ ہمیشہ متعین رہے
گی۔ ملاقاتی یا سیکرٹری اگر اس ترتیب کو بدل دیتے ہیں تو سب سے پہلے ان کو اپنی صحیح جگہ پر رکھ
دیا جاتا ہے کسی چیز کو بے ڈھنگے پن سے رکھا ہونا ان کے ذہن پر فوری اثر ڈالتا ہے۔ کمرے میں
دفتر میں کوئی کرسی' صوفہ ٹیڑھا رکھا ہو۔ میز پر کاغذات ترچھے ہوں' نگاہ میں فورا آجاتے ہیں۔ ان
باتوں کی تفصیلات تو پرسنل سیکرٹری ہی بتا سکتے ہیں محترم فیاض احمد صاحب (سیالکوٹ)

آٹھ دس سال سے سیکرٹری یعنی قرب میں رہ کر خدمت کرنے کا موقع میسر ہے۔ ان
کے پاس اس موضوع پر نہایت اہم اور لطیف معلومات کا ذخیرہ ہے۔ جس کو وہ مرتب کر سکتے ہیں۔
اگر مطالعہ شخصیت کی صلاحیت رکھنے والا کوئی شخص ان کی عدم موجودگی میں ان کے دفتر یا کمرے
میں داخل ہو اور اسے دفتر یا کمرے کا ماحول صرف پانچ منٹ دیکھنے کا موقع ملے تو وہ ان کی آدھی
سیرت تو ضرور صحیح صحیح لکھ دے گا۔ اس پرسکون' مگر خیال انگیز ماحول میں -- سوچتے اور لکھتے
ہیں۔ پہلے سے سوچے بغیر کوئی بھی کام نہیں کرتے۔ پورا مواد اکٹھا کر لینے' حوالے (ریفرنس) جمع
کرنے اور سلسلہ بحث کی کڑیاں دل ہی دل میں جوڑ لینے کے بعد وہ زبان و قلم کو حرکت میں لاتے
ہیں پہلے وہ تقریر و تحریر کو اپنے دماغ کے اوراق پر لکھتے ہیں اور پھر ان اوراق کو دیکھ دیکھ کر بیان
کرتے ہیں یا کاغذ پر منتقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے قلم میں بڑی روانی ہے۔
وہ صبح ناشتے کے بعد اپنے وقت مقررہ پر آکر کرسی پر بیٹھ جاتے ہیں ہلکا پھلکا ناشتہ کریں گے اور
دماغ میں فکر و کاوش کا پورا کارخانہ متحرک ہو جاتا ہے بالعموم ان کا چہرہ بتا دیتا ہے کہ اس وقت وہ

Marfat.com

کس عنوان یا کس مسئلے پر کاوش میں ہیں جب پورا نقشہ ذہن میں [illegible] قلم اٹھاتے ہیں ورنہ یونہی الل ٹپ انھوں نے کبھی کچھ نہیں لکھا بلکہ پہلے سے سوچے بغیر کوئی بھی کام وہ نہیں کرتے۔ کیا عجب کہ قادری صاحب سونے اور کھانے کے لئے بھی پہلے سے سوچتے ہوں پورا مواد اکٹھا کر لینے، حوالے جمع کر لینے، اور سلسلہ بحث کی کڑیاں دل ہی دل میں جوڑ لینے کے بعد وہ قلم کو حرکت میں لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے پڑھنے میں بڑی روانی رہتی ہے۔

پروفیسر صاحب اپنے ذوق نفاست کی وجہ سے اچھے چکنی کاغذ کو پسند کرتے ہیں ان کے طرز تحریر کو دیکھتے ہی جو رائے قائم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ لکھنے والا بہت ہی متوازن مزاج آدمی ہے اور پوراپورا احساس ذمہ داری رکھنے والا ہے۔ دوسروں کے حقوق و آرام کا لحاظ کرتا ہے۔ ان کی زندگی میں ضبط و نظم اور باقاعدگی ہے۔ جذباتی آدمی کے بجائے مزاج میں مُفکرانہ ٹھہراؤ رکھتے ہیں۔

مستقل مزاج صاحب عزیمت اور تلون سے خالی ہیں۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے اہم نتائج انسانی شخصیت و کردار کا ہر راز دان پیدا کر سکتا ہے یہاں اس کا موقع نہیں کہ ان نتائج کے ضمن میں پوراپورا استدلال کیا جاسکے۔ پیش نظر شخصیت بحمد اللہ تعالیٰ زندہ حیات ہے وہ خود ان پر گواہ ہے مجھے صحافت کے دائرے میں کام کرنے کی وجہ سے قسم قسم کے رسم الخط دیکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے، اور نئے لوگوں کی طرف سے جو خطوط اور نگارشات موصول ہوتی ہیں ان کے پس پردہ کام کرنے والی شخصیت کا اندازہ کرنا پڑتا ہے اور بسا اوقات لفافے پر لکھا پتہ دیکھ کر ابتدائی تاثر قائم ہو جاتا ہے۔ اونچی اور صاف ستھری شخصیات کے رسم الخط کے چند اہم نمونے میری نگاہ میں ہیں۔ میری شہادت یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کے طرز تحریر کے پائے کے آدمی خال خال پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

اِنقلابی مفکّر

Marfat.com

بڑے آدمی

بڑے آدمی کون ہوتے ہیں؟ اس سوال کے مختلف انداز میں جواب سوچے اور دیئے جا سکتے ہیں۔ مگر تمام ممکنہ جوابات کا جوہر وخلاصہ یہ ہو سکتا ہے۔ ہر وہ آدمی جو انسانیت کو خیال اور عمل کے کسی بھی دائرے میں اپنے پاس سے کچھ دے جو زندگی کو نئی ذہنی اور اخلاقی صلاحیتوں سے آراستہ کرے جو تاریخ کی شاہراہ پر بنئے نقوش قدم مرتسم کرے اور نئے چراغ روشن کرے بڑے آدمیوں کی صف میں شامل ہے۔ اس کے برعکس وہ جو انسانیت کی کوئی خدمت انجام دینے کی بجائے الٹا اسے لوٹنے میں عمر گذارتے ہیں وہ بنی نوع انسان کا سب سے ذلیل اور گھٹیا و خسیس عنصر ہوتے ہیں۔ اس دوَر میں خدمت انسانیت کو اپنا اعزاز سمجھنے والوں کا عنصر خال خال ہے ایسے لوگ ملک وملت کو وہ کچھ دیتے ہیں جو ہر آدمی کے پاس نہیں پایا جاتا درحقیقت یہی لوگ بڑے کہلانے کے مستحق وسزاوار ہیں۔ میرے نزدیک علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی شخصیت کا ایک نمایاں مقام اسی قسم کے خال خال پائے جانے والے افراد کی صف میں ہے۔ میری اس رائے سے بہت سے لوگوں کو اختلاف کرنے کا حق حاصل ہے وہ اپنے اختلاف پر قائم رہ سکتے ہیں۔ میں اپنی رائے دوسروں سے منوانے کے لئے یہ سطور صفحہ قرطاس پر ضبط تحریر نہیں کر رہا۔ اور نہ ہی میری زندگی کے مشن کا یہ کوئی جز ہے کہ میں قادری صاحب کی عظمت و برتری دوسروں سے تسلیم کراؤں!!

قادری صاحب میرے نزدیک ویسا ہی گوشت پوست کا ایک متحرک پیکر ہے۔ جیسے پیکر اس کرہ ارضی پر اربوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ میں انھیں کوئی مافوق الانسانی مخلوق نہیں سمجھتا میں انھیں ایک معصوم اور بے عیب ہستی نہیں مانتا' میں انھیں تنقید سے بالا تر تسلیم نہیں کرتا میں ان کے سامنے اختلاف رائے کے فطری حق سے کبھی دست بردار نہیں ہو سکتا۔ میں انھیں یہ حق نہیں دیتا کہ وہ میری خودی کا خراج لیں' میں انھیں ایک بت بنا کر پوجنے پر تیار نہیں ہوں بلکہ وہ میرے ذہن میں بت بن کر رہنا چاہئیں' تو میں انھیں ایک دن میں الگ کر دوں' البتہ میں ان کا احترام کرتا

Marfat.com

ہوں' ان کی عزت میرے دل میں ہے۔ میں ان سے محبت رکھتا ہوں'کیونکہ میں سمجھتا ہوں' کہ ان کے پاس کچھ نہ کچھ ایسا ہے بلکہ بہت کچھ ایسا ہے جو میرے پاس نہیں ہے وہ میں نے ان سے لیا ہے' اور ان سے لینا ہے وہ مجھے کسی اور سے نہیں مل سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے پاس وہ کچھ ہے جو میرے ملک و قوم کو میرے معاشرے کو ان سے لینا ہے۔ بس یہی چیز بڑے آدمی کی علامت ہوتی ہے وہی چیز دوسروں کو مجبور کر دیتی ہے کہ اسے بڑا آدمی مانیں۔ اور یہی چیز ہوتی ہے جس کے لئے بڑے آدمیوں کی زندگی کا مطالعہ کیا جاتا ہے ان کی شخصیات کو کریدا جاتا ہے ان کی تحریروں کو چھانا پھٹکا جاتا ہے تقریروں کو سنا جاتا ہے ان کے کارناموں کا تجزیہ کیا جاتا ہے بڑے لوگوں سے ہماری کوئی دلچسپی ہے تو صرف یہ ہے کہ کیا ہم ان سے استفادہ کر سکتے ہیں ان کی سیرت اور ان کے کارناموں میں ہمارے لئے کیا ہے! انسانیت کے لئے کیا ہے زندگی کے لئے کیا ہے؟ وہ ہمارے امن و مسرت کے خزانہ میں کیا مدد دے سکتے ہیں وہ ہماری ترقی میں کیا مدد بہم پہنچا سکتے ہیں وہ ہماری قوتوں میں کونسا اضافہ کر سکتے ہیں۔ اس مدعا و مقصد سے ہٹ کر محض شخصیت پرستی کے گھٹیا ذوق کی تسکین میں جا پڑنا فضول و عبث ہے جو لوگ کسی بھی بڑے آدمی سے متعلق یہ خیال رکھیں۔

کہ وہ تمام ممکن التصور کمالات کا مجموعہ' جملہ عیوب ونقائص سے منزہ بڑی حد تک فوق البشری قوتوں سے مسلح' زندگی بھر جو کچھ کیا خوب ہی کیا' قسم کھانے کو بھی کہیں غلطی سرزد نہ ہوئی جہاں جس کسی انسان سے بھی اس کا اختلاف ہوا وہاں وہی حق پر اور اس سے اختلاف کرنے والا ہی برسر غلط بلکہ اخلاقی گنہگار' اس کے جن جن افعال پر دنیا میں کہیں کسی وقت نکتہ چینی کی گئی ان سب میں وہ خطااور لغزش سے پاک' اور اگر خطا پائی جاتی ہے تو خود نکتہ چینوں میں نہ کہ ان میں' قصہ مختصر یہ کہ اسے لوگوں کے نزدیک وہ شخصیت بالکل منفرد ہوتی ہے اور ڈھونڈے سے بھی کوئی ان کا مثیل نظر نہیں آتا۔

ایسا نظریہ مبالغہ ہی نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے' حقائق پسند طبائع قربت کی

Marfat.com

بجائے عجز پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ پھر ایسا مبالغہ۔ ایسے شخص کے متعلق کیا جائے جو ہم لوگوں کے سامنے ہو ماضی حال و مستقبل تینوں لوگوں نے دیکھے ہوں' پرانے زمانے کے پھر کو آج ماضی بنایا جا سکتا ہے مگر ہمعصروں کی آنکھوں میں کہاں تک ایسے لوگ خاک جھونک سکتے ہیں۔ اگر ہمیں بڑے آدمیوں کے کاموں اور ان کے تجربات سے اپنے حال کی اصلاح اور مستقبل کی تعمیر کے لئے پورا پورا فائدہ اٹھانا ہے تو غلو سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہو گا۔

البتہ صاف بات یہ ہے کہ میں کسی کے غلط فہمی کے اندیشے سے قادری صاحب کے متعلق اپنے گہرے اور حقیقی تاثرات کو مصنوعی جھوٹے انکسار کے خراد پر چھیل کر پیش نہیں کر سکتا۔ میں نے ان سے توازن و اعتدال کا درس لیا ہے اور وہ اسی کو پسند کرتے ہیں۔

قادری شخصیت کا عنوان

قادری صاحب کی شخصیت کو مختلف عنوان دیئے جا سکتے ہیں' تاہم ان تمام عنوانات کا جوہر و خلاصہ میری ذاتی رائے میں ایک انقلابی مفکر

(REVOLUTIONARY THINKER)

ہے جس کے تحت ان کی خدمات کے بہت سارے پہلوؤں کو جمع کیا جا سکتا ہے۔ تھوڑا بہت ہر انسان سوچتا ہے مگر ہر سوچنے والا مفکر نہیں ہوتا' مصنف ہمارے اندر بے شمار ہیں۔ خطیب و مقررین کی لائنیں ہیں مگر ان میں ہر ایک کو مفکرانہ بلندی پر نہیں رکھ سکتے۔

لیڈروں کی ہمارے درمیان کمی نہیں اشتہار دیئے بغیر دیکھیں ہر اینٹ سے کتنے لیڈر بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر ہر لیڈر کے ذہن سے کسی جامع فکر کے جھرنے نہیں پھوٹتے۔ کسی دور اور کسی ملک و قوم کے حالات میں مفکرانہ عظمت تک صرف وہ لوگ پہنچ سکتے ہیں جو سوچنے کی عامیانہ اور پٹی ہوئی راہوں کی غلامی سے آزاد ہو کر ایک خاص اصول و مقصدی نقطہ آغاز سے چلتے ہیں اور اپنی سمت سفر اپنے اصول و مقصد کے کمپاس کے ذریعے متعین کر کے نئی راہیں کھول دیتے ہیں بنے ہوئے حالات کے فریم میں اپنے ذہن کو فٹ کرنے کی بجائے

Marfat.com

ہے لیکن یہ سوچنا سوسائٹی اور انسانیت کو کچھ نہیں دے سکتا بنے ہوئے حالات کے فریم کو توڑ کر ان حالات کا ناقدانہ جائزہ کسی خاص درجے کی ذہنی بلندی سے لیتے ہوئے سوچنا وہ سوچنا ہوتا ہے جو فکرو عمل کی نئی دنیا بنا کے انسانیت کے سامنے رکھتا ہے اور یہی سوچنا مفکرانہ مقام عطا کرتا ہے۔ قادری صاحب ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے بنے بنائے حالات کے اندر اپنے آپ کو رکھ کر سوچا ہو اور یہ سوچا ہو کہ ان حالات میں بہتر سے بہتر جگہ کیسے بنائی جا سکتی ہے وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو ماحول کی سکہ بند قدری پیمانوں' خیروشر کی تقسیم کے معیاروں اور فکر و نظر کے زاویوں پر اندھا ایمان لاکر اپنی ذہنی قوتوں کو حرکت میں لاتے ہیں اور اپنے سارے کارنامے اس اہتمام سے سرانجام دیتے ہیں کہ وہ ان پیمانوں معیاروں اور زاویوں کے لحاظ سے قابل قدر ٹھہریں پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے اپنے ماحول' اپنے معاشرے' اور اپنے گرد چھائے حالات کے فکری قفس کا' اس کی تیلیوں کا اور اس کے اندر پھڑ پھڑانے والے طیور پر شکستہ کا جائزہ لیا ہے۔ ان کا مفکرانہ فکر ایک بجلی بن کر اس قفس کو پھونک ڈالنے کے لئے چکا ہے' ان کا فکر طیور پر شکستہ کو نئے بال و پر دینا چاہتا ہے' وہ قفس کی جگہ ایک نیا شاداب چمن آراستہ و پیراستہ کر دینا چاہتا ہے انھوں نے ماحول کے سکہ بند پیمانوں' تاریخ کے مہر کردہ معیاروں اور معاشرہ کے بنائے ہوئے فرسودہ زاویوں کا اقرار کرنے سے انکار کر کے سوچا ہے۔ وہ ان کے برعکس دوسرے پیمانے' دوسرے معیار' اور دوسرے زاویے رائج کرنے کے لئے سوچتے ہیں۔ اس طرح جب کبھی کوئی شخص بنی بنائی ہوئی دنیا کو قبول کرنے سے انکار کر کے ایک نئی دنیا کا نقشہ سوچنے لگ جاتا ہے' تو اسے ہم انقلابی مفکر قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی منہاج القرآن کے دستور العمل کی ایک شق سے محترم شخصیت روٹھ گئی اس کی پرواہ کئے بغیر دستور العمل میں تبدیلی نہ کرنا مفکرانہ کمال ہے "حسام الحرمین" کو درست سمجھتے ہوئے اپنی حکمت عملی میں تبدیلی نہ کرنا اور اپنے مسلک و نظریہ کی کسی سے تصدیق و تائید کے لئے دامن نہ پھیلانا' اتحادامت کا انقلابی پیغام دین و دنیا کا جامع فکر یہی وہ پہلو ہیں جنھوں نے انھیں مفکرانہ مقام پر لاکھڑا کیا ہے۔

Marfat.com

جامع فکر

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا مفکرانہ کارنامہ کیا ہے؟

اس سوال کے مختلف جواب سوچے جاسکتے ہیں جیسے پہلے عرض کر چکا ہوں مگر تمام ممکن جوابات اگر کوئی جوہر نکالا جاسکتا ہے تو وہ مربوط اور جامع فکر ہے۔

زندگی کے مختلف اجزاء کو الگ الگ رکھتے ہوئے' ان میں سے کسی ایک دو' چار پانچ' کے متعلق ہر ذہن آدمی سوچتا ہے اور بڑے کام کی باتیں سوچ لیتا ہے جن سے زندگی مستفید ہوتی ہے۔ بے شمار' ادیب' مصنف' فلسفی' علما' لیڈر ہر معاشرے میں اسی طرح کی فکری خدمات انجام دے کر ذریعہ ترقی بنتے رہتے ہیں۔

لیکن زندگی کو ایک کل کی حیثیت سے سامنے رکھ کر سوچنا' اس کے تمام کے تمام اجزاء کو مربوط صورت میں اکائی قرار دے کر سوچنا اس کے ہر پہلو کو اس شعور سے سوچنا کہ یہ دوسرے پہلوؤں پر اثر ڈال کر اور ان سے اثر لے کر کام کر رہا ہے' یہ ہر ذہین آدمی کا کام نہیں ہوتا اس کارنامے کے لئے بڑی ہمہ گیر نگاہ درکار ہوتی ہے۔ اس کے لئے زندگی کی وسعتوں کا احاطہ کر لینے والا ذہن مطلوب ہوتا ہے' اس کے لئے آدمی کے علم کا پیما سمندر کا سا ہونا چاہیئے۔

قادری صاحب کی خصوصیت یہی ہے کہ وہ زندگی کے کسی ایک مسئلے اور کسی ایک پہلو پر محدودیت نظر کے ساتھ غور نہیں کرتے' بلکہ وہ کسی جزئی مسئلے پر بھی لکھتے یا بولتے ہیں تو اسے ہمیشہ کل کے اندر رکھ کر سوچتے ہیں۔ انسانی زندگی کی ایک جامع و مربوط اسکیم کا فریم ان کے پاس ہے جس میں کسی مسئلے کی ٹھیک جگہ متعین کرنے کے بعد ہی وہ اظہار رائے کرتے ہیں' انھیں کہیں بھی جزئی مسائل کی فکر نہیں ہوتی' ہمیشہ وہ اپنی جامع و مربوط اسکیم کے فریم کی سلامتی کا خیال رکھتے ہیں متفرق چیزوں پر سوچنا اور متفرق خیالات دینا کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہو سکتا۔ بڑا کارنامہ ہمیشہ ایسے سوچنے والوں کا ہوتا ہے جو نظریہ و فکر کا ایک تھماج لیتے ہیں' اس سے ایک کونپل پھوٹتی ہے وہ تنا بنتی ہے' تنا سے شاخیں شاخوں سے پتے پھول اور پھل [illegible]

Marfat.com

باغ کا باغ جمالتے ہیں اس کی کسی چھوٹی سے چھوٹی کونپل اور کسی حقیری پتی پر بھی آپ ان کے خیالات کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے سارے باغ کو سامنے رکھ کر اس کونپل اور اس پتی پر رائے ظاہر کرتے ہیں۔

اس کے برعکس دوسرے لوگ وہ ہیں جو کہیں سے ٹہنی کہیں سے پتیاں' اکٹھی کرلیتے ہیں کہیں سے دو چار پھول حاصل کر لیتے ہیں اور ان سب کو اکٹھا کر کے ایک فکری گلدان میں سجا دیتے ہیں۔ ٹہنی سرو کی' تو پتیاں سرس کی اور پھول نرگس کے اب وہ اپنے گلدستہ کے ایک ایک جز پر خیالات اور قیمتی خیالات کا بڑا قیمتی یادگاری سرمایہ چھوڑیں' مگر یہ زندگی کا گلدستہ نہیں ہے زندگی ایک مربوط شے ہے وہ جڑ سے لے کر کونپل تک ایک ہی مجموعہ وجود رکھتی ہے اسے بدلا جائے گا تو پورا بدلا جائے گا قائم رکھا جائے گا تو مجموعی طور پر۔ دوسرے طریق کار پر زندگی نہیں سنواری جاسکتی۔ کسی درخت کی جڑیں کسی کا تنا کسی کی شاخیں' کسی کے پھول پتے جمع کر کے زندگی کا نیا درخت نہیں اگایا جاسکتا۔ نیا درخت تو ہمیشہ کسی نئے نظریئے سے اگتا ہے جو اپنا سب کچھ اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔

ٹھیک یہی قادری صاحب کے فکرو نظریہ کی مثال ہے ان کے وسیع لٹریچر کے مطالعہ اور خطابات کو سنے تو آدمی حیرت میں ڈوبارہ جاتا ہے کہ ایک آدمی اتنا زیادہ مصروف پچاس ممالک میں تحریکی و تنظیمی راہنمائی کرتے ہوئے دوسو کے لگ بھگ معیاری لٹریچر اتنی ضخامت کے ساتھ کس طرح مرتب کر ڈالتا ہے۔ یہ لٹریچر اسلام کے بارے میں ایک انسائیکلو پیڈیائی علم کا مظہر ہے۔ مگر صرف لٹریچر کی وسعت اور ضخامت ہی حیران کن نہیں' اور زیادہ تعجب ڈالنے والا وہ غیر معمولی تنوع ہے جو بحث و فکر موضوعات میں پایا جاتا ہے۔ عقائد و نظریات' اخلاق و تصوف' سیرت' تفسیر' حدیث' قانون اور دستور' سیاست و معیشت' سائنسی نظام تعلیم' قضا' مالیات' تجارت سود اور بینکنگ اور سیاست وقت مسائل اور دوسرے بے شمار موضوعات پر نہ صرف معلومات بلکہ ان کے ساتھ اجتہادی نقطہ نظر' مزید یہ کہ ایک جذبہ انقلابیت' پڑھنے والوں کو ان کے ہاں ملتا ہے۔

Marfat.com

سب سے بڑا کمال یہ کہ زندگی کے مختلف شعبوں، پہلوؤں موضوعات اور مسائل پر ہزاروں خطابات اور ہزاروں صفحات پر پھیلا ہوا لٹریچر جس فکر کو سامنے لاتا ہے وہ ایک ہی نظریہ کے سرچشمے سے ظہور پاتی ہے تمام کی تمام متفرق مباحث ایک ہی جڑ سے پھوٹتی ہیں، ایک ہی مقصد ہر جگہ بول رہا ہے، ایک ہی آئیڈیالوجی کی روشنی ہر جگہ پھیلی نظر آتی ہے اس دفتر کے دفتر کا شیرازہ اور ہر تقریر کا تانا بانا ایک ہی طرز فکر نے باندھ رکھا ہے یہ ہے وہ عظمت جس نے علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کو ایک امتیازی درجے کا مفکر بنا دیا ہے۔ میرے نزدیک اس طرز فکر کا کوئی مفکر حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد اب تک پیدا نہیں ہوا۔ ہمارے دور کا یہ مفکر پوری کائنات کو ایک منظم واحد ادارے کی حیثیت سے دیکھتا ہے اور اس کے اندر فطرتِ انسانی کی ایسی جگہ تجویز کرتا ہے کہ کائنات کا ہر شعبہ کل کے ساتھ بالکل ہم آہنگ رہے۔ پھر انسان کی پوری کی پوری نوعی تاریخ کو وہ بسا اوقات سوچتے وقت اس طرح سامنے رکھ لیتا ہے جس طرح جغرافیہ کا ایک استاد کرہ ارضی کے ماڈل کو اپنی میز پر رکھ لیتا ہے اس ہزار سالہ تاریخ کے کسی بھی دور کو وہ سارے باقی ادوار سے مربوط رکھ کر زیر غور لاتا ہے۔ عروج و زوال کے اسباب و محرکات و علل کا نفسیاتی تجزیہ کرتے ہوئے حالات حاضرہ کے مسائل پر خوب منطبق کرتا ہے۔ قرآنی فلسفہ انقلاب کے لیکچرز اس حقیقت کے غماز ہیں۔ ماضی و حال کے حالات کو تفسیری مطالب سے منطبق کرنے کا ملکہ و استعداد انہی کا طرۂ امتیاز ہے۔

قرآن حکیم کی ایسی تفسیر کرنا جیسے وہ ابھی نازل ہو رہا ہے اور ہم سے ہمکلام ہو رہا ہے یہ عظمت بھی انہی کے حصہ میں ہے۔ سنتے ہی سامعین یقین کے نور سے معمور ہو جاتے ہیں اور دل عش عش کر اٹھتا ہے۔ قرآن، فقہ، حدیث، سائنس، غرضیکہ ہر موضوع پر تحریر ایک ہی مرکزی نقطہ کے گرد گھومتی ہے یہی وجہ ہے وہ آدم تا ایندم حقیقت کو ایک ہی پاتا ہے۔ وہ عملی آدمی ہے اس لئے وہ جہاں ایک طرف وسعت نظر اتنی وسیع رکھتا ہے، وہاں دوسری طرف توجہ کو جس پوائنٹ پہ چاہتا ہے۔ پوری طرح مرتکز کر کے قائم کرتا ہے۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب انسانی

Marfat.com

زندگی کو ایک کل مانتے ہیں۔ ایک وحدت' ناقابل تقسیم وحدت قرار دے کر اس پر غور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسے مختلف خانوں میں بانٹ کر ہر خانے کو الگ الگ نظریوں کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔ جغرافیے اور زمانے کے تغیرات فطرت انسانی کے تقاضوں کو' اس کے خیر و شر کو' اس کے معروف و منکر کو نہیں بدل ڈالتے۔ حالت اصلیہ اور حالت کذائیہ میں مسائل و احکام کی تقسیم کر کے معقول و متوازن نظریہ اجتہاد پیش کرتے ہیں۔

دسو کے لگ بھگ کتابیں ہیں ان میں سے جس کو اٹھا کر دیکھ لیں ان میں قدر مشترک ان کی فکر ایک ہمہ گیر مرتب اور مربوط فکر دکھائی دیتی ہے۔ قادری صاحب کا ذہنی سانچہ ہی ایسا وسیع ہے کہ ساری کائنات ساری انسانیت ساری تاریخ اور ساری زندگی کو اپنے اندر لے کر پھر غور و فکر کا آغاز کرتا ہے۔ اس ذہنی سانچے میں جب اسلام کو رکھا جاتا ہے' تو وہ ایک منظم اور مربوط نظام کی ہیئت میں سامنے آتا ہے۔ اسی ہمہ گیرانہ اور جامعانہ اسلوب سے وہ جب کسی الجھے ہوئے مسئلے کو چھیڑتے ہیں تو ایک جزئی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہمیں پورے سسٹم میں وہ خاص مسئلہ رکھ کر دکھاتے ہیں۔ وہ "اجتہاد" کے موضوع کو چھیڑیں گے تو پورے پورے اسلام کے آفاقی قانونی نظام کو دنیا بھر کے تمام نظاموں کے مقابلے پر رکھ کر پھر ہمیں دکھائیں گے کہ اجتہاد کی ناگزیریت کیوں ہے اور کس لئے ہے اور کیسے ہے؟ اور اسے اگر ختم کر دیا جائے تو کس طرح سارا ڈھانچہ پیوند زمین ہو کے رہ جاتا ہے۔ وہ سود اور اسلامی بنکنگ پر بات چھیڑتے ہیں تو ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام کا تفصیلی نقشہ سامنے لاکر بتاتے ہیں کہ اس نظام کو مفاسد سے مالا مال کرنے میں سود کا پارٹ کیا ہے اور دوسری طرف اسلامی نظام معیشت کا مکمل خاکہ کھینچ کر دکھا دیتے ہیں کہ اس کے اندر سود کے لئے سرے سے کوئی جگہ نہیں نکلتی۔ اور زبردستی نکالی جائے تو اس خاکہ کے سارے مقاصد غارت ہو کر رہ جائیں گے۔ اسلامی بینکنگ پر بات کرتے ہیں تو پورے ممالک کے بنکوں کو سامنے لاکھڑا کرتے ہیں۔ اور ٹھوس دلائل سے ثابت کرتے ہیں کہ بینکنگ کا نظام اسلامی کیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع سے متعلق تقریر و تحریر دونوں ایسی ہیں کہ انسان کی نگاہیں کفر و طاغوت

Marfat.com

کے سامنے جھکنے و معذرت کی بجائے انسان سر فخر کے ساتھ بلند کر سکتا ہے۔ سائنس کے موضوع پر ایسی مدلل گفتگو کہ جس سے انگ انگ خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ اسلام کی آفاقیت کا نعرہ جذباتی نظر نہیں آتا بلکہ ایک ٹھوس حقیقت سامنے آجاتی ہے۔

جامع نظریئے اور زندگی کے نظام دینے والے لوگ ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں وہ اس لئے بڑے ہوتے ہیں اور اسی لئے بڑے مانے جاتے ہیں کہ وہ انسانی معاشروں کو وہ چیز بہم پہنچاتے ہیں' جس سے نئے ذہن پیدا ہوتے ہیں نئے خیالات اٹھتے ہیں' حرکت و سرگرمی پیدا ہوتی ہے' مقصد اور نصب العین ہاتھ آتا ہے' تعمیری قوتوں کو کام کرنے کے لئے نقشے ملتے ہیں' اور زندگی ایک کل کی طرح مربوط ہو کر متحرک ہو جاتی ہے اور یہی لوگ انقلابی مفکر' قائد تحریک کہلانے کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

اسلام کا تعارف بحیثیت نظام و تحریک

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی مفکرانہ عظمت کا دوسرا راز یہ ہے کہ آپ نے اسلام کو بحیثیت نظام و تحریک متعارف کرایا ہے صدہا برس کے تباہ کن عوامل کی گرفت سے نکالا ہے اور مذہب و ملت کی سطح سے اٹھا کر نظام زندگی ہونے کا صحیح مقام اسے دوبارہ اس مادہ پرستانہ دور میں پورے دلائل کے ساتھ دیا ہے۔ اس کے عقائد و عبادات' اخلاقی ہدایات کو سیاست و تمدن سے کاٹ کر جو بے معنی حیثیت دے دی گئی ہے ان ساری حرکات کے ایک ایک اثر کا ازالہ کر کے اسے "دین" کی حیثیت میں ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ دین و سیاست کی تقسیم کا جو نظریہ مغرب سے آیا تھا اور آکر ہماری ذہنی فضا پر اثر انداز ہو گیا تھا' اس کے خلاف ملت کے اجتماعی ذہن نے جو کشمکش کی ہے اور جس میں تاریخی حصہ علامہ اقبال کا بھی تھا اسے کامیاب تکمیل تک علامہ طاہر القادری پہنچا رہے ہیں ان کا تصور اسلام زندگی کے سارے مسائل کو اپنے دائرہ میں لیتا ہے اور ان کو اپنے اسلوب سے حل کرتا ہے۔ ان کا تصور اسلام ایک نئی دنیا ایک پورا عالم قرآنی اپنے اندر لئے ہوئے ہے اس معاملے میں طاہر القادری کا کام بالکل نیا اور انوکھا نہیں ہے بلکہ اسلام کا

Marfat.com

ری انسانیت سے اپنا رشتہ جوڑ کر ان بنیادی حقیقتوں کو سوچتے ہیں جن سے ہر فرد' ہر قوم اور ہر ملک کا مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ اسلام ساری نوع انسانی کو خطاب کرتا ہے اور ایک عالمی تحریک اور ایک جہانی نظام ہونے کا مدعی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب سے ملت سے یہی توقع کرتے ہیں۔ کہ قوم گروہی' ملکی مفادات کی سطح سے بلند ہو کر سوچے۔ طاہرالقادری اسلام کو مسلک و مذہب کی حیثیت سے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے دین فلاح کی حیثیت سے لے کر اٹھا ہے۔ ان کے سامنے ایک جہانی ریاست اور واحد انسانی قومیت کا نہایت ہی بلند اور وسیع مطمع نظر ہے۔ کام کا دائرہ آغاز وہ بھی عملاً مسلمان قوم کو قرار دیتا ہے لیکن وہ مسلم قوم پرستی کی تنگ حدود کو پہلے قدم پر توڑ کر آگے چلتا ہے۔ یہ قادری صاحب کا اہم کارنامہ ہے طاہرالقادری غیر معمولی مفکر ہے جو زندگی سے تضادات کو سمجھتا ہے اور پھر ان کو سمجھ کر ہی تنقید کا نشانہ بنا کر اجتماعی حس کو بیدار کرنے میں لگا ہوا ہے۔ بدنصیبی سے لوگوں کا نظریہ یہ ہو گیا ہے کہ مسلمان جو کچھ بھی کرے وہ اسلامی ہے' حتیٰ کہ اگر وہ اسلام سے بغاوت کرے تو وہ اسلامی بغاوت ہے' یہ سودی بنک کھولیں تو اس کا اسلامی بنک ہوگا۔ یہ غیر اسلامی تعلیم کا دروازہ کھولیں تو وہ مسلم یونیورسٹی اسلامیہ کالج یا اسلامیہ ہائی سکول ہوگا۔ اس سب حقیقت کو واضح کیا ہے کہ نام سے بات نہیں بنتی بلکہ کام سے اور حقیقت سے اسلام عبارت ہے۔

منظم ذہن

بہت سے لوگ معلومات کے سمندر دماغ میں اتار جاتے ہیں مطالعہ غیر معمولی حد تک وسیع ہوتا ہے' لیکن زندگی کی کوئی ایک گرہ سلجھا نہیں سکتے۔ اور کسی ایک مسئلے کے صحیح حل کا راستہ نہیں نکال سکتے۔ کتابیں لکھتے ہیں اور بے حساب کتابیں لکھتے ہیں' مقالات نگاری بڑے بڑے اونچے معیار پر َ تے ہیں' لیکن زندگی جن الجھنوں میں گھری ہے' دماغ جن پیچیدگیوں میں مبتلا ہے۔ خیالات جس طرح متصادم ہیں۔ ان کی ایک گرہ بھی نہیں کھول سکتے وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے وہ مترتب و منظم طریق سے غور و فکر کرنے سے عاری ہیں۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد

Marfat.com

جامع تصور ہمارے دینی و علمی لٹریچر میں ہمیشہ موجود رہا ہے اور [illegible]
رہے ہیں ماضی قریب میں امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے نظام اسلامی کا مکمل تصور دیا ہے
حجۃ اللہ البالغہ" و دیگر ان کی تصانیف اس امر پر غماز ہیں۔

اس دور کے متاخرین میں علامہ اقبال اور دوسرے بے شمار لکھنے بولنے والے اسی تصور کی آبیاری کرتے رہے ہیں۔ طاہرالقادری کا کوئی خاص حصہ اس خدمت میں ہے تو وہ یہ ہے کہ آپ نے اسلامی نظام کو تحریک منہاج القرآن کی شکل میں ایک سائنس بنا کر دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔

دوسری خاص بات یہ ہے کہ آپ کا تصور اسلام محض نظریاتی نہیں ہے بلکہ ایک عملی آدمی کے ذہن کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ یہ عملی ذہن نظام اسلامی کے تخیل میں ایک تحریکیت پیدا کر دیتا ہے یعنی اسکا تصور اسلام ایسا ہے جو اپنے مخالف نظریات وتصورات' غلط نظام سیاست و تمدن سے ٹکرانا چاہتا ہے' وہ تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ تصور ایک بہاؤ رکھنے والے موج دریا کی طرح ہے۔ اسی سے وہ محض مفکر بننے کے بجائے انقلابی مفکر بنتا ہے۔ پھر یہ انقلابی مفکر محض تحریکیت کا شعور دلا کر نہیں رہ جاتا' اپنی فکری مہم کے ساتھ ساتھ متوازی طور پر عملی تحریک لے کر چل رہا ہے۔ بلکہ در حقیقت وہ سارا فکری کام اپنی عملی جدوجہد کے لئے کر رہا ہے بالعموم "مفکرین" عملی میدان میں کچھ نہیں کر پاتے۔ لیکن طاہرالقادری ایک ایسا مفکر ہے جو جیسی فکر دے رہا ہے ویسی ہی تحریک بھی بپا کئے ہوئے ہے۔

اسلام آفاقی دین

اکثر لوگ اپنی ذات اور خاندان تک سوچ کر رہ جاتے ہیں کچھ محلے اور پڑوس شہر اور علاقے کے مسائل سے دلچسپی لیتے ہیں۔ اور اس سے آگے نہیں سوچ سکتے۔ پھر کچھ لوگ اپنے گروہ' جماعت' تنظیم' مکتب فکر کی فلاح و بہبود تک نگاہیں اٹھا سکتے ہیں۔ اس درجے کے محدود تفکر سے کوئی مفکر نہیں بنتا' مفکرین کا کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ قوم اور ملک کی فلاح و بہبود سے تعلق رکھنے والے مسائل کو نگاہ کے احاطے میں لیتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر وہ مثالی مفکرین آتے ہیں جو

Marfat.com

طاہر القادری صاحب کو مفکرانہ مرتبے پر لانے والی ایک خصوصیت ان کا ایک ہی منظم اور مرتب ذہن ہے۔ عملی تجربات و مشاہدات' کتابی مطالعے اور ذاتی غور و فکر سے وہ جو مواد معلومات بھی حاصل کرتے ہیں وہ بہترین ترتیب کے ساتھ ان کے ذہن میں جگہ پاتا ہے۔ اس منظم اور مرتب ذہن کے ساتھ جب وہ کوئی کام کرنے لگتے ہیں تو ان کا سب سے بڑا کمال ماہرانہ تجزیہ ہے۔ وہ معاشرہ کو دیتے ہیں تو اس کے عناصر کا تفصیلی تجزیہ کرتے ہیں' وہ کسی بحث میں حصہ لیتے ہیں تو پہلے موضوع بحث اور میدان بحث کا تجزیہ کرتے ہیں وہ کسی سوال سے دوچار ہوتے ہیں تو سوال اور اسے پیدا کرنے والے ذہن کا تجزیہ کرتے ہیں وہ کسی فکرو نظام پر بات کرتے ہیں تو بات کرنے سے پہلے اس کا تجزیہ کرتے ہیں وہ کسی سے مخاطب ہوتے ہیں تو اس کی نفسیاتی کیفیت کا تجزیہ کرتے ہیں' وہ کام کرنے کے لئے کوئی پروگرام اختیار کرتے ہیں تو لازما اس پروگرام کا تجزیہ کر کے اس کے ایک ایک حصے کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ جس پست ذہنی سطح پر ہے اور جس طرح فکری کشمکش سے دوچار ہے اور جو ذہنی انتشار اس میں شائع و ذائع ہے اس کی وجہ سے جو سوال پیدا ہوتے ہیں پہلے تو سائل خود کود الجھ جاتا ہے پھر ان کے جو جواب دیئے جاتے ہیں وہ سوال سے زیادہ الجھ کر سامنے آتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ سوال تو لاینحل ہو کر رہ گیا۔

Marfat.com

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے خطابات...

حالات او مسائل کے ایسے تجزیے کے آثار ملیں گے جن کے تحت ایک ایک ...

ترتیب میں آئے گی اور سلسلہ خیالات کی ہر کڑی کا ربط دوسری کڑی سے ... منطقی حکم ...

فکری Straight Thinking اور راست کلامی ان کا ایک بڑا فنی کمال ہے جس کے بغیر ...

عالم تو ہو سکتے تھے مفکر نہیں ہو سکتے تھے۔ پروفیسر صاحب کی یہ وہ خصوصیت ہے کہ ان کی

تقریریں سننے والے بیگانے بھی اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے

متوازن وسطی مقام

ہماری سوسائٹی نظریات اور کلچر کے لحاظ سے دو حصوں میں بُری طرح بٹ رہی ہے ایک طرف مذہبی عناصر جو زندگی کے نظام سے بے تعلق ہو کر فساد ماحول کے خلاف ایک منفعلانہ اور جنگی قسم کی جدوجہد میں مصروف ہیں (الا ماشاء اللہ) دوسری طرف جدید طبقہ ہے جو اسلام سے بے نیاز ہو کر زندگی کے اجتماعی نظام کو اندھا دھند چلائے جا رہا ہے۔ مذہبی لوگ زندگی کی گاڑی کو اصلی نصب العین کی طرف لے جانے کا راستہ جانتے ہیں مگر اس کی ڈرائیونگ کا ان کو عملی تجربہ نہیں ہے یہ گاڑی چلانا جانتے ہیں مگر راستہ بھول چکے ہیں دین کی حقیقتوں کا علم ہے مگر جدید حالات اور جدید نظریات سے بے ربطی ہے اس کے برعکس دوسرے لوگ جدید حالات و نظریات کی مہارت رکھتے ہیں مگر دین کا ماہرانہ علم نہیں ہے انگریزی استیلا نے پہلے تو دونوں کو دین و سیاست کی تفریق کے نظریئے پر کام کر کے باہم دگر پھاڑ دیا اور پھر آہستہ آہستہ ان کو حریف بنا ڈالا تنفر اور کھچا تانی کی کیفیت پیدا ہو چکی ہے دونوں کے درمیان ایک دوسرے سے لین دین کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ادھر یہ دعوی کہ دین کا ہم علم رکھتے ہیں تم کو ہماری رہنمائی ماننی چاہئے ادھر سے یہ مطالبہ کہ زندگی کا جو نیا نظام ہم اپنے روشن دماغوں سے چلا رہے ہیں۔ اس دور میں یہی ذریعہ ترقی ہے اسی بناء پر طبقاتی بُعد پیدا ہوا ہے۔ مسٹر اور مولوی کی تقسیم ہوئی۔ تعلیمی مراکز الگ الگ ہو گئے بولیاں اور دلچسپیاں الگ الگ ہو گئیں اس طبقاتی کشمکش میں آپ نے خط اعتدال فراہم کر دیا ہے جس پر

Marfat.com

دونوں طرف کے لوگ آکر شانہ بشانہ کھڑے ہوئے ہیں تاکہ تاریخ سازی میں اپنا حصہ ادا کر سکیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے وہ دونوں طرف کے علوم سے بہرہ اندوز ہیں۔ دونوں طبقوں کو دیکھا ہے۔ دونوں کی خوبیاں اور خامیاں اور دونوں کا جو ہر مشترک ان کے سامنے واضح ہے۔ یعنی انہوں نے دونوں گروہوں کی طبقاتی پوزیشن میں سے کسی کو قبول نہیں کیا۔ دونوں کے بیچ میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر دونوں پر ضروری تنقید کی ہے۔ دونوں کے اندر جو پہلو کام کے ہیں ان کی اہمیت واضح کی ہے جو کمزوریاں ہیں انہیں بے نقاب کیا ہے۔ اور پھر دونوں کے سامنے اپنی دعوت اس طرح رکھی ہے کہ اس میں کچھ وجوہ جاذبیت اِدھر والوں کے لئے ہیں کچھ اُدھر والوں کے لئے۔ مثلاً وہ اصول تو اسلام سے لینا چاہتے ہیں لیکن دوسری طرف اس اصول پر کام کرنے کے لئے اجتہادی نقطۂ نظر کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ نظریہ زندگی تو سو فیصد اسلامی رکھتے ہیں لیکن عملاً زندگی کا نظام بنانے میں وہ جدید ذرائع و وسائل' ادارات کی جدید اشکال اور ڈھانچوں' نئے دور کی علمی ترقیوں سب سے کام لینا ضروری سمجھتے ہیں اسے یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ فکر میں قدیم اور حکمتِ عملی میں جدید بن جانے کی بات کرتے ہیں وہ جدید علوم سے استفادہ ضروری قرار دیتے ہیں۔

وہ قانون کے اصول اسلامی شریعت سے ہی لیتے ہیں مگر دوسری طرف پچھلے دور کی طے شدہ فقہی جزئیات کو ان اصولوں کے ساتھ دوامی شریعت کی حیثیت دینے پر تیار نہیں ہیں۔ دستور کے لئے آئیڈیالوجی تو بلا آمیزش خدااور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتے ہیں لیکن اس کام کو کرنے کے لئے جدید حالات کے تقاضوں کے مطابق کوئی ساموزوں خارجی ڈھانچہ مرتب کر لینے کے حق میں ہیں۔ ایک وسطی مقام سے پروفیسر صاحب نے اپنی دعوت دونوں عناصر کو یکساں پیش کی ہے اور دونوں سے کام کے آدمی حاصل کر رہے ہیں۔ مگر ان کا عملی تجربہ یہ ہے کہ ان کی دعوت پر لبیک کہنے والے اس کے سانچے میں کردار کو ڈھالنے والے اور اس کے لئے جدوجہد کرنے کے لحاظ سے جدید طبقہ نے بہت زیادہ اور بہت کام کے آدمی فراہم کیئے ہیں۔ چنانچہ اب بھی نوجوان طلبہ

Marfat.com

کے حلقوں میں یہ دعوت جس طرح اپنے راستے تیزی سے بنارہی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یا تو اس دعوت میں جدید طبقے کے لئے اپیل نسبتاً زیادہ ہے یا جدید طبقے میں کام کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے غالباً یہ دونوں ہی باتیں درست ہیں۔ قادری صاحب دنیا کے ان خوش نصیب مفکرین میں سے ہیں جن کا فکر ان کی زندگی میں عملی تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس میں تاریخی احوال کے عمل کا بھی بڑا اثر ہے اور اس کاوش اور جدوجہد کا بھی بڑا حصہ ہے جو پروفیسر صاحب نے سال ہا سال صبر اور بے لوث اخلاص کے ساتھ حالات پر اثر انداز ہونے کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ آج جبکہ قادری صاحب کا فکر ایک کتابی دعوت کے درجے سے بلند ہو کر ایک وسیع تحریک کی شکل میں کام کر رہا ہے۔

قادری صاحب کے بارے میں جو لوگ کسی سیاسی اور جزئی مسائل میں ان کی رائے یا تقریر وہ بھی متعصب اخبار نویسوں کی مسخ کردہ پڑھ کر ایک مستقل رائے قائم کر لیتے ہیں اور پھر اس رائے کی عینک لگا کر آئندہ کی ہر چیز کو دیکھتے چلے جاتے ہیں کاش کہ انھیں بتایا جا سکتا کہ ایسی شخصیتوں کے بارے میں رائے قائم کرنے کا طریقہ یہ نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے اختلاف کرنے والے بھی ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے کام کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان کو ملک و قوم کے لئے باعث عزت۔ سمجھتے ہیں دنیا میں مروجہ اصطلاح کے لحاظ سے بڑے آدمی اتنے ہیں کہ بڑا آدمی ہونا کوئی خاص بات نہیں رہی' سائنسدان' جج' جرنیل' بنک کار' کروڑپتی' سربراہان مملکت' اور وزراء' فلمی ڈائریکٹر اور ایکٹر' موسیقار' مصور' ناول نگار' شاعر' صحافی' ادیب' کرکٹ اور ہاکی کے چیمپئن' حسن کی ملکائیں اور نجانے کون کون!

اصل بڑے آدمی ان بڑے آدمیوں سے ذرا اوپر کی سطح پر ملتے ہیں۔ ان کی بڑائی یہ ہوتی ہے کہ معاشرے کا اچھا عنصر ان کی طرف کھنچتا ہے اور جو کوئی بھی ان کے قریب جا کر اٹھتا ہے اس میں ذہنی اور اخلاقی لحاظ سے بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بڑا آدمی اسے کہیئے جو انسانوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد میں بڑائی پیدا کر دے۔ قادری صاحب کو جس کا جی چاہے دل کھول کر برا بھلا کہے اور سخت

Marfat.com

خطرناک آدمی قرار دے' مگر ان کے اس کارنامے سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے ہزارہا انسانوں کو راست فکری' بیداری دل' صبرو عزیمت' نظم' شائستگی' ذوق تحقیق و مطالعہ' اظہار حق اور ایثار کی صفات سے آراستہ کر دیا ہے۔ بہت سے افراد کو ان کی دعوت نے معمولی زندگی کے دائرے سے اٹھا کر جگمگاتی شخصیت سے مالا مال کر دیا ہے۔ بڑا کام روپیہ جمع کرنا' فصلیں اگانا' فیکٹریوں سے مصنوعات کے انبار منڈیوں میں لانا' زرمبادلہ کمانا' عمارات اٹھانا' مینار کھڑے کرنا' مویشیوں کے میلے لگانا' اور ثقافتی شو دکھانا نہیں بڑا کام انسان گری ہے' ٹوٹے ہوئے' بکھرے ہوئے آدمیوں کی تعمیر نو! تم چاہو تو قادری صاحب کی انسان گری کے نمونے اندرون و بیرون ممالک کے ہر کونے میں دیکھ سکتے ہو۔ وہ ایک خاص طرح کا کردار ہے۔ جو وقت کے سٹیج پر جا بجا جلوہ گر ہے۔

تعلیمی انقلاب کی منفرد آواز

کسی قوم کی حقیقی آزادی کا نقطہ آغاز دراصل باہر کے مسلط کردہ نظریات و تصورات کے سلاسل و اغلال سے اس کے ایمان و فکر کا آزاد ہونا ہے۔ بیرونی سیاسی استیلا کے خاتمے اور کسی سامراج سے نجات پالینے سے تو محض اس کے اندیشے سے فارغ ہو کر اپنے جہان افکار کو تعمیر کر سکے' اپنے قومی تشخص کو مخصوص تہذیبی خدوخال کے ساتھ تاریخی حوادث کے اس ملبے سے نکال کر اور گرد و غبار سے پاک کر کے ازسرنو استوار کر سکے جس کے تودے کے تودے سامراجی یلغار کے نتیجے میں معاشرے کے ہر گوشے میں نمودار ہو جایا کرتے ہیں ہم لوگوں کو اللہ تعالی کے فضل و کرم سے برطانوی شہنشائیت اور اس کے سائے میں پل پوس کر ہمیں دبوچ لینے کی تیاری کرنے والے برہمنی مہاجنی سامراج سے نجات پائے آج انچاس سال پورے ہوگئے ہیں لیکن افسوس کہ اب تک ہمارے معاشرے کے افق سے ایمان و فکر کا خورشید زندگی افروز طلوع نہیں ہوا۔ ابھی ہم حقیقی آزادی کے اس نقطہ آغاز تک پہنچنے کے لئے نت نئے راہزنوں کا دامن تھام کر خوف اور محرومیوں کی وادی میں ٹاک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں۔ ہماری انچاس سالہ داستان آزادی، کتنی دکھ بھری ہے

Marfat.com

اس مدت میں ہمارے سروں سے خون کی موجیں گزر گئیں اور کبھی آگ کی لہریں ہمارا تو تشکیل یافتہ وطن دولخت ہو گیا' پے در پے عوام اور اسلام کے نام پر حکمرانوں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ سیاسی' معاشی بحران نے زندگی اجیرن کر دی ہے۔ جان ومال' عزت و آبرو کی حفاظت معدوم ہے۔ جس مملکت کے وزیراعظم کا بھائی محفوظ نہ ہو' انتظامیہ محفوظ نہ ہو' وہاں کے عام شہریوں کی زندگی کیسے محفوظ ہو سکتی ہے! دراصل ایمان وفکر کو کسی بھی نقشے پر نشوونما دینے میں کسی قوم کے نظام تعلیم کو بہت ہی موثر دخل حاصل ہوتا ہے۔ نظام تعلیم ہی نئی نسلوں کو کسی بلند نصب العین کی طرف پرواز کرنے کے لئے فکر وحکمت کے بال و پر دیتا ہے۔

مگر ہماری مصیبت یہ ہوئی کہ ہم آزادی کے انچاس سال گزار کر بھی رخصت ہو جانے والی سامراجی قوت کے بنائے ہوئے اسی تعلیمی قفس میں گرفتار ہیں جس کی شان ہی یہی رہی ہے کہ وہ نہ بال وپر اگنے دیتا ہے اور نہ ذوق پرواز ہی سے اپنے پروردگان کو بہرہ مند ہونے دیتا ہے۔ یہ قفس تعلیم نہ جانے کیوں ایسی مقدس میراث قرار پاگیا ہے کہ اس میں اب تک معمولی قسم کے ردوبدل سے آگے بڑھ کر کسی حکمران قوت نے یہ سوچنے تک کی جرات نہیں کی کہ اس قفس کو توڑ کر ملت کا ایک آزاد نشیمن وجود میں لایا جائے۔ دوسرے لفظوں میں ہم تعلیمی غلامی سے نجات پانے کے قابل نہیں ہو سکے۔ قومی زندگی میں نظام تعلیم کی وہی حیثیت ہے جو فرد کے لئے اس کے دماغ کی ہوتی ہے۔

اگر دماغ کسی ساحر کی ساحری اور کسی سامری کے طلسم کا شکار ہوجائے تو فرد کی ساری حرکات و سکنات اس کی منشاء کے مطابق نمودار ہوں گی۔ خواہ وہ اپنی زندگی یہ سمجھتا رہے کہ وہ اپنی آزاد سوچ بچار سے ہر اقدام کر رہا ہے۔ اگر اس کے اپنے دینی' ملی' اور خاندانی رجحانات کے خلاف متصادم قسم کے تہذیبی افکار و تصورات اس کے دماغ میں فاتحانہ شان سے گھس کر مستقل محاذ آرائی کی کیفیت پیدا کر دیں تو اس کے عقیدے اور افکار ہر لمحہ ایک ایسی جنگ مسلسل سے دوچار رہیں گے جس میں روز اس کی اصول و روایات [illegible]

Marfat.com

کچھ زخمی سراپاہج ہو کر رہ جاتے ہیں۔ایسی صورت میں پراگندگی افکار اور ذہنی انتشار کے روگ سے کوئی بچاؤ نہیں۔ ایسے ہی تضادات کے غیر مختتم تصادم کی وجہ سے بسا اوقات دماغ بالکل ہی چل جاتا ہے اور پھر جسم و اعضاء کی تمام حرکات لایعنی بلکہ تخریبی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اگر ایک قوم کا نظام تعلیم فساد و اختلال کی کسی بھی خاص صورت کا شکار ہو جائے تو اس قوم کی تمام سیاسی معاشی اور ثقافتی سرگرمیوں میں بگاڑ اور ضرر پیدا ہو جاتا ہے۔

بدقسمتی سے ہم جس نظام تعلیم سے دوچار ہیں وہ ہمارے قومی وجود اور تہذیبی تشخص سے غیر اہم اور ہر لحظہ برسر تصادم ہے۔ نتیجہ یہ کہ معاشرے کے کسی بھی شعبے کی کل سیدھی نہیں اور جو پہلے کچھ سیدھی تھی وہ بھی روز بروز ٹیڑھی ہوتی جارہی ہے' لیکن کارفرما قوتوں نے کبھی تعلیم کے بنیادی مسئلے پر صحیح طور پر توجہ ہی نہیں دی۔ ہماری متذکرہ بنیادی قومی کوتاہی کے نتائج بد کی فصل ہمارے چاروں طرف لہلہا رہی ہے۔ ذہنی بانجھ پن' لامقصدیت' جعل سازی' خیانت' ضمیر فروشی' ناشائستگی' قانون شکنی' بے ضابطگی' ہوس پرستی' اور فحش پسندی کے روگ کتنے عام ہیں۔ الغرض مدعا یہ ہے کہ مسئلہ تعلیم کسی قوم کا بے حد اہم اور بالکل اولین مسئلہ ہے اور اس پر توجہ نہ دی جائے تو سارا معاشرہ چوپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہماری تاریخ میں اپنے وقت کے حالات کو ملحوظ رکھ کر سرسید ایک تعلیمی اسکیم لے کر اٹھے تھے' لیکن اس اسکیم کا جو وقتی مقصد تھا وہ اپنے اچھے اور برے پہلوؤں کے ساتھ حاصل ہو چکا اور اب دور آزادی میں ایک آزاد مسلم ریاست کے لئے وہ اسکیم ذرہ بھر کار آمد نہیں رہی۔ علامہ مرحوم کے بعد پہلی بار صحیح مسلم زاویہ نگاہ سے ایک مکمل تعلیمی انقلاب کی آواز علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے اٹھائی ہے صرف آواز ہی نہیں اٹھائی بلکہ عملی اقدامات بھی کئے ہیں۔

(۱) جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن

(۲) منہاج قرآن ڈگری کالج برائے طالبات

(۳) عوامی تعلیمی مراکز

Marfat.com

یہ ٹھوس اور جامع منصوبہ ہے جس پر تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ پروفیسر صاحب
تقریروں میں ایک جامع حکمت تعلیم اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اسکیم اور ان کے لئے
نصاب وغیرہ مسائل پر اتنا مواد ہمارے سامنے رکھ دیا ہے کہ اگر قادری صاحب اور کوئی کام نہ
کرتے تو یہی ایک کارنامہ انھیں ہماری تاریخ کی ایک عظیم شخصیت بنانے کے لئے کافی ہے۔
پروفیسر صاحب ماضی سے لے کر حال تک پھیلی ہوئی اس صف رجال میں سے ہیں جس کے ہر فرد
کا سانحہ یہ ہے کہ اس کے سرچشمہ علم سے استفادہ کرنے والے مخلصین کے مقابلے میں ان میں
کیچڑ پھینکنے والوں کا انبوہ ہمیشہ کثیر التعداد رہا ہے۔ دراصل زمانہ ہر اس شخص سے انتقام لیتا ہے جو
اس کے دھارے کا رخ بدلنے کی سعی کرے۔ قادری صاحب نے انقلابی سعی نہ صرف تعلیم کے
دائرے میں بلکہ دینی شعور و حکمت کے دائرے میں اور دستور و قانون کے دائرے میں بھی پرزور
طریق سے جاری کر رکھی ہے۔

اتنے بڑے جرم کی کچھ تو پاداش ہونی چاہیے!!

مگر معاندین وحسور کے اٹھائے ہوئے طوفانوں کے درمیان قوم کے ذہنی عناصر آہستہ آہستہ قادری
صاحب کے پیغام کے حسین خدوخال کو پہچان رہے ہیں اور ان کے افکار سے استفادہ کرنے والوں
کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔

موج نور و نکہت

قادری صاحب کی خدمت میں ہوں تو وقت کا کوئی بھی لمحہ ہو، ہر دم بہ صد مسرت یہی احساس ہوتا
ہے کہ یہ وقت ہے شگفتن گلہائے ناز کا!

"کچھ گلہائے ناز" اور "کچھ گلہائے راز" ہر ناز ایک راز، اور ہر راز ایک ناز!

کیوں نہ ہو، وہ لمحہ بھی شاید قدرت کے چمنستان تخلیق یا خیابان تکوین میں شگفتن گلہائے ناز کا لمحہ
ہوگا جب قادری صاحب نے اس دنیا میں پہلی سانس لی ہوگی۔ پروفیسر صاحب کی پوری شخصیت کا
اجمالی بیان صرف اتنا ہے کہ وہ کمال شعور اور شدت احساس کے باوجود زندگی کی وادی کرب و الم
[illegible]

Marfat.com

سے گذرنے والی ایک ایک موج نور و نکہت ہے جو موتی اور پھول برساتی جارہی ہے۔ ان کے افکار اور ان کی دلیلیں موتیوں جیسی ہیں اور ان کے مزاحیہ جملے پھولوں کی مانند ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان موتیوں اور پھولوں سے دامن بھرے اور کچھ بھر رہے ہیں اور کچھ موتیوں پر پتھر برسا رہے ہیں اور پھولوں پر انگارے پھینک رہے ہیں۔

اپنی اپنی نگاہ' اپنا اپنا نصیب!!

قادری صاحب کا مسلک ہر معاملے میں اعتدال ہے اور بالعموم انتہا پسندی سے بچ کر ترازو کے پلڑے برابر رکھتے ہیں وہ نہ "مقطع" ہیں نہ "ہنسوڑ" ایسا نہیں ہے کہ قادری صاحب کی محفل میں زور وشور سے قہقہے لگ رہے ہوں لوگ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہے ہوں اور مسلسل ظرافت کا ایک طوفان برپا رہے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی نہیں ہے کہ پروفیسر صاحب خشونت کا ایک پیکر بنے تقویٰ جھاڑ رہے ہوں اور حاضرین سر جھکائے منہ بسور رہے ہوں۔ ایک طرف دعوت و تحریک سے پیدا ہونے والے معاملات ومسائل کی پیچیدگی اگر سنجیدگی کے بوجھ سے ساتھیوں کو بچانے کے لئے لطافت بیان سے کام لیتے ہیں۔ ان کا میدان تضحیک و استہزاء نہیں ہے جس کے پیچھے کبر میں ڈھلا ہوا احساس کمتری کام کرتا ہے' نفرت و تحقیر کو ان کے دل میں جگہ نہیں مل سکی ہے۔ انہوں نے کبھی مہارت تکلم کا نشانہ بنا کر کسی کی دل آزاری نہیں کی کسی کی کمزوریوں کا خاکہ نہیں اڑایا۔ قادری صاحب مزاح نگار بھی نہیں ہیں کہ سوچ سوچ کر مزاحیہ مضمون اور عبارتیں تخلیق کریں۔ ہنسنے ہنسانے کا فن ان کے ذہن پر سوار نہیں ہوا کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے لطیفہ دار واقعات کو بہم کریں اور پھر ایک کاریگر کی طرح انھیں لفظوں میں جوڑ جاڑ کر اس طرح لائیں کہ جو پڑھے سنے ان کا دل خوش ہو جائے پروفیسر صاحب! کے یہاں تبسم انگیز کلام میں بھی آپ کو ثقاہت و اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات نہ ملے گی۔

بہت سے لوگوں نے " جنسیت" کے مواد سے مزاح گوئی کی ہے اور کئی جگہ تو لکھنے والے بالکل غلاظت کی جھیل میں غوطہ ہی لگا گئے ہیں۔ حسن کی باتیں ایسی بھونڈی کہ سرے سے حسن غارت!

Marfat.com

پروفیسر صاحب نے اس جادہ پامال پر کبھی قدم نہیں رکھا قادری صاحب لطیفہ گو بھی نہیں ہیں کہ مطالعہ اور گفتگوؤں سے لطائف جمع کرتے رہیں اور پھر ان کو حسب موقع استعمال فرمائیں۔ خود آپ اس انداز کے لطیفہ گو نہیں ہیں جو خندہ آفریں واقعات یا گفتگوؤں کی روایت ڈرامائی انداز سے بیان کر کے زعفران پاشی کرتے ہوں۔ آپ گفتگوؤں میں اکثر حسب حالات انداز میں لطافت پیدا کر دیتے ہیں اور ایسے جملوں کو میں "شگوفے" کہوں گا۔ یہ شگوفے تخلیقی انداز کے ہوتے ہیں جن کی مثالیں غالب کے یہاں ملتی ہیں مگر قادری صاحب کا رنگ قدرے مختلف ہے۔

پروفیسر صاحب کا مزاح آمیز کلام کسی پر تکلف انداز کی سوچ بچار کا نتیجہ نہیں ہوتا ہے بلکہ شگوفہ دار بات فی البدیہہ فرماتے ہیں۔ قادری صاحب کا انداز لطافت و مزاح کلام میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح آٹے میں نمک' مزاح برائے مزاح ان کا مسلک نہیں پروفیسر صاحب مزاح میں اسلوب جہان معانی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے پروفیسر صاحب کے اس لطیف مزاح یا شگفتہ مزاجی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دلوں کے بوجھ اتر جاتے ہیں پریشانیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں مایوسیاں کافور ہو جاتی ہیں غافل آدمی چونک کر متوجہ ہو جاتا ہے کارکنوں کے عزم و ہمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ آلام و مصائب اور اعتراضات والزامات سے گزرتا ہوا یہ شخص کبھی چیں بجبیں نہیں ہوتا کبھی غصے میں اس کا ذہن زیروزبر نہیں ہوتا الٹا وہ ہنستا کھیلتا موجہائے حوادث سے گزرتا جاتا ہے تو ساتھیوں کے دلوں سے غم اور مایوسی کا دباؤ ہٹ جاتا ہے اور نوجوان قریب ہو جاتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کی شگفتہ مزاجی کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے لئے دلوں کے کواڑ کھل جاتے ہیں اور وہ بڑی آہستگی اور خاموشی سے لوگوں کے عالم باطن میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک اس طرح جسے آپ کی خوابگاہ کے کسی دریچے دروز سے صبح کی پہلی کرن سبک سبک انداز میں داخل ہوتی ہے جبکہ اس میں نہ تپش ہوتی ہے نہ چبھن ..... محض آسودگی بخش روشنی کی ایک لکیر!

پروفیسر صاحب کی شگفتہ مزاجی بس ایسی روشنی [illegible]

Marfat.com

قسمت کی لکیریں بنتی رہتی ہیں۔ پروفیسر صاحب کی شگفتہ مزاجی کی مختلف مواقع کی مثالیں میرے پاس محفوظ ہیں جن کو کسی اور مضمون میں مرتب کرونگا۔ مسلمانوں کے اندر انقلابی جذبے کی بیداری اور ان کے سوچ آن کردیا موجودہ تحریک تموج کو پیدا کرنے میں بہت سی ہستیوں کا حصہ ہے۔ ان ہی ہستیوں میں سے ایک شخص علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ہے۔ جو اپنی شعوری زندگی کی ہر گھڑی اور قوت کی ہر رمق اسی مقصد میں صرف کر رہے ہیں۔ یہ کوئی گمنام شخص نہیں ہے کہ اس کے تعارف کرانے کی ضرورت ہو اس کا مقام ایسا ہے کہ آپ اگر جنوبی افریقہ یا ڈنمارک کی کسی بھی جگہ چلے جائیں تو کچھ لوگ ایسے ضرور ملیں گے جو آپ کو پاکستانی دیکھ کر اولین سوال یہ کریں گے کہ علامہ ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری صاحب کی کوئی بات کرو۔ دنیا کا کوئی کونا ایسا نہیں ہے جہاں قادری صاحب کا لٹریچر یا آڈیو ویڈیو کیسٹ موجود نہ ہو۔ وسیع لٹریچر، تفسیر، جماعتی تنظیم و تحریک، نوجوانوں کی تحریک، طالبات کی تنظیم، بین الاقوامی دعوت اور شہرت و کردار کے پیچھے جھانک کر جب میں نے غور سے دیکھ کر سارے احوال کا تجزیہ کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قادری صاحب نے در حقیقت بالکل ایک چھوٹا سا کام کیا ہے۔ مگر ایسا چھوٹا کام جس کے لئے ہمیشہ کسی مرد عظیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ چھوٹا سا کام کیا ہے جو پروفیسر صاحب نے انجام دیا ہے۔ کتنا چھوٹا سا کام ہے کہ آپ بجلی کے ایک بٹن کو انگلی سے زرا سی جنبش دیتے ہیں تو سارا کمرہ یا صحن یا راستہ روشن ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی کام ہے جو قادری صاحب نے کیا ہے بجلی گھر موجود تھا وائرنگ تھی، لائٹوں کی فٹنگ تھی، مگر "بٹن" "آن" نہیں ہوا کرتا تھا۔ لوگ چراغ جلا کر کام چلاتے سوچ بورڈ کی حفاظت کے لئے اس پر باکس لگا دیا گیا تھا۔ تالا ڈالا ہوا تھا اور چابی کسی کے پاس نہیں تھی، وہ گم ہو چکی تھی، پھر اس تک پہنچنے میں بہت سی رکاوٹیں حائل تھیں۔

کیچڑ، کانٹے، گندگی، اور کچھ تختے اور کھونٹے راستے میں نصب تھے جب کوئی ادھر کا رخ بھی کرتا تو کیا رند کیا شیخ سب اٹھ کھڑے ہوتے اور شور مچاتے۔ ایں ایں، دیکھیے صاحب، کچھ خدا کا

Marfat.com

خوف کیجئے' ادھر نہ جایئے' ادھر بجلی کے سوچ ہیں۔ انہیں چھیڑا تو کرنٹ مارے گا کرنٹ چلا جائے گا بجلی سب کچھ بھسم کر دے گی پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے ان تمام محافظوں اور مخالفوں کے شر ان کی گالیوں' ان کے فتووں' ان کے پروپیگنڈے اور ان کی دھمکیوں کی پروا کئے بغیر کیچڑ اور کانٹوں میں قدم رکھ دیئے ہیں کف پانے اپنا سینہ کانٹوں کے لئے کھول دیا ہے۔ ہاتھ زخمی کر کے رکاوٹوں کو ہٹا رہے ہیں اور سوچ بکس تک جا پہنچے ہیں آواز آئی صاحب تالا لگا ہے چابی نہیں ہے۔ مگر قادری صاحب نے نئی اصطلاحات کی چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور تالا کھول دیا ہے سوچ پر ہاتھ رکھ کر ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیلا دی ہے۔ آیئے ذرا استعارے کی گرہ کھول کر سادہ طریق سے سمجھیں پروفیسر صاحب کی بنیادی دعوت مسلمانوں کے لئے بس یہ ہے کہ تضاد ختم کرو۔

اسلام پر ایمان کا دعوی ہے تو اس پر چلو' نہیں چلنا ہے تو پھر نہ خود مغالطے میں رہو نہ دوسروں کو مغالطے میں ڈالو۔ قول و فعل کا تضاد ہو یا عقیدے اور کردار کا تضاد یا انفرادی مسلمان اور اجتماعیت بلا اسلام کا تضاد' مسجد کی زندگی اور مسجد سے باہر کی زندگی کا تضاد صحت مند زندگی کے لئے اس مہلک بیماری سے نجات ضروری ہے اور تضادات کو ختم کئے بغیر نہ دنیوی قوت و ترقی کا حصول ممکن ہے نہ دینی فلاح و سعادت کا!

قادری صاحب کے کام کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جامد مذہب کی یخ کو پہلے پگھلایا اور پھر اسے سیل رواں میں بدل دیا ہے دوسرے لفظوں میں انفرادی مذہب داری کو انقلابی تحریک کی شکل دے دی ہے پروفیسر صاحب نے واعظانہ تبلیغ کی جگہ سعی و جہد کے الفاظ استعمال کئے' دین کو نظام زندگی' اقامت دین کی سعی کو تحریک' ملت اسلامیہ کو انقلابی پارٹی اور سچی مسلم حکومت کو اسلامی اسٹیٹ قرار دیا ہے۔ ان اصطلاحات کی وجہ سے ذہنی زلزلوں کی کئی لہریں اٹھ رہی ہیں۔ لوگ بھنائے اور سٹپٹا رہے ہیں مگر جامد یخ کے مقابلے میں سیل رواں کی قوت کا مشاہدہ کرنے والی بے شمار مخلوق میں سے بہت سے لوگ یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ پہلی حالت درست نہیں' دوسری حالت

Marfat.com

ہی برحق ہے۔ خاص طور پر نوجوان عناصر جو حالت یخ و جامد سے بھاگ کر دنیا کے مختلف نظریات کی حرکی قوت کی طرف کھنچے تھے انہوں نے جب اسلامی تصور حیات کو انقلابی حرکت کے ایک اٹھتے ہوئے دریا کی صورت میں دیکھا تو وہ اغیار کی طرف بھاگنے کی بجائے اسلام کے انقلابی تصورات کی لہروں میں کود کر خود بھی تغیر کی لہر بن گئے ہیں۔ انہوں نے پہلی دفعہ اسلام کے جلال و جمال کو دیکھا جس کے سامنے تضادات نے گردوغبار کی کئی دیواریں کھڑی کر رکھی تھیں۔ آخر یہ ہوا کہ آج ہر وزیر اسلامی نظام اور ہر واعظ و مقرر و مبلغ اسلامی تحریک انقلاب کی اصطلاحیں استعمال کرتا ہے۔ مگر بہت سے لوگ اب بھی اس بات پر ناراض ہیں کہ کیوں قادری صاحب نے زمانے کی ضروریات کے مطابق ایک تازہ تعبیر دین پیش کی ہے؟ حالانکہ دین کی یہ تعبیر اتنی پرانی ہے کہ لوگ اس سے دور ہوتے ہوتے پہچاننے کے قابل نہ رہے۔ تاریخ اور سوانح و سیرت کا ظہور انسان کی کش مکش خیروشر سے ہوتا ہے۔ انسان جب سچ اور جھوٹ' اچھائی اور برائی' انصاف اور ظلم' عفت اور بے حیائی' دیانت اور خیانت' پاس عہد اور وعدہ شکنی' کے محاذوں سے دوسرے انسانوں کے خلاف لڑتا ہے تو اس کا جنگ نامہ حیات تاریخ کہلاتا ہے' اور انسان دونوں محاذوں کے جنگ باز ہوتے ہیں۔ کچھ انسانیت کی خیروفلاح کے لئے لڑتے ہیں کچھ انسانیت کے لئے شروفساد کا ہنگامہ اٹھاتے ہیں۔ رزم خیر و شر کا آغاز روزِ اول سے جاری ہے۔ جب آدم کے خلاف ابلیس چیلنج لے کر میدان میں آگیا۔ پھر ان دونوں قوتوں کو قدرت نے ارضی اکھاڑے میں بھیج دیا جب سے اب تک کچھ انسان خلافت آدم کے شعور سے اور کچھ بغاوت ابلیس کے اندھے جذبے سے باہم آویزرہے ہیں۔ اس معرکہ خیروشر کو گرم رکھنے کا سہرا اصلا انبیاء کرام علیہم السلام کے سر ہے۔ جو آدم کے احساس عبدیت'اس کی ذمہ داری خلافت اس کے جذبہ توبہ و انابت اور اس کی علمبرداری ہدایت کے وارث ہوئے خدانے شرائع میں تبدیلیاں کیں۔ مگر دین اول روز سے ایک ہی تھا اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسی دین کابار بار احیاء کرتے رہے اور بار بار دعوت مبارزت دی۔ پھر انبیاء کے پیرو کار صلحاء بھی مرتبہ ثانی پر وہی کار تجدید دین اور سعی

Marfat.com

اقامت حق کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دین حق کی عالمگیر نمود کا وقت آ گیا۔ اس صبح کی پہلی چمک غار حرا سے ظاہر ہوئی۔ اس کا سورج کوہ صفا سے ابھرا۔ اس کی اشراق بدر کے میدان میں سامنے آیا مگر اس کی ساعت چاشت فتح مکہ کے وقت چھائی۔ ابلیس پر اس سے زیادہ برا وقت اتنے بڑے پیمانے پر نہ آیا تھا۔ دور رسالت کے بعد خلافت راشدہ کے دور میں خدا پرستانہ تہذیب کے علمبردار چاروں طرف بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خلافت راشدہ کے بعد حقیقی نظام میں دراڑیں پڑ جانے کے باوجود پچھلے دور زریں کی دی ہوئی قوت کے بل پر مسلم قوت نے اتنا فروغ حاصل کیا کہ اس وقت کے متمدن و معروف انسانی دنیا کے بڑے حصے میں دین ہدایت چھا گیا اور طاغوتی قوتوں کے لئے سر چھپانا مشکل ہو گیا۔ بلاشبہ ابلیسی قوتوں نے ملت اسلامیہ میں طرح طرح کے بگاڑ پیدا کئے۔ ان کو داخلی تصادموں کا شکار بنایا۔ ان کی وحدت کو ختم کرنے کے لئے ان کے اندر سے فرقے اٹھا کھڑے کئے۔ خود ان کے آدمیوں کے ذریعے ہی عجمی ثقافت، یونانی فلسفے، مغربی تہذیب کو نفوذ و غلبہ دلوایا۔ مگر یہ بات ہمارے لئے قابل فخر ہے کہ خرابی کے دور میں مسلمانوں کے اندر سے بار بار ایسے افراد، ایسی جماعتیں اور ایسے ادارے نمودار ہوئے جنھوں نے وقت کے حملہ آور باطل کا قلع قمع کر کے دین حق کا چہرہ از سر نو نکھار دیا۔ ہمارے پاس ایسی زریں مثالیں ہیں کہ انتہائی شدید نظام جبریت کی تلواروں کے سائے میں تن تنہا ایک شخصیت اٹھتی ہے اور پوری بے باکی سے تنقید کر کے حق کے تقاضوں کو واضح کرتی ہے۔ ایسی ہستیوں نے کوڑے کھائے اور قیدیں بھگتیں مگر بالآخر ان کے آوازہ صداقت کے سامنے اقتدار کو جھکنا پڑا۔ ہماری تاریخ کے شدید سے شدید تاریک دور میں ایسے لوگ موجود رہے کہ جن کی ایک نگاہ نے تیرگیوں کے قلعوں کو منہدم کر دکھایا اور گم شدہ روشنی از سر نو ابھر آئی۔ یہ ہستیاں اگر نہ ہوتیں تو ہم نہ نظام حق کو جان سکتے اور نہ اپنے آپ کو ہم نے ایسے ایسے طوفانوں میں ڈبکیاں کھائی ہیں جن کے گردابوں سے بچ کر نکلنا ممکن نہ ہوتا اگر یہ ہستیاں دستگیری نہ کرتیں۔ ایسی ہستیوں کو اصلاحاً ہمارے مجدد کہا جاتا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے وقت کی فتنہ انگیز طاغوتی طاقتوں کی پھیلائی

Marfat.com

دوران معاری میں سے مسلمان کو باہر نکال کر قرآن و سنت کی روشنی میں لاکھڑا کرنے کی سعی اخلاص اور للہیت سے کی اس کے لئے قربانیاں دیں تکلیفیں اٹھائیں' وقت غلط رو اقتدار سے ٹکرلی' زمانے کے باطل فکری دھارے کے خلاف پیرتے ہوئے جان ہلکان کر دی' وہ کسی نہ کسی درجے کا مجدد تھا۔ کام کی وسعت اور معیار کے لحاظ سے وہ مجدد کامل ہو سکتا ہے' ورنہ صحیح نہج سے تھوڑا بہت تبلیغی' اصلاحی کام کرنے والے بھی جزوی مجدد ضرور تھے۔ منصب دوہی ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جو متجدد بنے' یعنی وہ جنھوں نے مسلمانوں کو اصل دین سے ہٹا کر وقت سے سمجھوتہ کر کے کوئی آسان راستہ نکالنے کی کوشش کی۔ دوسرا گروہ ان ہستیوں کا ہے جنھوں نے زمانے اور اس کے نظریات و مروجات کو برطرف رکھ کر اصل دین کو صحیح شکل میں واضح کر کے مسلمانوں کو اس کے مطابق چلنے کی تلقین کی۔

ہماری تاریخ کا سارا بگاڑ متجددین کے ہاتھوں ہوا اور خیر و فلاح کی راہ جب بھی نکلی' مجددین کے ہاتھوں نکلی۔ تجدید احیائے دین صرف مسلمانوں ہی کی تاریخ کا عمل ہے اور ہمارا تصور ترقی بھی یہ ہے کہ ہم اپنے ہی دین کے بے آمیز اصولوں اور اپنی تہذیب کی درخشاں اقدار کو نئے حالات میں مسخ کرنے کی بجائے اجتہاد سے ان کا انطباق کریں۔ پس مثبت طور پر ہماری تاریخ مجددین کی بنائی ہوئی تاریخ ہے۔ تو پھر کیا میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب مجدد ہیں؟ جی نہیں! میں یہ نہیں کہونگا کیونکہ بارہ تیرہ سال کے زمانے میں میں نے تجدید واحیائے دین کے کام کرنے والے کی طرف سے ایسا دعوی نہیں سنا' بلکہ انھیں یہ کہتے سنا کہ میں ایسے ہر دعوے سے پاک صاف ہوں۔

قادری صاحب! مجدد ہیں یا نہیں اس کا فیصلہ اہل علم و دانش ہی کر سکتے ہیں یا اس کا فیصلہ خدا کے سامنے قیامت کے دن ہوگا! خدا کی باتیں خدا ہی جانے مگر اتنا ہم کہہ سکتے ہیں جو وسیع اور اتھاہ کام پروفیسر صاحب نے کیا ہے اور کر رہے ہیں وہ ویسا ہی ہے جیسا مجدد کیا کرتے ہیں۔وہ کام کیا ہے؟ یہ قادری صاحب جس بڑے مقصد کے لئے اٹھے ہیں وہ یہ ہے کہ دنیابھر میں سیکولر مزاج کے مادہ

Marfat.com

پرست مغربی سامراج کی سیاست و فراست اور اس کے علوم و فنون اور اس [illegible] بڑھتے ہوئے طوفان کو روک دے۔ پروفیسر صاحب نے قوم اور بالخصوص اس کے نوجوان طبقے کو پکارا ہے اور اسلامی دعوت کا علم بلند کیا ہے۔ پھر ایمان و شعور اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے جو لوگ تیار ہوتے گئے ہیں ان کا ایک جوابی طوفان مغربی طوفان کا رخ بدلنے کے لئے اٹھا دیا ہے۔ قادری صاحب کا بنیادی کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو جاگتے ہوئے ایمان اور شعور توانا سے آراستہ اور منظم کر کے باطل فکر کے خلاف نبرد آزما کر دیا ہے۔

کسی حکمران کے ظلم پر صدائے احتجاج بلند کرنا' معاشرے میں لامحدود خرافات کو دور کرنے کے لئے اصلاحی کام کرنا' مختلف گروہوں کے اٹھائے ہوئے فکری و علمی فتنوں کا توڑ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہمارے ہاں مغربیت اور مادی تہذیب کے خلاف کچھ متفرق انسدادی اور حفاظتی تدابیر اختیار کی جاتی رہی ہیں۔ مگر قادری صاحب نے پہلی بار بتایا کہ دور حاضر کے اس تباہ کن طوفان کو روکنے کیلئے ایک جوابی طوفان کی ضرورت ہے' اور پھر آپ نے وہی جوابی طوفان اٹھانے پر ساری توجہ صرف کی ہوئی ہے کہ اسلام اور مادہ پرستی کی جنگ میں جو لوگ حصہ ادا کر سکتے ہیں وہ آگے آئیں' لوگ دھڑا دھڑ آ رہے ہیں دیکھتے دیکھتے جوابی طوفان اٹھ رہا ہے اور الحادی اور مادہ پرستانہ طوفانی لہروں کو پیچھے دھکیل رہا ہے۔ دراصل مغرب کی مادہ پرستانہ تہذیب کے خلاف سید اکبر الہ آبادی مرحوم نے کچھ نکتے ایسے اٹھا دیئے تھے کہ بعد میں وہ تاریکیوں میں چنگاریوں کی طرح چمکنے لگے۔ پھر علامہ اقبال مرحوم نمودار ہوئے جنھوں نے نہ صرف جذبہ جز مغربی فکر' الحادی تمدن وسیاست اور مادہ پرستانہ معاشرت نیز نو آبادیاتی تاخت و تاراج اور صیادی اقوام اور غلام سازی کی فرنگی مہم' اور اس سلسلے میں وحشیانہ جبر' لٹریچر' تعلیم اور مفاوات کے ذریعے جو چرکے ملت کے اعتقاد اور اخلاق کو لگائے گئے' اور مسلمانوں کی خودی کو تباہ کرنے ان کے حجازی نظریہ جمہوریت کو مضحکہ خیز بنا دینے ان کی تاریخ کو مسخ کرنے' ان کی حقیقی لیڈرشپ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے اور ان کے تصور قومیت کو بے وزن بنانے کے لئے جو [illegible]

Marfat.com

رکھا گیا' ان سب حملوں کا تفصیلی جائزہ لیا۔ پھر علامہ مرحوم نے متقابلا اسلام کے اساسی عقائد' روایات واقدار تصور قومیت' جذبہ جہاد' نظریہ قانون و اجتہاد اور تاریخ اسلام کی ماہیت اور تہذیب اسلام کی مخصوص نوعیت پر مثبت خیالات' گہرے فلسفیانہ تجزیے اور دردناک شاعرانہ نغموں میں پیش کیے۔ وہ دراصل مغرب کی ملحدانہ ومادہ پرستانہ تہذیب کے خلاف جہان فکروفن میں جنگ چھیڑ چکا تھا۔ پھر اس نے ضرب کلیم لکھتے ہوئے ساری قوم کو تہذیب حاضر کے خلاف جنگ کے لئے پکارا۔ اقبال کا یہ نہایت وسیع مجددانہ کام مسلمانوں کو ایک جذبہ عام تو دے گیا اور ایک محدود سے طبقہ فکر و نظر نے شعوری سطح پر اس کے پیغام کو سمجھ کر ذہن نشین تو کر لیا مگر ان سچے اقبالیوں کے سامنے کام کا کوئی پروگرام نہ تھا کہ کب کیا اقدام کدھر سے کریں؟ تحریک پاکستان چلی تو بہت سے لوگ اس کے کام میں اس جذبے سے شریک ہو گئے کہ پاکستان تہذیب فرنگ کے خلاف اسلام کا مضبوط قلعہ بننے والا ہے' لیکن پاکستان بن جانے کے بعد بھی مغربیت کے خلاف معرکہ ابھی مسلمانوں کے سر ادھار تھا۔ اقبال مرحوم نے اپنے کام کو جہاں تک پہنچا دیا وہاں بجا طور پر اس نے محسوس کیا کہ اس کام کو آگے بڑھ کر مطلوبہ نتائج تک پہنچانے کے لئے

"دگر دانائے راز"

کی ضرورت ہے اپنے بعد آنے والے اور کام کو آگے بڑھانے والے کے لئے اقبال مرحوم کا جذبہ بے تاب اس کی نگارشات میں جھلملا رہا ہے۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اقبال مرحوم کے "دگر دانائے راز" ہیں یا نہیں مگر انہوں نے مغرب کی ملحدانہ و مادہ پرستانہ تہذیب اور اس کے پھیلے ہوئے پر فریب نعروں اور سلوگنوں اور اصول و تصورات کے خلاف ہمہ گیر جنگ نہ صرف پاکستان میں چھیڑی ہے بلکہ خدا کی مدد سے بقیہ عالم اسلام میں بھی یہ رو اٹھ چلی ہے۔ پروفیسر صاحب نہ صرف اقبال مرحوم کے آغاز کردہ فکری معرکے کو مکمل کر رہے ہیں بلکہ تحریک پاکستان برصغیر کی تقسیم ہو جانے کے بعد پاکستان کا اصل نصب العین نہ پا سکی بلکہ تحریک پاکستان کے لئے جمع ہونے والی قوت دوسرے مشاغل میں کھو کر اپنے ہی وجود کو بکھیرنے میں مصروف ہو گئی۔

Marfat.com

تو اس نئے خلا کو قادری صاحب کی منظم کردہ طاقت نے پر کر دیا ہے اور قافلہ ملت اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے از سر نو گامزن ہو گیا ہے۔ گویا پروفیسر صاحب نے قائداعظم مرحوم کی اس مہم کو آگے چلایا ہے جس کا دوسرا اہم تر اور مشکل تر مرحلہ طے کرنے کا موقع مسلم لیگ کے لئے نہ رہا۔

Marfat.com

عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

پروفیسر صاحب اور عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سرے سے دو باتیں یا دو عنوان ہیں ہی نہیں۔ کہ ان کے درمیان تعلق یا تعلق کی نوعیت پر گفتگو کی جائے۔

قادری صاحب حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جس بلند مقام پر فائز ہیں۔ وہ لفظ "اور" کا بوجھ بھی برداشت نہیں کرتا۔ آپ خود عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں یوم الست سے آپ کا خمیر عشق نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اٹھایا گیا ہے۔

پروفیسر صاحب کا عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بغیر تصور اسی طرح ناممکن ہے جس طرح عشق رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دلفریب داستان اس محب اور عاشق کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں عیار انگریز کی ساری کدوکاوش جذبہ عشق رسول اللہ صلی علیہ و آلہ وسلم کو کمزور کرنے کے لئے اور اسے کچلانے پر مرکوز رہی اور اسے یک گونہ کامیابی بھی ہوئی مگر اسے نگاہ رسالت کا فیضان سمجھنا چاہیے کہ اس نے بالکل غیر متوقع طور پر اعلٰحضرت فاضل بریلوی حضرت اعلی گولڑوی، بیدم وارثی خواجہ غلام فرید، خواجہ محمد یار فریدی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب جیسے باکمال لوگ پیدا کردیئے کہ جنھوں نے حضرت اویس قرنی سے لے کر حضرت جامی تک تمام اہل محبت کے نغمات کو اس انداز میں دہرایا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی بیمار روحوں میں نئی زندگی اور حرارت پیدا ہوگئی۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے۔ کہ ہر دور کے مسلم مفکرین نے مسلمان قوم کی زبوں حالی انحطاط و زوال کے علاج کے لئے فکروسوچ کی ہمیشہ ایک ہی راہ اختیار کی ہے۔ اور وہ ہے، عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا الوہی پیغام اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات اقدس سے رشتہ غلامی کی ازسرنو تجدید یعنی۔

بہ مصطفٰی برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست

Marfat.com

پروفیسر صاحب نے ملت اسلامیہ کو عشق و محبت کا درس دینے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ آپ حب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایسا پیکر ہیں۔جس کی ہر تارذات نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی نہ کسی وصف و جمال سے جڑی ہوئی ہے۔

آپ کی ہر گفتگو کا نچوڑ اور خلاصہ حب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ آپ اسلام کے کسی بھی موضوع پر خطاب کر رہے ہوں خواہ وہ سیاسی ہو یا اقتصادی یا دقیق فقہی پیچیدگیوں پر ہو اس کا اختتام اسی نکتہ عشق رسول پر ہوتا ہے۔

کلاس روم ہو' یا مسجد' جناح ہال ہو یا مینار پاکستان کے سایہ تلے کانفرنس' موچی دروازہ ہو یا عام پنڈال میں' اسٹیج اپنا ہو یا بیگانہ' مخاطب تحریکی کارکن ہوں یا عام شہری عالم اسلام کے کسی بھی کونے میں کوئی بھی موضوع ہو اس کا خلاصہ و محور اور مرکزی خیال
عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم استحکام ایمان کا واحد ذریعہ ہے پر گفتگو کا اختتام ہوتا ہے۔
اسی نکتہ کو تحریک منہاج القرآن کی اساس و بنیاد قرار دیتے ہیں اور اسی کو اپنی دعوت کی روح اور زندگی کا مقصد زیست سمجھتے ہیں۔

آپ کی اس دعوت اور آواز میں آپ کا خون جگر شامل ہے یہ آواز سراسر حال ہونے کی بناء پر اپنی دلکشی رعنائی انفرادیت اور نرالی ادا کی ایک ایسی الستی پکار ہے اہل دل تو اپنی جگہ رہے' سخت سخت دلوں کے بھی تار ہلا دیئے ہیں۔ یہ آواز غافل روحوں اور بے چین دلوں کے درد کا درماں ثابت ہوئی ہے۔

ماضی قریب میں برصغیر میں بڑے بڑے نامور اور جادو بیاں خطیب ہو گزرے ہیں۔ ان کے سحر انگیز خطابات سے ہندوستان کا کونہ کونہ گونجتا رہا۔ مگر انصاف کی بات یہ ہے۔ کہ انہیں علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ایسے پیکر محبت کے نالوں سے قطعاً" کوئی نسبت نہیں ہے۔ وہ الفاظ کی جادوگری اور آواز کی سحر انگیزی تھی' جبکہ کشتہ عشق طاہر القادری نے منبر رسول صلی علیہ و

Marfat.com

آلہ وسلم پر ہجر و فراق کے ایسے نغمات چھیڑے ہیں جن سے انسان تو انسان چرند پرند اور در و دیوار بھی وجد میں آکر موم کی طرح پگھل اٹھے۔

آپ کی آواز وہ الستی آواز ہے جو شاہ حسین سلطان باہو بابا بلھے شاہ عبداللطیف بھٹائی خواجہ پیر سید مہر علی شاہ اور خواجہ غلام فرید کا مشترک سرمایہ ہے۔

یہی وہ آواز ہے جس نے بلا امتیاز مذہب اور ملت تمام انسانوں کے دل کے تار چھیڑے اس آواز میں ذات حقیقی سے انسان کے تعلق اور نفس شناسی کے علاوہ انسانی دکھ درد غم اور خوشی اور دوسری واردات کو اس انداز میں سمویا گیا ہے کہ ہر انسان نے اسے اپنی ترجمانی سمجھا ہے۔ ان کی بات۔

از دل خیزد و بردل ریزد' کی تھی۔

پروفیسر صاحب نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک و تبلیغ کے لئے تین راستے اختیار کئے ہیں

1۔ وعظ و تقاریر

2۔ محافل نعت (شعر و شاعری)

3۔ عملی نمونہ

آپ کے وعظ و تقاریر پر روایتی انداز کے برعکس اپنے اندر جذبہ و مستی حدت عشق' رموز عشق اور ہر بات کے واقعاتی منظر کا ایک ایسا منفرد انداز رکھتے ہیں جس کی نظر دور دور تک نہیں ملتی لاکھوں کے اجتماع میں جب خواجہ غلام فرید' خواجہ محمد یار فریدی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی حضرت اعلیٰ گولڑوی' بابا بلھے شاہ کا کلام پڑھتے ہیں۔ کہ کسی کو تن من کی خبر نہیں رہتی بعض اوقات چشم زدن میں رات کے چار پہر گزر جاتے ہیں۔

جب مقام محمدیت پر علم و عرفان کے ترانہ چھیڑتے ہیں' تو بڑے بڑے علما کی دھاڑیں نکل رہی ہوتی ہیں۔

علم سے عقل و خرد کو تو لاجواب یا مسحور کیا جاسکتا ہے۔ مگر بے چین روحوں مضطرب قلوب اور

Marfat.com

شکوک و شبہات میں گرفتار سینو کو یقین و معرفت کا نور عطا نہیں کیا جاسکتا اس کے لئے اس نگاہ کی ضرورت ہے۔ جس کے بارے میں حکیم الامت نے فرمایا ہے۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

بلاشبہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کو قدرت نے پوری فیاضی سے یہ نگاہ عطا کی ہے۔

فیاض ازل نے آپ کو علم منوں کے حساب سے دیا ہے' تو دردو سوز ٹنوں کے حساب سے' آپ کی کوئی بات ایسی نہیں ہوتی جس کے لئے قرآن و سنت میں مضبوط دلیل موجود نہ ہو۔ دوران تقریر آپ پر علم و معرفت کی ایسی یلغار ہوتی ہے۔ جسے آمد کی بجائے واردات غیبی یا فیضان الٰہی کہنا زیادہ صحیح ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے' کہ آخر محبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے کیا؟

میرے ناقص خیال میں بہترین انسانی اخلاق و مکارم محاسن و فضائل اور اعلیٰ اوصاف و اطوار ہی وہ چیزیں ہیں جنہیں ہر دور میں سر آنکھوں پر رکھا گیا ہے۔ ان کی نشر واشاعت کی گئی ہے' اور کی جانے چاہیے

شہادت کہ عالم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اعلیٰ انسانی اوصاف و مکارم اور محامد و محاسن کا ایک ایسا کامل نمونہ ہیں جن کی نظیر تاریخ آج تک پیش نہیں کر سکی۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت دراصل ان اوصاف جمیلہ اور اخلاق عالیہ سے محبت ہے' جس کی دانشور عالم ابتداء آفرینش سے آرزو کرتے آئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جلوہ تاباں بن کر سینہ فطرت سے ہویدا ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان نظر نے راز ہستی کو روز روشن کی طرح عیاں کرایا' اور انسان کو خالق کائنات کا احکام کا ہمسفر کر کے معبد عالم کا سر نشین بنا دیا۔

چودہ صدیاں ختم ہو رہی ہیں' لیکن روشنی کا یہ مینار اپنی جگہ موجود ہے۔ سراج منیر پوری تاب ناکی

Marfat.com

کے ساتھ اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اس چراغ کے اطراف پروانوں کی گردش بھی بدستور موجود ہے۔ ان کی وارفتگی ہمیشہ کی طرح قائم ہے' ان کا سوزدروں فزوں تر ہے۔

اور امتداد زمانہ کے باوجود اس چراغ کی لو سے وصل کی آرزو کبھی جلال الدین رومی کو بے قرار کرتی ہے تو کبھی اقبال کی روح کو سوزو ساز بخش دیتی ہے۔ اور یہی آرزو ہے کہ جس کے باعث جنیدو بایزید بارگاہ رسالت پناہ میں داخل ہوتے ہیں' تو ان کے احساسات میں زلزلہ پڑجاتا ہے۔ اور ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

میرے نزدیک محبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نعمت عظمیٰ عطا ہی اسے کی جاتی ہے۔ جو عام انسانوں سے اپنے ذوق و فکر اور کردار و عمل سے بدر جہاممتاز اور بلند ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنھیں یہ نعمت عطا ہوتی ہے' وہ اتباع نبوی میں فکر و عمل کا ایسا مینارہ نور ہوتے ہیں' جن سے ہر دور کے انسان روشنی حاصل کرتے رہتے ہیں۔

علامہ پروفیسر طاہر القادری صاحب درد مند دلی اور گداز قلب کے مالک ہیں۔ آپ کی گفتگو' خاموشی' اوڑھنا بچھونا' نشست' برخاست' نظم' نثر رات' دن' صبح و شام' خواب وخیال سب کا مرکز و محور موضوع اور عنوان صرف اور صرف ذات رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ آپ نے اس عنوان میں اپنے آپ کو اپنی تحریک کو اپنی دعوت کو اپنے رفیق و شاگرد کو اس طرح مٹا دیا ہے' اور جذب کردیا ہے کہ عنوان اور معنون میں دوئی کا فرق مٹ گیا ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری!

آپ حضرت خواجہ محمد یار فریدی کا کلام بڑے دردوسوز سے پڑھتے ہیں' صاحب نسبت لوگ ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

محمد محمد پکندیں گذر گئی
احمد نال احمد ملندیں گذر گئی
خداکوں ڈھو ہے محمد دے اوے
محمد کوں ڈہدیں ڈیکھدیں گذر گئی

بعض نیم خواندہ یا حقیقت سے بے خبر منکرین وحدۃ الوجود پر برس پڑتے ہیں' حیرت ہے' کہ اگر وجود ایک نہیں ہے' تو کیا وجود دو ہیں؟

اگر خدانخواستہ دو ہیں تو یہ شرک ہے۔

در حقیقت وحدۃ الوجود کا تصور ہی وہ محفوظ راستہ ہے' جس پر حقیقت کُبریٰ کی معرفت کے سلسلے میں عقلی اور فکری طور پر کم سے کم اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ انسان اپنی محدود فکر میں سوچ کی جو بھی راہ اختیار کرے گا۔ اس پر اتنے شدید اعتراض وارد ہوتے ہیں' کہ کسی طرح بنتی نہیں۔

پھر یہی وحدت کا وہ تصور ہے' جو المخلوق عیال اللہ کا نظریہ پیش کر کے انسانوں میں نسلی وطنی لسانی علاقائی اور دوسری تمام تفریقیں مٹاتا ہے' اور یہاں پہنچ کر انسان اپنے بھائی انسان تو در کنار جانوروں پرندوں بلکہ نباتات اور جمادات سے بھی محبت کرنے لگتا ہے۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب اپنے تمام پیشرو اکابرین کی تقلید میں اسی مسلک محبت اور مشرب عشق کے علمبردار ہیں۔

آپ ایک ایسے محب اور عاشق ہیں جو بیک وقت درد و فراق' ہجر و وصال' بے قرار و شاد کام یعنی راہ محبت کی تمام منزلوں پر برابر فائز ہیں۔ آپ اپنی زندگی کے وظیفہ حیات سے متعلق خود فرماتے ہیں۔

تیرے ہوتے جنم لیا ہوتا
پھر کبھی تو تجھے ملا ہوتا

Marfat.com

کاش میں سنگ در تیرا ہوتا
تیرے قدموں کو چومتا ہوتا
تو چلا کرتا میری پلکوں پر
کاش میں تیرا راستہ ہوتا
ذرہ ہوتا جو تیری راہوں کا
تیرے تلووں کو چھو لیا ہوتا
لڑتا پھرتا میں تیرے اعداء سے
تیری خاطر میں مر گیا ہوتا
تیرے مسکن کے گرد شام و سحر
بن کے منگتا میں پھر رہا ہوتا
تو کبھی تو میری خبر لیتا
تیرے کوچے میں گھر لیا ہوتا
تو تو آتا میرے جنازے پر
تیرے ہوتے میں مر گیا ہوتا
چھوڑ کے جنتیں پلٹ آتا
تو میری قبر پر کھڑا ہوتا
ہوتا طاہر تیرے فقیروں میں
تیری دہلیز پر کھڑا ہوتا

پروفیسر صاحب کی تمام خوبیوں کا سرچشمہ یہی فکر ہے۔ آپ کی ہر گفتگو ذکر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مستیز ہے یہی ایک حوالہ تحریک منہاج القرآن کا نکتہ امتیاز ہے۔ یہ فیصلے بڑے کرم کے ہیں۔ اور یہ بات بڑے نصیب کی ہے۔ بلاشبہ حمد و نعت کے میدان میں زبان بعد میں چلتی

Marfat.com

ہے۔اور منظوری پہلے ہوجاتی ہے۔

نعت میں کیسے کہوں ان کی رضا سے پہلے۔
میرے ماتھے پہ پسینہ ہے۔ ثناء سے پہلے۔

دراصل آپ کی نقاریر قبولیت کے شرف سے مشرف ہیں' اور اسی شرف نے آپ کو خاصان بارگاہ میں سے بنا دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعریف و توصیف کے سلسلے میں آپ نے ذرا مختلف پیرایہ اختیار کیا ہے۔ آج سیرت کا انداز تبدیل ہوگیا ہے۔ اس وقت سیرت کو محض کردار اور افکار کے حوالے سے لکھی جارہی ہے۔ مگر آپ نے سیرت کے عنوان میں شمائل خصائل اور فضائل کا منھاج واسلوب اختیار کیا ہے۔

(۱)حیات طیبہ کا حسی پہلو

(۲)حیات طیبہ کا روحانی پہلو

(۳)تعلیماتی پہلو

(۴)جمالیاتی پہلو

یہ منھاج سیرت قرآنی ہے۔ آپ نے قدیم دبستان فکر میں رہتے ہوئے اپنا راستہ الگ اختیار کیا ہے۔ مقدمہ سیرت الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ کے بیان سیرت میں جو آفاقیت مقام محمدی تک عام انسانی عقل و فہم یا ادارک کی نارسائی اور بے چارگی' عظمت رسالت کے سلسلے میں الفاظ اور خیال کا عجز اور درماندگی اپنی خوردی' کمتری اور نفی پھر صرف ذات اقدس کی تعریف و توصیف کے حوالے سے اپنے احساس اور خوردی کا حوالہ ایسا دلکش اور روح پرور انداز ہے' کہ انسان اسے کوئی زبان نہیں دے سکتا' صرف وجدانی طور پر اس کا لطف لے سکتا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی کے حوالے سے حقیقت محمدیہ کی بے کنار عظمتوں کے حضور حضرت خواجہ محمد یار فریدی کے اشعار اس طرح پیش کرتے ہیں۔

حقیقت محمد دی پا کوئی نہیں سگدا
اتھاں چپ دی جا ہے الا کوئی نہیں سگدا
ماوشما تو اپنی جگہ رہے اس ذات اقدس کی شان دیکھئے
ابوبکر و فاروق و عثمان و حیدر
ایہو راز مشکل ڈسا کوئی نہیں سگدا

حقیقت الحقائق تک رسائی کی صورت یا راستہ کیا ہے' صرف ایک ہی راستہ ہے
بقول خواجہ محمد یار فریدی

حقیقت دے پردے پئے پڑدے محمد
خدا نال ہک تھی الیندے محمد

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ محبت کے سلسلے میں فاروقی صاحب خواجہ محمد یار فریدی کے یہ چند اشعار اکثر سناتے ہیں۔

محمد مصطفیٰ راز خدا دی گال کیا پچھدیں
تھیا حق نال ہک حق دی حقیقت حال کیا پچھدیں
ایندی رفتار توں صدقے ایندی گفتار توں صدقے
ایندے دیدار توں صدقے ایندے خط خال کیا پچھدیں
ایندے احوال توں صدقے ایندے افعال توں صدقے
عبودیت کوں رنگ لائیس الوہیت کوں سٹ چھکائیس
تے ہر ہرحال ٹھکائیس مفصل حال کیا پچھدیں

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے درد و سوز عشق و محبت کے جذبہ میں فاضل بریلوی' اقبال' پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی نعتیہ شاعری کا عکس صاف جھلکتا ہے۔ یہ تینوں بزرگ تلوار کی دھار پر چلے ہیں اور کمال ہوشیاری سے چلے ہیں

مشہور بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید درد و فراق کے ایسے عدیم النظیر شاعر ہیں۔ جن کی مثال میرے ناقص علم کے مطابق سوائے شاہ عبداللطیف بھٹائی اور خواجہ غلام حسن کے برصغیر کی تاریخ میں پیش نہیں کی جاسکتی اور اس سلسلے میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے۔

اثر انگیزی اور سخت سے سخت دلوں کو موم کردینے کے اعتبار سے ہمارے دینی ادب میں غالباً" مثنوی مولانائے روم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے۔ بلاشبہ دین اسلام بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی سے عشق و محبت کے ساتھ والہانہ تعلق کا جو اثاثہ موجود ہے اس میں مثنوی مولانائے روم کا بڑا حصہ ہے۔

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب متذکرہ بالا ان دونوں بزرگوں کے بڑے عاشق حضرت پیر سید غلام محی الدین المعروف بہ حضرت بابوجی گولڑوی کی طرح آپ کو مولانا روم سے عشق ہے۔

پروفیسر صاحب مثنوی کے اشعار ترنم سے پڑھتے ہیں' تو جس طرح خود روتے ہیں اسی طرح ساری محفل کو رلاتے ہیں۔ بعض اوقات گریہ و بکار کی محفلیں ساری ساری رات جاری رہتیں ہیں اور جب لوگ ان پاکیزہ محافل سے رخصت ہوتے ہیں تو آنسوؤں کی لڑیوں سے رہے سہے گناہوں کے دفتر دھو کر وہ اپنے آپ کو انتہائی سبک بار محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔

آپ "پیغام یار" کو عام کرنے میں زندگی گذار رہے ہیں۔ آپ کے خلاف فتووں کی بوچھاڑ بھی جاری ہے۔ بدعتی اور گمراہ اور کافر بھی کہا گیا ہے۔ مگر آپ اپنے مشن پر برابر قائم ہیں۔ آپ مناظرہ بازی اور بحث و تکرار سے اجتناب کرتے ہیں۔ آپ کا مسلک محبت ہے۔

Marfat.com

مذاہب دے جھگڑے اساں چھوڑ بیٹھے
محبت دا جھگڑا چھڑا کوئی نہیں مُگا

میرا احساس ہے کہ برصغیر پر انگریز کی گرفت کے بعد عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جذبے میں کمزوری کے جو آثار پیدا ہو چلے تھے' اسے دوبارہ نئی زندگی عطا کرنے کے سلسلے میں آپ کا شمار فاضل بریلوی' حضرت علی گولڑوی' علامہ محمد اقبال' خواجہ غلام فرید' مولانا محمد یار فریدی وغیرہ ہم کی صف میں کیا جاسکتا ہے۔

یہاں پر پروفیسر صاحب کی عملی زندگی کے بارے میں چند الفاظ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی نظریہ یا فکر کتنا بلند کیوں نہ ہو اگر اس کے پیچھے عمل کی قوت موجود نہ ہو تو وہ لفظی گورکھ دھندے کے سوا کچھ نہیں۔ ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ یا کمال یہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام پاکیزہ تعلیمات اور افکار کا عملی نمونہ پیش کیا اور اس پر ایک پورے معاشرے یا تاریخ کی تشکیل فرمائی۔ چنانچہ آپ کے صدقے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت میں سے جو لوگ مقتدا یا مرجع عقیدت قرار پائے ان کی زندگیاں بھی براہ راست جمال رسالت کا عکس اور پر تو تھیں یہی حب رسول اور عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا تقاضا و منشا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کا نتیجہ بھی یہی ہے' کہ ان پاکیزہ اوصاف اور مکارم کی تبلیغ و ترویج کی جائے جن پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فائز تھے۔

اس حیثیت سے دیکھتے ہیں' تو قادری صاحب کی زندگی اسوہ حسنہ کی تصویر ہے۔ آپ کا بیشتر وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمل و قال میں گذرتا ہے۔

آپ کی زندگی کا مقصد اقامت دین ہے۔ مصطفوی انقلاب ہے۔ اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ نظام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے آپ شب و روز وقف [illegible]

Marfat.com

داعی اتحاد بین المسلمین

Marfat.com

پاکستان میں یقیناً کئی ایک ایسے علماء اور دیگر بزرگ ہونگے جنھوں نے مسلمانوں کے اتحاد اور یگانگت کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں اور جن کا نظریہ یہی ہے کہ اتحاد بین المسلمین کی بدولت ہی وطن عزیز کا استحکام اور اسلام کی بقاء ممکن ہے' مگر جہاں تک تاریخ میں پڑھا' بزرگوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا' علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب جیسے اتحاد بین المسلمین کے حقیقی علمبردار کی نظیر نہیں ملتی۔ بہت سی شخصیات ایسی ہوا کرتی ہیں جو افق پر چمکنے سے قبل ماضی میں اپنے قول و فعل کے کسی ایسے تضاد میں جکڑی رہتی ہیں جن کا اثر ان کی جماعتوں پر براہ راست پڑتا ہے اور مخالفین ان کے ماضی کے اسی تضاد کو منظر عام پر لاکر ان کی جماعت و تنظیم سے روند نکال لیتے ہیں مگر تاریخ گواہ ہے کہ پروفیسر صاحب تحریک منہاج القرآن کی قیادت سنبھالنے کے بعد ملکی افق پر نمودار ہوئے تو آپ کے دامن پر ایسا کوئی داغ نہ تھا جو آپ کی شخصیت پر کسی مخالف کو انگشت نمائی کا موقع فراہم کرتا۔ تحریک منہاج القرآن کے قیام کے ساتھ ہی آپ کا سفر اتحاد بین المسلمین سے شروع ہوا جس کے لئے آپ نے تکالیف برداشت کیں' الزامات سر لئے اور دکھ سہے مگر شب و روز کی محنت سے ملت اسلامیہ کے اختلافات کی مکروہ سازشوں کا قلع قمع کر کے پوری قوم کا چین بن گئے ہیں۔ آپ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہیں کہ ملک کے نظام کی تبدیلی' داخلی و خارجی سطح پر اسلام کی بقا کی جنگ' مصطفوی نظام کا نفاذ اس وقت تک ناممکن ہے جب تک وطن عزیز پاکستان کے تمام مسلمان بلاتفریق متحد نہیں ہو جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ملک کے نظام میں تبدیلی کے مطالبہ کے ساتھ ہی اتحاد بین المسلمین کی افادیت پر زور دیا۔ آپ نے اندرون و بیرون ممالک کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے متحد ہو کر اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اتحاد بین المسلمین آپ کی نظر میں صرف مسئلہ ضرورت کے تحت نہیں ہے جیسا کہ دیگر مذہبی و سیاسی

Marfat.com

رہنماؤں کے نزدیک ہے' بلکہ یہ آپ کے دل کی گہرائیوں کی صدا اور حسرت ہے جو آپ کی فطرت کا ایک جزو بن چکی ہے۔ اگر آپ کی دعوتی سرگرمیوں کا عمیق جائزہ لیا جائے تو دعوی سے کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے کبھی کسی تقریر' تحریر یا بیان میں کسی مسلمان بھائی کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی اور نہ اشارتاً کبھی ایسی بات کرتے ہیں کہ جس سے اتحاد بین المسلمین کو زک پہنچنے کا خدشہ ہو۔

آغاز ہی سے لفظ اسلام آپ کی محبت اور نفرت کا معیار ہے' اسلام سے محبت کرنے والے تمام افراد آپ کے لئے محترم ہیں' اور اسلام کی مخالفت کرنے والے لوگ آپ کی تنقید کا نشانہ بنتے ہیں آپ کے زمانہ طالب علمی میں جھنگ اور اس کے گردو پیش میں کئی مرتبہ دیوبندی' بریلوی' اور شیعہ سنی فسادات کے شعلے بھڑکے مگر آپ نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلمان آپس میں دست وگریبان نہ ہوں بلکہ کئی بار آپ کی محنتوں اور تمام مسالک کے علماء سے مسلسل روابط کی بدولت خونی جنگیں شروع ہونے سے قبل ہی ختم ہوگئیں۔ آپ تمام مسالک کے علماء سے مربوط رہتے ہیں اور مختلف پروگراموں میں انہیں بھی دعوت دیتے ہیں اور ان کے منعقدہ پروگراموں میں شرکت فرماکر حاضرین کو درس اتحاد دیا کرتے ہیں۔ آپ مختلف مجالس میں فرمایا کرتے ہیں کہ "میں نے بہت غور و تفکر کیا اور سوچا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس دور میں مسلمانوں کی پستی' زوال و انحطاط کی دو بنیادی وجہیں ہیں

(۱) ایک تو یہ ہے کہ عام طور سے مسلمانوں میں قرآن حکیم کی تعلیم اور اس کتاب الہی کی طرف پوری توجہ نہیں ہے' قرآنی احکام و تعلیمات سے انہوں نے روگردانی کی ہے۔ اسے محض ایصال ثواب کی کتاب سمجھ لیا گیا ہے' اسے مقدس کتاب سمجھ کر اور اوراد و ظائف اور تعویذوں تک محدود کر دیا گیا ہے' نہ قرآن حکیم سیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ہم سے کیا چاہتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ اس اساسی و بنیادی خرابی اور اجتماعی نقص کا ازالہ یوں کرنا چاہئے کہ بڑے پیمانے پر ایک تحریک کی صورت میں قرآن حکیم کی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہو۔

Marfat.com

(۲) اور دوسری بنیادی وجہ مسلمانوں کا آپس میں اختلاف و انتشار اور [illegible] وارانہ بنیادوں پر ان کی فرقہ بندی اور فرقہ پرستی ہے ان کے دل آپس میں پھٹے ہوئے ہیں اور ان میں وہ باہمی موانست اور الفت و محبت نہیں ہے جو ارشادات قرآن و نبوی کی روشنی میں ایمان کا لازمی تقاضا ہے اس لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ پوری کوشش کی جائے اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور یک جہتی کی فضا قائم کی جائے۔

اور ہر قسم کی فرقہ بندی' فرقہ پروری اور گروہی عصبیت ختم کی جائے اور کفر کے مقابلے میں سب مل کر اور بنیان مرصوص بن کر میدان میں نکلیں۔

حقیقت یہی ہے کہ قوم کے اس نباض اور روحانی طبیب علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے مرض کی جو تشخیص کی ہے' مرض کے جو اسباب و علل بتائے ہیں اور جس نسخہ شفاء کی نشاندہی کی ہے اس سے بہتر علاج اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک اتحاد بین المسلمین کی بنیاد صرف اور صرف حضور رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر مشروط غلامی و محبت' مخلصانہ اطاعت و وفاداری اور آپ کی سنت و سیرت کی مکمل پیروی اور اتباع ہے۔ محض عقیدہ توحید کی بنیاد پر مسلمانوں کا اتحاد ممکن نہیں' کیونکہ خدا کے پرستار تو یہودی اور دیگر الہامی مذاہب کے پیروکار بھی ہیں۔ آپ کے نزدیک یہ رویہ سخت قابل مذمت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کو بنائے اتحاد بنانے کی بجائے مسلمان اسے باہمی تفرقہ' مغائرت' مخاصمت' اور نفرت کے شعلوں کو ہوا دینے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت و حیثیت کو' آپ کے علم و عرفان کو' آپ کے تصرف و قوت کو' آپ کی شفاعت و عنایت کو' آپ کی سنت و سیرت کو' آپ کے نام کو' آپ کے مقام کو' محل اختلاف بنانا مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا اتحاد و اخوت کے فروغ اور فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لئے آپ نے درج ذیل اصول و ضوابط پر مشتمل ایک ہمہ گیر لائحہ عمل پیش کیا ہے

(۱) عقائد و اعمال کا مشترک پہلو اور بنائے اتحاد [illegible]

بث اور غیر تنقیدی اسلوب تبلیغ

حقیقی رواداری کا عملی مظاہرہ اور عدم اکراہ کا قرآنی فلسفہ

دینی تعلیم کے لئے مشترکہ اداروں کا قیام

علماء کے لئے جدید عصری تعلیم کا انتظام

تہذیب اسلامی کے لئے موثر روحانی تربیت کا انتظام

فرقہ پرستانہ سرگرمیوں کے خاتمے کے لئے چند قانونی اقدامات

منافقانہ اور خفیہ فرقہ پرستی کی حوصلہ شکنی

(i) تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء پر مشتمل قومی سطح پر سپریم کونسل کا قیام

(ii) ہنگامی نزاعات کے حل کے لئے سرکاری سطح پر مشتمل مصالحتی کمیشن کا قیام

(iv) مذہبی سطح پر سختی اور تخریبی سرگرمیوں کے خلاف عبرتناک تعزیرات کا نفاذ

آپ نے تحریک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم پر اس کا عملی مظاہرہ بھی فرمایا ہے۔ پروفیسر صاحب ہر موقع پر یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا مشترکہ دشمن مغربی اور مشرقی استعمار ہے یہ طاغوتی طاقتیں آپس کی گہری دشمنی اور عناد کے باوجود اسلام کے خلاف یکجا ہو گئی ہیں مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم کلمہ وحدت کے باوجود باہم دست و گریباں ہیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ہم فلسطین و کشمیر و دیگر مظلوم مسلم ممالک کے مسلمانوں کی نجات کے لئے پرچم لا الہ لے کر اٹھیں اور طاغوتی ظالم طاقتوں کو بھگادیں اگر ہم نے خود الجھنے کی پالیسی پر عمل کیا تو پھر یہ طاغوتی طاقتیں ہمیں بھی اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر ذلیل و خوار کر دیں گی۔"

ہمیں ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ ساتھ عقائد و مقدسات کا بھی احترام کرنا چاہئے کیونکہ ہم آپس کے جذبہ اخوت و برادری کے ذریعے ہی اسلام دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو جان لینا چاہئے کہ ان کی تمام تر مصیبتوں کا ذمہ دار امریکہ ہے جس کے گماشتے یہاں بھی مسلمانوں میں انتشار پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں جو لوگ شیعہ سنی میں اختلاف پھیلاتے ہیں اور

Marfat.com

وہ شیعہ ہیں نہ سنی بلکہ استعمار کے ایجنٹ اور اسلام کے دشمن ہیں اور انسانیت و شرافت کے لٹیرے ہیں۔ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب استعمار کسی معاشرے میں نفوذ کرنے لگتا ہے تو اس کی کوشش ہوتی ہے کہ قوم کو لسانی، علاقائی، اپنے جیسے کئی تقسیم کے ذریعے سے بانٹ دیا جائے اور پھر اتحاد کے داعی افراد کے بے اثر بنانے کے لئے ان کی مختلف طریقوں سے کردار کشی کرے، اس کے ساتھ ساتھ قوم کے حقیقی مسائل سے بے خبر کر کے بے مقصد معاملات و مسائل میں مشغول رکھے غور کریں تو یہی کچھ آج ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے اے اسلام کے سپوتو! بیدار ہو جاؤ اور سازشی ہاتھوں کو کاٹ ڈالو اگر آپ چاہتے ہیں کہ استعمار کے سر پر کاری ضرب اور اس کے دل پر نشتر چلے تو پرچم محمدی، مقام مصطفیٰ پر جمع ہو جاؤ۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں کبھی بھی کوئی گروہی سوچ مسحور نہیں کر سکی، کسی مسلک سے منسوب ہونے سے زیادہ انہیں اس میں فخر اور لطف محسوس ہوتا ہے کہ آپ امت محمدیہ کا ایک فرد ہیں۔ اس لئے کہ ہر گروہ کی نسبت زیادہ سے زیادہ کسی امام، فقیہ، سے ہے جبکہ امت کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، کس کا دماغ چل گیا ہے کہ وہ اس نسبت کو ترک کر دے، کیونکہ یہی نسبت اگلے جہان کے لئے بھی وسیلہ نجات ہے

تیرے در کی بھیک چھوڑیں سروری کے واسطے
تیرے در کی بھیک اچھی سروری اچھی نہیں

پروفیسر صاحب کی تمام تر سعی جمیلہ، اسی نسبت کو ترو تازہ اور توانا رکھنے کے لئے ہے۔ آپ نے ہمیشہ وحدت امت پر زور دیا ہے۔ عربی، عجمی، سندھی، پنجابی، مقلد، غیر مقلد، جٹ، گجر، ارائیں، جام، خان، ملک، چوہدری، رانا، راجہ، کے تعصبات کی دیواریں استوار کرنا اسلام کے منافی ہیں۔ آپ کے نزدیک ہمارے قدیم مدارس عربیہ کے نصاب، ان کے اساتذہ اور طریقہ تعلیم میں بہت سی خوبیاں اگرچہ بہت سی خصوصیات اور قابل قدر پہلو پائے جاتے ہیں تاہم ان کا [illegible]

Marfat.com

میں پختگی اور گیرائی پیدا ہوتی ہے۔ اور زمانہ ماضی میں ان مدارس عربیہ سے مسلمانوں کو بہت فائدہ بھی پہنچا ہے۔ اور یہ واقع ہے کہ ان کی برکت سے دینی عقائد' دینی اقدار و روایات' اسلامی تہذیب و تمدن اور دینی شعائر اب تک باقی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قدیم نصاب درس اور طریقہ تعلیم و تدریس کی وجہ سے ان مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کے سامنے پڑھتے وقت ملک و ملت کے لئے کوئی تعمیری اور انقلابی پروگرام نہیں ہوتا۔ وہ اس لئے پڑھتے ہیں پڑھنا ہی ایک کام ہے اور بس۔ یہ تصور نہیں ہوتا کہ مدرسہ کے اس نصاب کو پڑھ کر اور "فارغ التحصیل" ہو کر جب ہم باہر نکلیں گے تو اپنی خداداد صلاحیتیں اور علمی و عملی طاقتیں کسی ایسے میدان میں کام کرنے کے لئے صرف کریں گے جہاں اسلام کے مقابلہ میں کفر سے رزم آرائی ہو۔ جہاں حق کا علم بلند کرنے کے لئے باطل قوتوں سے نبرد آزمائی ہو۔ جہاں خدا کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے قوانین و احکام کو نافذ کرنے کے لئے خدا کے باغیوں اور طواغیت سے دوبدو مقابلہ کرنا ہو۔ جب ان مدارس کی چار دیواریوں میں رہ کر طلبہ کے اندر یہ تصور ہی نہیں پایا جاتا تو ان میں فراخدلی' بلند نظری' حوصلہ مندی' مجتہدانہ روح اور زمانہ کے رخ کو پھیر دینے کا جذبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اور وہاں اس نیت کے ساتھ کسی قسم کی تیاری نہیں کرتے کہ وہ باہر نکل کر خالص کفر کا' محض اسلام کی خاطر مقابلہ کریں گے اور اسلامی انقلاب لائیں گے۔ دوسری طرف ان مدارس میں عموماً ان طلبہ کی تعلیم و تربیت فرقہ وارانہ ماحول میں ہوتی ہے۔ ان کا ذہن کچھ اس طرح بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مخصوص حلقہ سے باہر نہ کسی دوسرے حلقہ کے علم و فضل کو مانتے ہیں اور نہ خدمت دین کو' اور اس فضاء میں رہتے رہتے ان میں عصبیت اور گروہ بندی کا یہ جذبہ پختہ ہوتا جاتا ہے۔ اپنے فرقہ کی ہر بات کو بہرحال حق مانیں گے اور اسے حق کہیں گے اور دوسرے فرقہ کی ہر بات کو' ہر مسئلہ کو ناحق ہی کہیں گے۔

اس پختہ فرقہ وارانہ ذہنیت کے ساتھ ان مدارس عربیہ کے فضلاء' جب باہر میدان عمل میں نکلتے

Marfat.com

ہیں اور قوم کے سامنے ایک دینی رہنمائی موجود [illegible]
کی صحیح دینی خدمت اور دینی رہنمائی کریں۔ قرآن و حدیث اور اسلام [illegible]
متفق علیہ اور یقینی معروفات کو رائج کریں۔ متفق علیہ اور قطعی منکرات کو [illegible]
کریں۔ لوگوں کی باہمی عداوتیں اور نفرتیں ختم کرنے کے لئے [illegible] رہیں۔
ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ کر ان میں باہمی اتفاق و اتحاد اور الفت و محبت کی فضاء قائم کریں۔ [illegible]
کو اور خراب کرتے ہیں اور چند فروعی اور جزئی مسائل کے بارے میں بے جا تشدد اختیار کر [illegible]
اور رفتہ رفتہ ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر، تجہیل و حماقت اور فرقہ وارانہ عصبیت اور [illegible]
وہابیت کا مشغلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنی علمی صلاحیتوں کو ان بے ہودہ اور ملک
ملت کے لئے مضر مشاغل میں صرف کر کے ملک و ملت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ
ہے کہ پہلے تو پوری امت مسلمہ مقلدین و غیر مقلدین میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور [illegible]
کے ذریعہ ایک دوسرے سے جدائی کی یہ خلیج روز بروز وسیع ہوتی جاتی ہے۔ پھر مقلدین میں
دیوبندی کہلاتا ہے، کوئی بریلوی، جس کی پھر تعبیر کبھی یوں کی جاتی ہے کہ وہ وہابی ہے وہ گستاخ
ہے۔ وہ مشرک ہے وہ بدعتی ہے، پھر دیوبندیوں اور بریلویوں میں سے ہر ایک کی بھی [illegible]
تقسیم ہو گئی ہے اور اہل حدیث گروہ سے تعلق رکھنے والے بھی شاخ در شاخ ہو گئے ہیں۔
اس کی وجہ یہ ہے کہ شروع سے ذہنی تربیت فرقہ بندی کی ہوتی ہے۔ اور یہ سب آپس میں [illegible]
رہتے ہیں اور ساری خداداد علمی اور عملی صلاحیتیں اور عام مسلمانوں کا ان پر اعتماد اور قوم
پیشوائی کے منصب پر متمکن ہونے کی حیثیت ایسے ایسے جزئی اور معمولی مسائل [illegible]
پر صرف ہوتی ہے جن پر اسلام کی بقاء و ترقی کا انحصار بالکل نہیں۔ وقت کے اہم ترین مسائل
جن کا تعلق براہ راست اسلام کی بقاء و احیاء اور مسلمانوں کے مستقبل سے ہے ان پر غور [illegible]
کی فرصت باقی نہیں رہتی۔ ایک دوسرے کے خلاف اشتہارات چھپتے ہیں [illegible] مناظروں کا [illegible]
ہے، انعام کا اعلان ہوتا ہے۔ مناظرات [illegible]

Marfat.com

مجادلے ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر طنز و تعریض کے تیر چلانے اور مساجد کے منبروں سے گولہ باری کرنے کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ایسا ہی مناظرانہ مزاج و اعظ و خطیب' اپنے مواعظ و خطبات" میں نہ صرف یہ کہ اپنا مسلک اور اپنا علمی نظریہ بیان کرتے ہیں بلکہ لازما جارحانہ طور پر دوسرے فرقہ کے پیشواؤں' رہنماؤں' اور مرکز عقیدت وارادت بزرگوں کے خلاف بڑی بے باکی سے لب کشائی کرتے اور قلم کی تلوار چلاتے ہیں۔ جھوٹے الزامات لگاتے اور ان کی تحقیر و توہین کرتے ہیں۔ جس کے بدلے میں اس دوسرے فرقے کے اس قسم کے شعلہ مقال اور آتش نواواعظ و خطیب اور قلمکار جواب آں غزل کے طور پر اس پہلے گروہ کے بزرگوں' مقتداؤں اور حضرتوں کی ان میں "قصیدہ خوانی" کرتے ہیں اور اس طرح جواب اور پھر اس کے بعد جواب در جواب کا ایک تسلسل شروع ہو جاتا ہے اور دن بدن باہمی عناد' ضد اور مخالفت و عداوت کی آگ مسلسل بھڑکتی رہتی ہے۔ حتی کہ حرب و ضرب کی نوبت تک بات پہنچ جاتی ہے۔ اور آپس یہ خانہ جنگی اور گولہ باری بڑھتے بڑھتے اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ فوجداری قابل دست اندازی پولیس تک کی نوبت آتی ہے۔ اور کچہریوں میں پہنچ کر دین کی اور علم دین اور طبقہ علماء کی رسوائی ہوتی ہے سچی بات یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کو منتشر کرنے اور اس کی قوت و طاقت کو کمزور کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو اندر گھسنے اور مسلمانوں کو ذلیل وخوار اور رسواء کرنے کا موقع جتنا ہمارے ان داخلی اختلافات نے دیا ہے اتنا کسی بڑے سے بڑے بیرونی دشمن کے حملوں نے نہیں دیا۔

اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات علماء کرام کی تعلیم وتربیت ابتداء ہی سے فرقہ وارانہ بنیادوں پر ہورہی ہے۔ مدارس کی تاسیس فرقہ واری نظریہ سے کی جاتی ہے۔ بعض مدارس میں داخلہ لینے والے طلبہ کو اس شرط پر داخلہ دیا جاتا ہے کہ پہلے فلاں فرقہ کے فلاں فلاں بزرگوں" پیشواؤں اور اساتذہ کی تکفیر کرو۔ پھر ہم داخل مدرسہ کریں گے ورنہ جاؤ یہاں داخل نہیں ہو سکتے۔ گویا اس معصوم طالب علم کے ننھے اور صاف دماغ میں داخلہ سے پہلے تکفیر مسلمین کا بیج بویا

Marfat.com

جاتا ہے اور وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ علم دین حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی اور اس کا پہلا تقاضا دوسرے فرقہ کی تکفیر ہے۔ اور پھر اس بیج کی مسلسل آبیاری ہوتی ہے اور مدرسے میں جسمانی غذائی کے ساتھ روزانہ یہ غذا بھی دی جاتی ہے کہ تمہارا اصل مشغلہ اور یہاں پڑھ کر کچھ سیکھنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ دستار بند ہو کر جب نکلو گے تو اس خاص فرقہ کو ختم کرنا' اور اس کے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھنا اصل جہاد ہے' چنانچہ پھر وہ عمر بھر یہی جہاد کرتے رہتے ہیں فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑکانے اور مسلمانوں کی تمام صلاحیتوں کو اس آگ میں جلا کر تباہ کرتے رہتے ہیں۔

مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا یہ محققانہ اور گہرا تجزیہ مبنی برحقیقت ہے۔ اس سے رتی بھر بھی اختلاف نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے اس کشیدگی کا یہ حل پیش کیا ہے کہ مسلکی رواداری اور وسیع المشربی بحال کرنے کے لئے وسیع بنیادوں پر ایسے دینی تدریسی ادارے اور مدارس قائم کیئے جائیں کہ جہاں پر ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے طلباء آزادانہ ماحول میں تعلیم حاصل کریں' اور اس طرح باہمی اختلاط سے خوش گوار اور صحت مند دینی فضا قائم ہوگی۔

ایسے اداروں کے فارغ التحصیل علماء و فضلاء جب عملی زندگی میں داخل ہونگے تو ان کے درس و تدریس اور پڑھنے پڑھانے کا اسلوب مناظرانہ نہیں بلکہ مثبت' پروقار' علمی' تحقیقی' استخراجی اور محققانہ انداز کا ہوگا۔ آپ نے قوم کے سامنے اس کا عملی نمونہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور منہاج القرآن اسلامیہ ڈگری کالج برائے خواتین اور عوامی تعلیمی مراکز' ماڈل سکولز کی صورت میں پیش کیا ہے۔ کہ جہاں تعصب کی بجائے رواداری کو فروغ دیا جارہا ہے۔ پوری مسلمان قوم میں بلا تفریق نظریہ و مسلک اتحاد و اتفاق اور پوری یکجہتی پیدا کی جارہی ہے۔ اور ہر قسم کا اختلاف و انتشار ختم کر کے ان میں ہم رنگی اور ہم آہنگی کی کوشش کی جارہی ہے اقامت دین' اعلاء کلمۃ اللہ اور تنفیذ احکام قرآن و سنت کے لئے مسلمانوں کی قوت کو مجتمع کیا جارہا ہے۔ ٹوٹے دلوں کو جامعہ کے فضلاء تسبیح کے دانوں کی طرح پرو رہے ہیں۔

اور اس طرح پروفیسر صاحب کا خواب شرمندہ تعبیر ہو رہا ہے۔

Marfat.com

فیضان مرشد

Marfat.com

مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب علما کی کہکشاں میں دمکتے ہوئے' تابندہ و خیرہ چشم نور کی ایک کرن کی مانند ہیں جس کا شرار خون قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کے شعلے سے پھوٹا ہے' تمام علما و اولیا عظام کا رخ غار حرا سے پھوٹنے والے چاند کی جانب ہے۔ اسی ماہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کے افعال و کردار پر منعکس نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ نرالے بندے اپنے خاکستر میں عشق حقیقی کی ایک ایسی چنگاری لے کر آتے ہیں' جو ابدالاباد تک کڑی در کڑی یونہی سلگتی رہے گی' نور دیتی رہے گی' ایک کا سلسلہ دوسرے سے یوں ملتا ہے' جیسے دور سے آسمان پر ستاروں کے جھرمٹ بالکل ایک جیسے نظر آتے ہیں۔ لیکن ذرا قریب ہو کر دیکھیں تو ہر ستارہ دوسرے سے جدا نظر آتا ہے' البتہ سب کا مخزن نور اور ظہور ایک ہی ہے۔ استاذی المکرم علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب بہت سی خصوصیات کے حامل انسان ہیں' لیکن مرشد کریم حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز سے محبت و عقیدت کی یہ وہ خصوصیت ہے جو تمام پر بھاری ہے۔ آپ کے بیان کی تاثیر کو اسی نسبت و تعلق کا فیضان بھی کہا جاسکتا ہے۔ آپ حضرت والا کی بات کرتے ہیں تو آپ کی آنکھوں میں قندیلیں روشن ہو جاتی ہیں۔ بند بند سے' عزت' احترام' اور محبت و عقیدت کے چھینٹے اڑتے ہیں' جو محفل کو بھگو دیتے ہیں۔ بس حضرت قبلہ پیر صاحب کا نام لے لو تو یہ عالم ہوتا ہے کہ بس ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ آپ اس محبت و عقیدت سے حضرت والا کی باتیں سناتے ہیں کہ حاضرین لٹ پٹ ہو جاتے ہیں۔ آپ کی ساری زندگی مرشد کی نگاہ فیض کا کرشمہ ہے۔ مرشد کامل ہو تو دل کی دنیا ... زیر کر کے رکھ دیتا ہے۔ حضرت والا نے اپنی نگاہ فیض رساں سے جناب محمد طاہر کو مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری بنا دیا۔ جب آپ قادری ہوگئے تو رمز محبت سے شناسا ہوگئے۔ وہ مرید کی لاٹ

Marfat.com

سے آگاہی ہوئی تو فنائی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام پایا۔ یہ خمار ایسا ہے کہ تزکیہ نفس و معرفت الہیہ کی منزلیں آسان ہو گئیں ہیں۔

پروفیسر صاحب قبلہ نے بزرگوں اور اولیاء اللہ کی گہری عقیدت و محبت اپنے والد ماجد سے وراثت میں پائی ہے جو بزرگوں کے شیدائی اور ان کا زندہ تذکرہ تھے۔ آپ نے ایسے ماحول میں آنکھ کھولی کہ گھر میں بزرگوں ہی کے تذکرے تھے۔ بچپن ہی سے اپنے والد ماجد کے ساتھ اکابر علماء و اولیاء کی خدمت میں بڑے شوق و ذوق سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا! کہ مجھے اس وقت سے اولیاء و علماء کی باتیں سننے کا شوق ہوتا تھا جب کچھ پلے نہیں پڑتی تھیں۔ اسی فطری لگاؤ کے پیش نظر قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ دراصل اس سے آپ کی زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت والا سے اصلاح و تربیت کا جو تعلق قائم ہوا یہ اتنا گہرا، ولولہ انگیز، مستحکم اور ہمہ گیر ہوا کہ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کے بعد قادری صاحب کی پوری زندگی درحقیقت اسی تعلق کی تفسیر اور اسی ربط پیہم کی داستان ہے۔ اس داستان کو اگر پروفیسر صاحب کے حالات زندگی سے الگ کر دیا جائے تو یہ ایک دیندار اور ذہین' جفاکش عالم کے حالات زندگی تو ہوں گے مگر اس موجودہ جلیل القدر عبقری شخصیت کے حالات نہ ہوں گے' جسے مرشد کامل نے توازن و اعتدال کا پیکر اور عظیم محقق و مفکر بنا کر "قائد انقلاب" کے مقام تک پہنچایا ہے۔ حضرت والا ہی کی صحبت و تربیت وہ کیمیا تھی جس نے اس جوہر خالص کو نکھار عطا کیا اور سونے کو کندن بنا دیا لیکن یہ داستان اتنی طویل' مسلسل اور پہلودار ہے کہ زیر تحریر مضمون میں اس کے صرف اشارے ہی آسکیں گے کیونکہ اس داستان کو نہ ایک عنوان کے تحت سمیٹا جا سکتا ہے نہ پوری تصنیف اس کے لئے کافی ہے' اس کے لئے تو مختلف موضوعات کی نہ جانے کتنی تصنیفات کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے کہ پروفیسر صاحب کی زندگی کے کئی پہلو ایسے ہیں جن پر الگ الگ تصانیف کی ضرورت ہے' اور حضرت والا کے دست حق پرست پر بیعت ہو

Marfat.com

جانے کے بعد پروفیسر صاحب کی زندگی کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے جس پر حضرت والا کی چھاپ موجود نہ ہو، کوئی دلچسپی ایسی نہیں ہے جو مرشد کامل کے مذاق و مزاج میں ڈھلی ہوئی نہ ہو، کوئی مصروفیت ایسی نہیں ہے "جو خانقاہ طاہریہ" سے ہم آہنگ نہ ہو، تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں، علمی تحقیقات ہوں یا فقہ و فتوی کی گتھیاں، باطن کی ریاضتیں ہوں یا ظاہر کی عبادتیں، آخر شب کی خلوتیں ہوں یا وعظ و درس کی جلوتیں، خانگی الجھنیں ہوں یا ملکی و سیاسی پیچیدگیاں معاشی حالات ہوں یا اولاد اور ان کی شادی بیاہ کے معاملات، عزیزوں دوستوں کی مہربانیاں ہوں یا حاسدوں کی ریشہ دوانیاں، غم کا موقع ہو یا خوشی کا، ہر حال میں مرشد سے گہرا رابطہ قائم ہے۔ مستقل قیام لاہور ہے مگر جب بھی تحریکی مصروفیات اور دعوتی مشاغل سے ذرا موقع ملتا، یا حضرت والا خود یاد فرماتے، کوئٹہ یا کراچی حاضر ہو جاتے۔ پہلے پہل کئی کئی مہینے قیام رہتا، کالج یونیورسٹی کی سالانہ تعطیلات میں معہ اہل وعیال کوئٹہ خانقاہ قادریہ طاہریہ کی روح پرور فضا میں گذرتا۔ غالباً پروفیسر صاحب کے بچوں کے نام حضرت والا نے ہی تجویز فرمائے۔ آپ کی اتنی ارادت تھی کہ جب بھی کوئی مشکل درپیش ہوتی تو "کوئٹہ اور کراچی" حضرت مرشدی کے حضور حاضر ہو کر اس وقت تک بارگاہ خداوندی میں محو دعا رہتے۔

اور حضرت والا کی خدمت میں مشکل کے لئے دعاؤں کی درخواست کرتے تو اللہ تعالی اس مرکز تجلیات کی برکت سے درپیش مشکل دور فرما دیتا۔ مرید مخلص کو تو اپنے مرشد سے عشق ہوا ہی کرتا ہے لیکن وہ بہت قلیل خوش نصیب ہوتے ہیں جو مرشد کے بھی منظور نظر ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ حضرت والا کو بھی پروفیسر صاحب سے محبت تھی، بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔

کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

پیر کامل ڈھونڈ کر ...

Marfat.com

کہ، بے پیرکب رکھتا ہے حال،

اور پھر پیر بھی کامل ہو، ورنہ تعویذ فروشوں کی کمی نہیں ہے، پیر کامل اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ۔

وہ پیر، پیر نہیں، جو نبی نمانہ ہو

نہیں، وہ پیر جو ہمرنگ مصطفیٰ نہ ہو!

شیخ کامل کی صحبت عطیہ الٰہی ہے، اس کے بغیر وصول الی اللہ کا درجہ مشکل ہے۔

مرشد کامل خدا کی داد ہے

یہ رسول پاک کی امداد ہے۔

Marfat.com

زمانہ طالب علمی کے دوران پروفیسر صاحب نے حضور قدوۃ الاولیاء کے دست اقدس پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور یہ عقیدت اتنی پروان چڑھی کہ روحانی باپ بیٹے کی صورت اختیار کر گئی۔ یہی وجہ ہے حضرت شیخ المشائخ کے وصال پر پروفیسر صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے کہا میں آج یتیم ہو گیا ہوں اور مجھے آج یتیمی کا احساس ہو رہا ہے' میرا آسرا و سہارا چھوٹ گیا ہے' بے سہارا و آسرا ہو چکا ہوں جب کبھی کوئی الجھن و پریشانی گھر کرتی تھی تو حضرت قدوۃ الاولیاء کے حضور میں حاضر ہو جاتا تھا اور پریشانی کافور ہو جاتی تھی' یہی جملے ادا فرما رہے تھے کہ ہچکی بندھ گئی"

آپ کی تعمیر شخصیت میں سب سے بڑا حصہ حضرت شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء کا ہے۔ حضرت والا سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا' بہت سے بزرگوں کو ان سے نسبت حاصل ہے' بعض حضرات نے اجازت بیعت وخلافت بھی حاصل کی لیکن جس شخصیت نے حضرت والا کے فیوض و برکات آپ کی پوری شخصیت کو اپنے اندر جذب کر لیا وہ صرف علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی ذات گرامی ہے' آپ کو اپنے شیخ سے شرف عقیدت نہیں بلکہ عشق ہے اور ایسا عشق جس کا جوش وصال کے بعد بھی عمر کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا ہے۔ اسی عشق نے تحریک منہاج القرآن ایسی عالمی و آفاقی تحریک کی داغ بیل ڈالی۔ پروفیسر صاحب کی محفل میں آپ کے شیخ کامل کا ذکر چھڑ جاتا ہے تو آپ پر ایک وجد اور وارفتگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور حضرت والا کے کمالات حضرت والا کے ارشادات اور ان کے اوصاف و اخلاق کا گھنٹوں تذکرہ کرتے ہیں۔ من وعن ان کے لب ولہجہ میں سناتے ہیں قیس عامری کے بارے میں جو عارف رومی نے فرمایا ہے

گفت مشق اسم لیلیٰ می کنم
خاطر خود را تسلی می دہم

"مشق اسم لیلیٰ" سے مجنوں کے دل کی تسلی واقعہ ہوتی تھی یا نہیں....؟ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت والا کے تذکار سے پروفیسر صاحب کے سوز جگر میں اور اضافہ ہو جاتا ہے آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابل پڑتے ہیں' چہرہ انور پر بے خودی و جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے

Marfat.com

بے اختیار فرماتے ہیں'

"واللہ ولم یر مثلہ' ولم یر ہو مثل نفسہ"

حضرت والا کے ملنے والے اور دیکھنے والوں میں سے کوئی مل جاتا ہے تو اس سے سب سے پہلی فرمائش یہی ہوتی ہے کہ حضرت والا کی کچھ باتیں سنایئے۔

اسی عشق و محبت اور اسی ربط و تعلق نے آپ کو حضرت والا کے علوم وانفاس کا وارث اور ان کا صحیح جانشن بنا دیا ہے۔ حضرت والا کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا آپ کے لوح قلب پر کندہ ہے۔ بیس پچیس سال پہلے کے واقعات اور حضرت والا کے ارشادات اس طرح سنایا کرتے ہیں گویا ابھی ابھی حضرت والا مجلس سے اٹھ کر گئے ہیں۔ مرید و شیخ کے تعلق کی بہت سی داستانیں لوگوں نے سنیں ہوں گی لیکن پروفیسر صاحب کو جو تعلق اپنے شیخ کامل سے ہے اس کی مثال نہ دیکھی' نہ سنی' راقم الحروف کا یہ یقین مشاہدہ میں تبدیل ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کرام نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو' آپ کی اداؤں کو' اور آپ کے لب و لہجہ کو' کس طرح یاد رکھا ہوگا' اور پھر کس طرح من وعن امت تک پہنچایا ہوگا۔ حضرت والا کا تذکرہ کچھ ایسے انداز میں فرماتے ہیں کہ گویا آپ کے نزدیک دنیا میں بس ایک ہی شیخ ومربی واستاد پیدا ہوا جسے قدوۃ الاولیاء سید طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی کہتے ہیں۔

نماز تہجد میں پروفیسر صاحب حضرت والا کی درازی عمر کی دعا مانگا کرتے تھے' ایک مرتبہ آپ حضرت والا سے ملاقات کر کے واپس لاہور تشریف لائے تو احباب نے حضرت والا کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ دعا کریں اس مرتبہ حضرت والا کافی نحیف لگ رہے تھے' خصوصی دعا کریں' کہ خدا ہمارے سروں پر شہزادہ غوث الوری کا سایہ قائم و دائم رکھے۔ آپ کا دل حضرت والا کے دل کے ساتھ دھڑکتا اور آپ کی نبض حضرت والا کی نبضوں کی رفتار پر قائم تھی۔ آپ اہم معاملات میں حضرت والا سے رجوع فرماتے تھے' ایک مرتبہ رات کو کسی اہم مسئلہ پر آپ کا

Marfat.com

حضرت والا سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوا۔ حضرت والا کے سلام کا جواب دینے کے بعد آپ کے چہرے کے تاثرات میں تبدیلی آگئی' آپ انتہائی مودب اور تھرتھراتے لہجے میں بات کرتے رہے۔ پروفیسر صاحب کا معمول تھا کہ عالم اسلام کو پیش آنے والی ہر مصیبت کے موقع پر آپ حضرت والا سے اپنے غم کا اظہار فرماتے۔ آپ کو جس قدر حضرت والا کی ذات گرامی سے والہانہ عقیدت تھی اسی طرح حضرت والا کے صاحبزادگان و شہزادگان سے بھی گہری محبت و عقیدت ہے۔

حضرت صاحبزادہ سید محمود محی الدین الگیلانی

حضرت صاحبزادہ سید عبدالقادر جمال الدین الگیلانی

حضرت صاحبزادہ سید محمد ضیاء الدین الگیلانی

دامت برکاتہم العالیہ

تینوں شہزادگان منہاج القرآن کے مرکزی پروگراموں میں صدارت فرماتے ہیں اور حضرت والا کی طرح کا تاریخ ساز استقبال کیا جاتا ہے۔ پہلا کنونشن کے موقع پر بڑے صاحبزادہ صاحب جب تشریف لائے تو پروفیسر صاحب نے ہزاروں پرستاروں کے ساتھ فقید المثال استقبال کیا۔ اسی طرح چھوٹے دونوں شہزادگان کو بھی عزت و احترام اور ادب و تعظیم کے ساتھ منہاج القرآن کے پروگراموں میں لایا جاتا ہے۔ حضرت والا کی نسبت سے پورا پورا ادب کیا جاتا ہے اور پروفیسر صاحب کی درخواست پر بڑے شہزادہ صاحب نے عرس کے موقع پر بیعت کرنے کا بھی اعلان فرمایا ہے۔ اللہ تعالی حضرت والا کے شہزادگان کے علم عرفان میں ترقی عطا فرمائے۔

Marfat.com

فکری رجحان اور مسلکی مزاج

Marfat.com

پروفیسر صاحب کے مسلک کی تشریح و توضیح کے لئے اصلا" کسی الگ کتاب کی تالیف کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ "آپ" کوئی ایسے فرقہ کے بانی نہیں ہیں۔ کہ آپ نے جمہور سے ہٹ کر فکرو عمل کی کوئی راہ نکالی ہو۔ بلکہ اسلام کی تشریح و تعبیر کے لئے چودہ سو سال میں جمہور علماء امت کا جو مسلک رہا ہے۔ وہی آپ کا مسلک ہے۔ دین اور اس کی تعلیمات کا بنیادی سرچشمہ قرآن و سنت ہیں اور قرآن و سنت کی تمام تعلیمات اپنی جامع شکل و صورت میں پروفیسر صاحب کے مسلک کی بنیاد ہیں۔

اہل سنت و الجماعت کے عقائد کی کوئی بھی مستند کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے اس میں جو کچھ لکھا ہوگا وہی آپ کے عقائد ہیں۔ حنفی فقہ اور اصول فقہ کی کسی بھی مستند کتاب کا مطالعہ کر لیجئے اس میں جو فقہی مسائل و اصول درج ہوں گے وہی آپ کا بھی مسلک ہے۔ اخلاق و احسان یعنی تصوف کی کسی بھی مستند مسلّم کتاب کی مراجعت کر لیجئے وہی تصوف اور تزکیہ اخلاق کے باب میں آپ کا ماخذ ہے۔ انبیاء کرام اور صحابہ و تابعین سے لے کر اولیا عظام اور بزرگان دین تک جن شخصیتوں کی جلالت شان اور علم و عمل قدرو منزلت پر جمہور امت کا اتفاق رہا ہے۔ وہی شخصیتیں آپ کے لئے مثالی اور قابل تقلید شخصیتیں ہیں۔ غرض دین کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں آپ اسلام کی معروف و متوارث تعبیر اور اس کے ٹھیٹھ مزاج و مذاق سے سرمو اختلاف رکھتے ہوں۔ آپ کا مسلک معلوم کرنا ہو تو وہ تفصیل کے ساتھ تفسیر قرآن کی مستند کتابوں، مسلّم شروح حدیث فقہ حنفی عقائد وکلام اور تصوف و اخلاق کی ان کتابوں میں درج ہے جو جمہو علمائے امت کے نزدیک مستند اور معتبر ہیں۔

اسلام اعتدال کا دین ہے۔ قرآن حکیم نے امت مسلمہ کو "امة" وسطا" کہہ کر اس بات کا اعلان فرما دیا ہے۔ کہ اس امت کی ایک بنیادی خصوصیت توسط اور اعتدال ہے۔ اور پروفیسر صاحب

Marfat.com

چونکہ اس دین کے حامل ہیں اس لئے
آپ کے مسلک و مشرب اور مزاج و مزاق میں طبعی طور پر یہی اعتدال پوری طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ آپ کی راہ افراط اور تفریط کے درمیان سے اس طرح گزرتی ہے کہ آپ کا دامن ان دو انتہائی سروں میں سے کسی سے بھی نہیں الجھتا اور یہ اعتدال کی خاصیت ہے۔ کہ افراط و تفریط دونوں ہی اس سے شاکی رہتے ہیں۔

افراط اس پر تفریط کا الزام عائد کرتا ہے۔ اور تفریط اس پر افراط کی تہمت لگاتی ہے۔ اس وجہ سے آپ کے خلاف بھی انتہا پسندانہ نظریات کی طرف سے متضاد قسم کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ مثلاً آپ کا اعتدال یہ ہے۔ کہ آپ قرآن وسنت پر ایمان کامل کے علاوہ سلف صالحین پر اعتماد اور ان کی پیروی کو بھی ساتھ لے کر چلتے ہیں۔ آپ کے نزدیک قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر میں سلف صالحین کے بیانات اور ان کے تعامل کو مرکزی اہمیت بھی حاصل ہے۔ اور آپ ان کے ساتھ عقیدت و محبت کو شخصیت پرستی کی حد تک بھی نہیں پہنچنے دیتے ۔ بلکہ فرق مراتب کا اصول ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہتا ہے۔ اب جو حضرات قرآن و سنت پر ایمان اور عمل کے تو مدعی ہیں لیکن ان کی تشریح و تعبیر میں سلف صالحین کو کوئی مرکزی مقام حاصل نہیں ہے۔ بلکہ خود اپنی عقل و فکر کو قرآن و سنت کی تعبیر کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ وہ حضرات پروفیسر صاحب پر شخصیت پرستی کا الزام عائد کرتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ کہ آپ نے(معاذ اللہ) اپنے اسلاف کو معبود بنا رکھا ہے۔

اور دوسری طرف جو حضرات اسلاف کی محبت و عقیدت کو واقعتاً شخصیت پرستی کی حد تک لے گئے ہیں۔ وہ حضرات آپ پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ آپ مقلد نہیں ہیں۔ فقہی جزوی مسائل کے اختلاف کی وجہ سے یہ پروپیگنڈہ کیاگیا ہے کہ پروفیسر صاحب نے امام ابو حنیفہ کو (معاذ اللہ) اپنا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ ان دونوں قسم کے متضاد پروپیگنڈہ کے نتیجے میں ایک ایسا شخص جو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر نہ ہو۔ آپ کے مسلک و مشرب کے بارے میں غلط فہمیوں کا

Marfat.com

شکار ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضرورت محسوس کی کہ آپ کے مسلک اعتدال کو جامع
میں اس طرح بیان کردیا جائے کہ ایک غیر جانبدار شخص آپ کے مسلکی مزاج کو ٹھیک ٹھیک
سکے۔ پروفیسر صاحب کا "مسلک" در حقیقت فکر و عمل کے اس طریقے کا نام ہے جو آپ کے
دینی حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری نے اپنے مشائخ سے سند متصل کے ساتھ
حاصل کیا اور جس کا سلسلہ حضرات صحابہ و اہل بیت تابعین سے ہوتا ہوا سرکار رسالتمآب صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جڑا ہوا ہے۔ یہ فکر و اعتقاد کا ایک متعدد طرز ہے یہ اعمال و اخلاق
کا ایک مثالی نظام ہے۔

یہ ایک معتدل مزاج و مذاق ہے جو صرف کتب پڑھنے یا سند حاصل کرنے سے نہیں بلکہ اس
مزاج میں رنگے ہوئے حضرات کی صحبت سے ٹھیک اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ جس طرح صحابہ
کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تابعین نے صحابہ کرام سے اور ان کے متبع
شاگردوں نے تابعین سے حاصل کیا تھا۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کا دینی رخ اور مسلکی مزاج یا انداز فکر و نظر اور مشرب و
ذوق عوام و خواص میں جانا پہچانا جا رہا ہے۔ عرصہ بیس برس سے آپ مسلمانوں کو تربیت دے
رہے ہیں۔ اور آپ کی دعوت ہمہ گیر اور عالمی ہے۔ جو مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہے۔
لیکن پروپیگنڈہ اور اعلانات و اشتہارات کے رسمی انداز سے نہیں بلکہ درس و تدریس تعلیم و تربیت
دعوت و ارشاد اور اصلاح ظاہر و باطن کے رنگ سے جاری ہے۔

آپ کا واحد نصب العین قرآن و سنت کی روشنی میں امت کو اسی مزاج پر برقرار رکھنا ہے۔ جو
مزاج نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے فیضان صحبت و ارشاد سے حضرات صحابہ
کرام میں اور صحابہ نے تابعین میں اور انہوں نے اپنے مابعد کے طبقات میں سلسلہ بہ سلسلہ زمان
بزمان مکان بہ مکان پیدا فرمایا تھا

پروفیسر صاحب کے مسلکی مزاج میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ سے مراد محض تحریک منہاج القرآن

Marfat.com

حلقہ مراد نہیں ہے۔ جو آپ کے ادارہ و جامعہ میں تعلیم و تدریس یا افتاء و قضاء یا تبلیغ و خطابت یا تصنیف و تالیف وغیرہ کے سلسلہ سے منسلک ہے۔ بلکہ وہ تمام علماء مراد ہیں جن کا ذہن و فکر حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اعلیٰحضرت فاضل بریلویؒ کے فکر و نظر سے چل کر حضرت اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ کی حکمت سے جڑا ہوا ہے۔ حضرت امام فضل حقؒ خیر آبادی مولانا لطف اللہ علیگڑھیؒ علامہ احمد حسنؒ کانپوری پیر سید جماعت علی محدث علی پوریؒ حضرت اعلیٰ شرقپوری محدث لاہوری اور غزالی زماں علامہ احمد سعید کاظمیؒ کے ذوق و مشرب سے وابستہ ہے۔

پروفیسر صاحب اپنے دینی رخ اور مسکی مزاج کے لحاظ سے "کلیتاً" اہل و سنت والجماعت ہیں۔ نہ یہ کوئی نیا فرقہ ہے۔ نہ نئے عقائد کی کوئی جماعت ہے۔ جسے وقت اور ماحول نے پیدا کردیا ہو اس لئے اس ملک پاکستان اور بیرون ملک میں یہی ایک تحریک ہے جو اہل سنت و الجماعت کے معتقدات اور ان کے اصول و قوانین کی کماحقہ حفاظت کر رہی ہے ۔ پروفیسر صاحب اس کے اصلی اور قدیم رنگ کے ساتھ پھیلا اور عالمگیر بنا رہے ہیں ۔

چونکہ نصوص شرعیہ سے اہل سنت و الجماعت کے فضائل و مناقب اور خصوصیات مستفاد ہوتی ہیں اور آپ نے من و عن انہی کے راستہ کو اختیار کیا ہے جس سے ان فضائل اور خصوصیات سے پرتو ان پر بھی پڑے۔ اس لئے اہل سنت سے انہیں تطبیق دیتے ہوئے ان کے حق میں بھی فضیلت کی وہی نوعیت پیدا ہو گی۔

مذہب اہل سنت و الجماعت کی تعریف

یہ لقب دو کلموں سے مرکب ہے ایک السنۃ اور دوسرا الجماعت ان دونوں کے مجموعے ہی سے مسلک بنتا ہے۔ تنہا کسی ایک کلمہ سے نہیں ۔ السنۃ کے لفظ سے قانون ' دستور ' طریق ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف اشارہ ہے جس پر چلنے کا امت کو امر کیا گیا ہے ۔

اور الجماعت کے لفظ سے ذوات قدسیہ شخصیات مقدسہ اور اہل صدق و صفاء رہنمایان طریق

Marfat.com

کی طرف اشارہ ہے۔ جن کی رہنمائی اور صحبت و تربیت میں اس صراط [illegible] اور راہ [illegible] جینے اور اسے سمجھنے کا امر کیا گیا ہے۔ اس مسلک میں اصول و قوانین بغیر ذوات کے اور ذوات بغیر اصول و قوانین کے معتبر نہیں جبکہ قوانین و اصول خود ہی ان ذوات کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہوئے ہیں اور خود ذوات بھی ان قوانین ہی کے ذریعہ پہنچائی گئیں ہیں۔ اور واجب الاعتبار بنیں مذہب یا مسلک کے ان دو بنیادی عناصر (قانون و شخصیت) کو تعلیم دین اور سماوی قانون میں جمع رکھے جانے کی کھلی وجہ یہ ہے۔ کہ معنوی حقائق انہی ہی مخصوص تعبیرات میں لپٹی ہوئی اور گندھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ذرا سا بھی تعبیر میں ردو بدل یا تغیر ہوجائے تو اس کی اندرونی حقیقت ہی بدل کر کچھ کی کچھ ہوجاتی ہے۔ اور متکلم کا منشاء اور مقصد فوت ہوجاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنا قانون اپنی ہی تعبیرات اور اپنے ہی فرستادوں کی تعبیرات الفاظ میں اتارا اور اس کی حفاظت کا انتظام فرمایا تاکہ اس کی مطلوبہ حقیقتیں اپنے ہی الفاظ کے ذریعے محفوظ رہیں اور بھول چوک کے وقت ان الفاظ کا سامنے لے آنا ہی حقیقتوں کی یادداشت اور تذکر کا ذریعہ بنتا رہے۔

ظاہر کہ اگر قانون خداوندی کی لفظی تعبیرات نہ اترتیں تو قانون کے معانی اور مشمولات و مضمرات کا فہم و بقا اور بھول چوک کے وقت اس کی یادداشت کی کوئی صورت نہ ہو سکتی جبکہ بہت سے معانی و مقاصد خدائی کلام کی عبارت سے برآمد ہوتے ہیں۔ بہت سے اس کے اسلوب بیان کی دلالت و اشارت سے نمایاں ہوتے ہیں اور بہت سے اس عبارت کے مقتضیات سے کھلتے ہیں جو ان بلیغ تعبیرات کے سامنے نہ ہونے سے کبھی نہ کھل سکتے۔ غرض جب تک وہ تعبیرات الٰہی اپنے ہی اسلوب سے سامنے نہ آئیں ان کے مدلولات کھلنے کی صورت ممکن نہیں۔

قرآن حکیم آخری آسمانی کتاب تھی جو قیامت تک کے لئے بھیجی گئی تھی اس لئے اس کی لفظی تعبیرات بھی خدا ہی کی طرف سے اتاری گئیں اور ان کی حفاظت کی گارنٹی بھی خدا ہی کی طرف سے لی گئی۔ پھر اسی پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ قرآن کے حافظ یعنی قرآنی یعنی اسلامی [illegible] کے

Marfat.com

حفظ و کتابت کا بھی وہی بلکہ اس سے زیادہ اہتمام کیاگیا۔ کہ وہی درحقیقت قرآنی معانی و مرادات کی علمی تشریح اور ان کی اولین تفسیر تھی۔ تاکہ اس کے ذریعہ قرآنی قانون کے مفہومات اور حقیقی مرادات ذہنوں میں آئیں اور جاگزیں ہوجائیں۔ اس لئے انھیں بھی قرآن حکیم کی طرح سینوں اور پھر سفینوں میں منضبط کیا گیا کہ اس کے بغیر مرادات ربانی کا فہم ممکن نہ تھا۔ اس لئے ان الفاظ و تعبیرات کا محض نازل کروایاجانا ہی کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ ان کی قلمی یاداشت اور نوشت و خواند کا بندوبست بھی کیا گیا تاکہ یہ یاداشت اور کتابت شدہ قانون بھول و چوک یا ذہول و غفلت کے وقت ذریعہ ذکر و تذکر ثابت ہو اس لئے نزول الفاظ کے بعد ان کی کتابت کا بھی انتہائی حفاظت کے ساتھ بندوبست بھی کیا گیا جبکہ معانی کی حفاظت کا مدار الفاظ کی حفاظت پر تھا اور اس کی صورت نوشت و کتابت ہی تھی بقول مثل معروف "العلم صیدوالکتابۃ قید"

چنانچہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعبیرات کو قلم اعلیٰ سے لوح محفوظ میں قلمبند فرمایا اور پھر بلفظہ انھیں تعبیرات کو پیشانی اسرافیل پر لکھا اور پھر بصورت مکتوب بیت العزت میں اتارا جو آسمان دنیا پر ایک رفیع المرتبت مقام ہے اور وہاں سے پھر زمین پر انہی الفاظ کے ساتھ یہ کلام نجماً نجماً یعنی ٹکڑے ٹکڑے کر کے قلب نبوت پر نازل کیا گیا۔ گویا علویات میں سب سے اوپر بھی یہی الفاظ لکھے گئے اور سفلیات میں سب سے نیچے زمین پر اتار کر وہی الفاظ لکھوائے گئے تاکہ بالا وپست کے سارے دائروں میں یہ الفاظ بقید حیات منضبط رہیں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے لسان نبوت سے پڑھ کر سنایا بھی اور بلند تلاوت فرما کر اپنے صحابہ کے قلوب تک پہنچایا بھی۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے مسلکی مزاج کا خلاصہ حسب منشا ارشاد نبوی مختصر الفاظ میں "اتباع سنت بتوسط اہل الانابت" یا "تکمیل دین بہ تربیت اہل یقین" یا "اتباع اوامر اللہ بصحبت اولیاء اللہ" نکل آتا ہے۔

" السنۃ کے تحت حدیث نبوی سے دین کے جس قدر بھی شعبے بنتے چلے گئے وہ سب آپ کے مسلک کے جزو ہیں اور "الجماعۃ" کے تحت ذات نبوی کے فیض سے صحابہ سے لے کر تابعین

Marfat.com

ائمہ مجتہدین اور علماء راسخین فی العلم تک ان شعبوں کے لحاظ سے جس قدر کی ... چلی گئی فرق مراتب کے ساتھ ان سب کی عظمت و محبت اور ادب و احترام آپ کے مسلک کا جوہر ہے اور اس طرح یہ مسلک اپنے اصول اور اپنی متنوع شخصیتوں کے لحاظ سے نسبت نبوی اور ذات نبوی کی عظمت و محبت سے پیدا شدہ ایک درخت ہے جس کے ہر پھل پھول میں وہی سنت کا رنگ و بو رچا ہوا ہے جس کی نوعیت یہ ہے کہ کوئی بھی دینی اور اسلامی شعبہ ایسا نہیں اور نہ ہو سکتا ہے جو سنت نبوی کے آثار میں سے نہ ہو ورنہ اسے دینی ہی کیوں کہا جاتا اور دین کی کوئی بھی دینی اور اولوالامر قسم کی شخصیت ایسی نہیں جو ذات نبوی سے مستنیر نہ ہو اور آپ سے نسبت نہ رکھتی ہو ورنہ اسے دینی شخصیت ہی کیوں کہا جاتا؟ اس لئے اگر کسی مسلک کو منشاء نبوت کے مطابق بننا تھا تو وہ اس کے بغیر بن ہی نہیں سکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام منتسب شعبوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب تمام ذوات قدسیہ کے تعلق کو اپنے مسلک کو رکن بنائے اور انہی کی روشنی میں آگے بڑھے تاکہ اسے اپنے نبی سے اصولی اور ذاتیاتی دونوں قسم کی صحیح اور جامع نسبت حاصل رہے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تعلق مع اللہ کی ساری نسبتوں کے جامع اور ان میں فرد اکمل ہیں اس لئے ہر اچھی نسبت جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چل کر آئے گی خواہ وہ کسی بھی شعبہ دین کے راستے سے آئے یا کسی بھی مستند دینی شخصیت کے توسط سے نمایاں ہو وہ اپنے وابستہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف لے جائے گی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے وابستہ کرے گی اس اصول قانون کی روشنی میں دیکھاجائے تو شریعت کے تمام علمی و عملی شعبے اور نہ صرف فروعی شعبے بلکہ دین کی وہ ساری نسبتیں جن سے یہ شعبے اور خود شریعت بنی ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی مختلف الانواع نسبتوں کے ثمرات و آثار ہیں۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ایمانی سے عقائد کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام کلام ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اسلامی سے عملی احکام کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام

Marfat.com

ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت احسانی سے تزکیہ نفس اور تکمیل اخلاق کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام تصوف ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت اعلائکلمۃ اللہ سے سیاست و جہاد کا شعبہ پیدا ہوا جس کا عنوانی لقب وامارت مخلافت ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت اسنادی سے سند کے ساتھ نقل دین کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فن روایت واسناد ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت استدلالی سے حجۃ ظلی کا حجت بیانی کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام درایت و حکمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت اتقائی سے علوم فراست ومعرفت کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فن حقائق واسرار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت استقرائی سے کلیات دین اور قواعد شرعیہ کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام فن اصول ہے خواہ وہ اصول فقہ ہوں یا اصول تفسیر و حدیث وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت اجتماعی سے تعاون باہمی اور حسن معاشرت کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام حضارۃ و مدنیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت تیسیری سے سہولت پسندی اور میانہ روی کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی لقب عدل و اقتصاد ہے۔ پھر شرعی حجتوں کے سلسلے میں دیکھا جائے تو یہاں بھی نسبت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی سرچشمہ دین دکھائی دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت ابنائی (نبوت) سے وحی متلو کا ظہور ہوا جس کے مجموعہ کا نام " القرآن ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نسبت القائی و وجدانی سے استنباط واستخراج مسائل کا شعبہ پیدا ہوا جس کا اصطلاحی نام اجتہاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت خاتمیت سے امت میں ابدی ہدایت اور عدم اجتماع برضلالت کا مقام پیدا ہوا جس سے اس میں حجیت کی شان ظاہر ہوئی جس کا اصطلاحی نام اجماع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نسبتوں سے دین کی یہ چار حجتیں قائم ہوئیں جن سے شریعت کے مسائل کا شرعی وجود ہوتا ہے۔

(۱) کتاب اللہ

Marfat.com

(۲) سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

(۳) اجماع امت

(۴) اجتہاد

مذکورہ بالا شریعت فرق مراتب کے ساتھ دین کے بارے میں حجت شرعیہ ہیں۔ پہلی تو دو چیزیں مثبت للاحکام ہیں اور آخری دو چیزیں مظہر للاحکام ہیں۔ اول کی دو بنیادیں تفرق رتبہ تشریعی ہیں اور دوسری دو بنیادیں تفرق رتبہ تفریعی ہیں۔ غرض دین کے علمی یا عملی شعبے ہوں یا دین کی اساسی حجتیں سب سنت نبوی کی مختلف نسبتوں سے پیدا شدہ ہیں جس میں فروعی شعبوں کا اصطلاحی نام بعد میں رکھ لئے گئے جبکہ ان کو اور ان کے قواعد و ضوابط کو سنت نبوی سے ماخذ کر کے فنون کی صورت دی گئی۔ مگر ان کی حقیقتیں قدیم اور پہلے ہی سے ذات نبوی سے وابستہ تھیں۔ اس لئے یہ سارے شعبہ ہائے دین' فقہ' تصوف' حدیث' تفسیر' روایت' درایت' اصول' حکمت' کلام' اور سیاست' وغیرہ السنتہ کے تحت سنت ہی کے اجزاء ثابت ہوتے ہیں جن کو علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے جوں کا توں لے کر اپنے مسلک و نظریہ کا رکن بنایا اور وہ آپ کے مسلک کے عناصر ترکیبی قرار پائے۔ پھر ان شعبوں کے تخصصات اور ان کی خصوصی مہارت و حذاقت سے اسلام میں خاص خاص طبقات پیدا ہوئے جو اپنے اپنے فن کے مناسب ناموں سے موسوم ہوئے جیسے متکلمین' فقہاء' صوفیاء' مفسرین' محدثین' عرفاء' حکماء' اور خلفاء وغیرہ ہم اور پھر ہر ہر طبقہ میں کمال مہارت و حذاقت اور خداداد بصیرت کے لحاظ سے اس فن کے ائمہ اور اولوالامر اشخاص پیدا ہوئے کہ یہ فن ہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور جو ہر نفس بن گیا اور وہ اس درجہ اس میں منہمک اور فانی ہو گئے کہ ان کی ذوات اور فن دو چیزیں الگ الگ نہ رہیں' بلکہ دونوں مل کر گویا ایک ذات ہو گئے حتی کہ اصول و قواعد فن کی طرح وہ خود بھی حجت اور ایک مقبول دلیل بن گئے۔ اس قسم کے لوگوں کو ان کی خداداد مخصوص صلاحیتوں اور کارناموں کے سبب ان فنون کا امیرالمومنین اور اولوالامر مانا اور پکارا گیا اور وہ امام اور مجتہد کے ناموں سے یاد کئے گئے۔

Marfat.com

جیسے ائمہ اجتہاد ابوحنیفہ شافعی مالک احمد بن حنبل وغیرہ یا جیسے ائمہ حدیث بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ یا جیسے ائمہ تصوف جنید و شبلی اور معروف و بایزید و کرخی وغیرہ یا جیسے ائمہ درایت و فقہ ابویوسف شیبانی مزنی ابوداود طائی زعفرانی ابن القاسم ابن واہب اور ابن رجب وغیرہ یا جیسے ائمہ حکمت و حقائق رازی و غزالی اور ابن عربی وغیرہ یا جیسے ائمہ اصول فخرالاسلام بزدوی علامہ دبوسی وغیرہ یہ اور اسی قسم کے اور شعبہ ہائے دین کی برگزیدہ شخصیتیں جن کے واسطوں اور افاضوں ہی سے مذکورہ فنون اور دینی علوم ہم تک پہنچے پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مسلک معین نہ صرف واجب التعظیم ہی نہیں بلکہ اپنے اپنے فنون کے مسائل میں ان کا مرجع الامر ہونا مسلک و نظریہ کا جزء قرار پایا۔ پس جیسے پروفیسر صاحب کا رجوع ان شعبوں کی طرف یکساں ہے اور کسی ایک شعبہ پر غلو کے ساتھ زور دینا آپ کا مسلک نہیں کہ تصوف کو لے کر حدیث سے بے نیاز ہو جائیں یا حدیث کو لے کو تصوف و کلام سے بے زاری کا اظہار کرنے لگیں، فقہ کو لے کر فن حقائق و اسرار سے لاتعلقی کا اظہار کریں یا اس کے برعکس حقائق میں منہمک ہو کر فقہی جزئیات سے بے توجہی برتنے لگیں بلکہ ان تمام شعبوں کی طرف آپ کا رجوع یکساں ہے جبکہ یہ تمام ہی شعبے یکسانیت کے ساتھ ذات بابرکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتساب رکھتے ہیں۔ ایسی ہی ان شعبوں کی مقدس شخصیات کی طرف بھی آپ کا رجوع اور ادب واحترام یکساں ہے جبکہ ان میں سے ہر شخصیت کسی نہ کسی جہت سے ذات رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ اور نور نبوت سے مستنیر ہے اس لئے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مسلک و نظریہ کے مطابق محدث ہونے کے یہ معنی نہ ہوں گے کہ وہ فقہ سے ناآشنا ہوں یا فقیہ ہونے کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ وہ حدیث سے یکسو ہوں۔ اصولی ہونے کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ وہ صوفی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں جیسا کہ ان کے صوفی ہونے کے یہ معنی نہ ہونگے کہ وہ متکلم کو کم تر سمجھنے لگیں جبکہ یہ ہمہ نوع شخصیات کسی نہ کسی جہت سے خلفا نبوی اور آثار نبوت میں سے ہیں جیسا کہ صحابہ کرام میں ہر رنگ اور ہر طبقہ کے افراد جمع تھے مگر ایک دوسرے

Marfat.com

کی عظمت و محبت اور ادب و احترام میں بھی انتہائی مقام پر تھے۔ اس لئے ایسے کے اہل علم وفضل افراد میں افضل ترین، مقبول ترین اعلیٰ ترین افراد وہی ہونگے جن میں ان تمام شعبہ ہائے دین کی جامعیت ہوگی۔ پس جیسے دین کے یہ سارے علمی و عملی شعبے واجب الاعتبار ہیں ایسے ہی ان شعبوں کی ساری شخصیات واجب العقیدت اور واجب العظمت ہیں ان شعبوں اور ان کی محبت و عظمت ہی پروفیسر صاحب کے مسلک و نظریہ کی اہم ترین اساس و بنیاد ہے اس کا نام اہل سنت و الجماعۃ ہے اور یہی وہ جامع طریقہ ہے جو سلسلہ بہ سلسلہ چلتا ہوا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضرت اعلیٰ گولڑوی اور شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی تک پہنچا اور پھر ان سے یہی مرکب طریقہ گذرتا ہوا پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب تک پہنچا ہے پس آپ کا مسلک نہ محض اصول پسندی کا نام ہے اور نہ شخصیت پرستی کا نہ آپ کے نزدیک دین اور دینی تربیت کے لئے تنہا لٹریچر کافی ہے نہ تنہا شخصیت نہ تنہا مطالعہ اور اپنا ذاتی ذہن و فکر کافی ہے اور نہ تنہا شخصیتوں کے اقوال وافعال پر اتکال اور بھروسہ۔ بلکہ اصول وقانون اور ذوات و شخصیات اور بالفاظ مختصر لٹریچر بشرط معیت صدیقین و اولیاء اور باقاعدہ درس وتدریس سے آپ کے مسلک کا مزاج بنا ہے جس میں کسی ایک سے بھی احترام سے قطع نظر جائز نہیں۔ جبکہ جامعیت و اعتدال اور احتیاط و میانہ روی ہی مسلک کا جوہر ہے تو دین کے ان شعبوں اور علمی مجتوں میں قرآن وسنت سے لے کر فقہ وکلام اور فن احسان اور فن اصول وغیرہ کی چھوٹی سے چھوٹی جزئی پر جمنا اور حکمت واعتدال کے ساتھ اسے مشعل راہ بنانا ہی آپ کے مسلک کا امتیاز ہے۔ اور ذوات اور شخصیات کی لائن میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے لے کر ائمہ مجتہدین علماء راسخین عرفاء مشائخ صوفیاء کرام اور حکمائے امت کی ذوات قدسیہ تک کے بارے میں افراط و تفریط سے الگ رہ کر ان کی عظمت و متابعت پر قائم رہنا ہی آپ کے مسلک کی امتیازی شان ہے ان تمام دینی شعبوں کے اصول و قوانین اور علوم و فنون کا خلاصہ دو ہی چیزیں نکلتی ہیں۔

Marfat.com

(۱) عقیدہ

(۲) اور عمل

ان دو چیزوں کے لئے شریعت آئی اور ان شعبوں کو وضع کیا گیا۔ عقائد میں بنیادی عقیدہ بلکہ تمام عقائد کی اساس توحید ہے' ؛ ؛ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کا دین رہا ہے اور عمل میں سارے اعمال کی جڑ بنیاد اتباع سنت اور پیروی اسوہ حسنہ ہے۔ اس لئے آپ کے مسلک میں پہلی اصل توحید خداوندی ہے اور اس کا تشخص عقید رسالت ہے۔ جس کے ساتھ شرک جمع نہ ہو سکے' لیکن ساتھ ہی تعظیم اہل اللہ اور توحید اہل فضل و کمال کو اس کے منافی سمجھنا آپ کے مسلک کا کوئی عنصر نہیں۔ پس نہ توحید میں لگ کر بے باکی اور جسارت اور ذوات کی عظمتوں سے بے نیازی مسلک ہے کہ یہ کمال توحید نہیں بلکہ توحید کا غلو یا حقیقت سے خلو یا اپنی ذات کا علو ہے اور ایسے ہی تعظیم شخصیات میں مبالغہ کرنا جس سے توحید میں خلل پڑتا ہو یا اس میں ترک کی آمیزش ہوتی ہو یہ بھی مسلک نہیں' کہ یہ تعظیم نہیں' تعظیم کا غلو اور حقیقت توحید کی تبدیلی سے بنام تعظیم توہین ہے پس تعظیم اس حد تک کہ توحید مجروح نہ ہو اور توحید اس درجہ تک کہ تعظیم اہل دل متاثر نہ ہو' یہی وہ نقطہ اعتدال ہے جو پروفیسر صاحب کا مسلک ہے اس سلسلہ میں پہلے ذوات و شخصیات ہی کے متعلق عقیدہ لیجئے کائنات کی ساری برگزیدگیوں اور برگذیدہ' ہستیوں کا مخزن و مرکز انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ جن کی محبت وعظمت اور عقیدت و متابعت ہی اصل ایمان ہے لیکن اس میں بھی پروفیسر صاحب نے حسب طریقہ اہلسنت والجماعۃ اپنے مسلک کی رو سے غلو اور افراط و تفریط سے بچ کر نقطہ اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہ تو آپ کا مسلک غلوزدہ اور بے بصیرت طبقوں کی طرح یہ ہے کہ انبیاء اور خدا میں کوئی فرق نہیں۔ یا خدا ان میں حلول کئے ہوئے ہے' گویا وہ خدا کے اوتار ہیں (العیاذباللہ)

اور نہ ہی آپ کا مسلک بے ادب و گستاخوں کی طرح یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معاذ اللہ

Marfat.com

محض ایک چٹھی رساں اور ڈاکیا کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا کام خدا کا پیغام پہنچا دینا ہے اور بس اس سے زیادہ معاذاللہ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ گویا جیسے واسطہ محض کی کوئی عظمت و فضیلت ضروری نہیں ہوتی صرف عام انسانی احترام و اکرام کافی سمجھا جاتا ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی کوئی غیر معمولی عظمت و فضیلت یا عقیدت و محبت ضروری نہیں عقیدت و محبت کا دم بھرنا عہد جاہلیت کی شخصیت پرستی ہے (معاذاللہ) ظاہر ہے کہ یہ گمراہی اور افرا و تفریط ہے' کون نہیں جانتا کہ اسلام کی بنیاد اعتدال و قسط ہے' غلوو مبالغہ نہیں بلکہ توسط و میانہ روی ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں پروفیسر صاحب کا مسلک ان دونوں متجاوز اور مفرط و مفرط حدود کے درمیان اعتدال کا نقطہ ہے اور وہ یہ کہ یہ مقدسین جہاں پیغام الٰہی کے مبلغ و محسن بھی ہیں جہاں وہ خدا کے سچے پیغمبر ہیں' وہیں وہ عالم کے معلم اور محسن عالم بھی ہیں۔ پھر اسی کے ساتھ وہ محبوب علام بھی ہیں اس لئے وہ ہر تعظیم و تکریم اور عظمت و فضیلت کے مستحق اور ہر ادب و احترام کے مستوجب اور ہر محبت و اطاعت کے محور و مرکز ہیں۔ مگر ساتھ ہی آپ کے مسلک کا یہ بھی اہم جزو ہے کہ وہ بلاشبہ بشر ہیں مگر پاک ترین بشر ان کی بشریت کا انکار کھلم کھلا کفر ہے۔

نوع بشر کے اعلیٰ ترین افراد ہے۔ پھر اس مقدس طبقہ کی آخری ہستی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔

مکرمی علامہ سید محمد انور جیلانی صاحب کی کتاب "بشریت و رسالت" پر تقریظ لکھتے ہوئے علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب رقمطراز ہیں۔

"قرآن عالم امر کا نقطہ کمال ہے۔ جبکہ صاحب قرآن عالم خلق کا نقطہ کمال اس اعتبار سے کہ جس طرح قرآن کا ایک ظاہر ہے۔ جو الفاظ ہیں۔ ایک اس کا باطن ہے۔ جو معانی ہیں اسی طرح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ایک ظاہر یعنی بشریت اور ایک باطن یعنی نورانیت ہے۔ پھر جس طرح قرآن کے معانی کے پیچھے حقائق ہیں جنہیں رب العزت اور صاحب قرآن کے علاوہ کوئی

Marfat.com

نہیں جانتا اسی طرح صاحب قرآن کی حقیقت کو بھی سوائے رب العالمین کے اور کوئی نہیں جانتا۔
خود لسان ترجمان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے!

"یا ابا بکر والذی بعثنی بالحق بشیراً ونذیراً" لم یعلم حقیقتہ غیر ربی"

اے میرے پیارے رفیق ابو بکر قسم ہے اس ذات جلالت کی جس نے مجھے بشیر و نذیر حق و صداقت کا مجسمہ بنایا میری حقیقت واقعہ کو میرے رب کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں"

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشریت نورانیت اور حقیقت کے ان پہلوؤں کو اگر مد نظر رکھ لیا جائے تو کوئی بنائے نزاع نہیں رہتی۔بشریت نورانیت اور حقیقت یہ سب حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شانیں ہیں جو باہم غیر متعارض ہیں"۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشریت کا جو لوگ سرے سے انکار کرتے ہیں وہ نصوص قطعیہ کے منکر کافر ہیں۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نور اور متصف الصفات نور نہیں مانتے وہ دلائل واضحہ اور براھین ساطعہ جلیلہ و جمیلہ سے غافل ہو کر گمراہی کے اندھے کوئیں میں گر جاتے ہیں"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمت و سربلندی ہر بلند و برتر ہستی سے مراتب بے شمار زیادہ اور بڑھ کر ہے۔

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے درجات اور حقوق بھی اوروں سے زیادہ ہیں۔ آپ سید الکونین افضل الکائنات افضل البشر افضل الانبیاء ہیں۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات بابرکات تمام انبیاء کرام کی تمام کمالاتی خصوصیات ن جامع بلکہ مبداء نبوت انبیاء اور منشاء ولایت اولیاء ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی پر تمام مختارات خداوندی کی ریاست کی منتہا ہے۔ آپ کے جملہ فضائل و کمالات عطائی ہیں۔ ذاتی نہیں ہیں۔

علوم غیبیہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حصہ تمام انبیاء اکرم اور تمام جہاں

Marfat.com

سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بعض غیوب پر مطلع فرمایا ہے تمام کائنات کے علم کو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علم سے وہی نسبت ہے۔ جو ایک قطرے کے کروڑویں حصے کو کروڑوں سمندر سے ہوتی ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

جو شخص آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علم کو ذاتی مانے یا اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر مانے یا آپ کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی بتائے اور کہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ غیب دان ہے بالکل اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی غیب دان ہے وہ شخص کافر و مشرک ہے۔

پروفیسر صاحب برزخ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حیات جسمانی کے قائل ہیں۔ آپ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضری ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔

آپ کے نزدیک نبی اور عام آدمی کی موت میں فرق ہے "موت کا ذائقہ ہر جاندار نے چکھنا ہے مگر عام شخص اور نبی کی موت میں فرق ہے عام آدمی کی موت اچانک اور بے اختیار آجاتی ہے۔ جبکہ نبی کو اس کی پہلے سے اطلاع دی جاتی ہے۔

اور اس سے نبی کی رضا مندی کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔

انبیاء کرام ایک حال سے دوسرے حال یا ایک گھر دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

نبی کا جسم عام لوگوں کی طرح بوسیدہ ہو کر مٹی نہیں ہو جاتا۔

ایسا شخص جو نبی کے وصال کے بعد مٹی میں مل جانے کا عقیدہ رکھے وہ کئی احادیث صحیحہ بلکہ آیات قرآنی کے مفہوم کا منکر ہے۔ اور گمراہ ہے۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے جو الفاظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بشریت مطہرہ ہر جگہ اور ہر ایک کے سامنے موجود ہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر

Marfat.com

جزو میں موجود ہوتی ہے۔ اسی طرح روح دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حقیقت منورہ عالم کے ہر ذرہ میں جاری و ساری ہے۔

جس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

اور اہل اللہ اکثر و بیشتر حالت بیداری میں اپنی جسمانی آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جمال جہاں آراء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی انھیں اپنی رحمت اور نظر عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں گویا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انھیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک! نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے یہ امر بعید نہیں کہ آن واحد میں مشرق و مغرب شمال و جنوب اور تحت و فوق تمام جہات میں اپنے وجود مقدس بعینہ یا جسم مثالی کے ساتھ تشریف فرما کر ہو کر اپنے مقربین کو اپنے جمال جہاں آراء کی زیارت اور نگاہ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائے اور یہ کمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالی کا عطا کردہ ہے۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو موضوع اختلاف بنانا نہایت افسوسناک ہے۔

" آپ فرماتے ہیں۔"

کتنا بڑا المیہ ہے۔ کہ بارگاہ مصطفویت سے وابستگی کو بنائے اتحاد بنانے کی بجائے مسلمان اسے باہمی تفرقہ مغائرت مخاصمت اور نفرت کے شعلوں کو ہوا دینے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔

کوئی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وجود کو محل اختلاف بناتا ہے۔ کوئی آپ کی حقیقت و حیثیت کو کوئی آپ کے علم و عرفان کو محل اختلاف بناتا ہے کوئی آپ کے تصرف و قوت کو کوئی

Marfat.com

آپ کی شفاعت و عنایت کو محل اختلاف بناتا ہے۔ کوئی آپ کی حدیث و سنت کو اور کوئی آپ کے نام کو محل اختلاف بناتا ہے۔ اور کوئی آپ کے مقام کو۔

آخر میں فرماتے ہیں:۔

آیئے کم ازکم ایک عہد تو ہم سب مل کر کریں کہ اختلافات کے ہزاروں دائرے ہو سکتے ہیں۔ ان میں حسب ضرورت طبع آزمائی کرلیں گے۔ مگر ذات مصطفوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو ہر ایک کی محسن ہے۔ بلکہ محسن کون و مکاں ہے۔ اسے محل نزاع و اختلاف بنانے سے گریز کریں گے۔

آپ کے نزدیک دور حاضر میں فساد قلب کا یہ المیہ دو علتوں کے باعث ظہور پذیر ہوا ہے۔

۱) تعلق باللہ کا صورۃً معلوم اور حقیقتاً و معناً معدوم و مفقود ہو جانا۔

۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تعلق غلامی اور تعلق محبت کا قلباً منقطع ہو جانا۔

خود ساختہ تصور رسالت پر اصرار یہ فتنہ بڑا گہرا ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ذکر پاک متنوع اور نوبہ نو حیثیتوں سے آیا ہے۔ جن میں سے ایک حیثیت آپ کا مثل بشر ہونا بھی ہے۔

فتنہ یوں ابھرا ہے کہ آپ کی دیگر تمام حیثیات سے صرف نظر کرکے صرف مثلیت کے بارے میں "ہمارے جیسے" ہونے کا گمراہ کن تصور پیدا ہوتا گیا اور یوں ذات رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عظمتیں دلوں سے محو ہوگئیں اور انجام کار آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت اور غلامی کا رشتہ منقطع ہوتا چلا گیا۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دو شانیں ہیں۔

(۱) شان عبدیت

(۲) شان محبوبیت و افضلیت

ان دونوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ...

Marfat.com

ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہیں تو مقام بندگی پہ رہتے ہوئے دامن میں سب کچھ ہونے کے باوجود یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں کہ میرا تو کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے میرے مولا کا ہے"

(۱) میں تمھارے ہی جیسا بشر ہوں

(۲) میں نہیں جانتا کہ میرا مولا میرے ساتھ کیا کرے۔"

(۳) اگر میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت سی بھلائیاں جمع کرلیتا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شان بندگی کے ساتھ بات کرتے ہیں تو زور بشریت و مثلیت پر ہوتا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات کو دکھاتا ہے۔ تو پھر کہیں آپ کے مسکن کی قسم اٹھائی جاتی ہے۔کہیں آپ کی عمر کی کہیں آپ کے لب و رخسار کہیں آپ کے چہرہ کی وغیرہ وغیرہ۔

یہ آپ کی منصبی فضلیت و برتری اور افضلیت ہے۔

پس پروفیسر صاحب کے نزدیک بشریت و مثلیت پر اقرار ہو اور افضلیت پر اصرار۔ آپ کے نزدیک بشریت و مثلیت پر اصرار کرنے سے انسان کاایمان مرجھا جاتا ہے۔ محبت کا چراغ گل ہوجاتا ہے۔ رشتہ غلامی کٹ کررہ جاتا ہے۔ لہٰذا اصرار افضلیت و محبوبیت پر ہو اور اقرار بشریت و مثلیت کا ہو۔

غرض پروفیسر صاحب تمام ظاہری و باطنی کمالات میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ساری مخلوقات میں بلحاظ کمال و جمال یکتا بے نظیرو بے مثال یقین کرتے اور ایمان رکھتے ہیں۔

صحابہ کرام

پروفیسر صاحب کے نزدیک نبی آکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی کابلاواسطہ فیض یا فتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے جن کا اصطلاحاتی لقب صحابہ کرام ہے۔

Marfat.com

صحابی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مجلس پائی اور ایمان پر اس کی وفات ہوئی

بلحاظ مدح و ثناء وہ امت میں یکتا و بے نظیر ہیں۔ پروفیسر صاحب عظمت و جلالت کے معیار سے صحابہ میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو لائق عداوت۔ کسی کی مدح میں رطب اللسان ہو کر اطراء مادح پر اتر آئیں اور کسی کی مذمت میں غلو کر کے تبرائی بن جائیں۔ یا تو انھیں سب و شتم کرنے میں بھی کسر نہ چھوڑیں اور یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر آجائیں۔ انھیں معصوم سمجھنے لگیں حتی کہ ان میں سے بعض کی اجتہادی خطائیں معصومیت میں بدل جائیں۔

پس پروفیسر صاحب کے مسلک پر یہ سب حضرات مقدس تقدس کے انتہائی مقام پر ہیں مگر نبی یا خدا نہیں ہیں۔ بلکہ بشریت کی صفات سے متصف لوازم بشریت اور ضروریات بشری کے پابند ہیں۔ مگر عام بشری سطح سے بالا تر کچھ غیر معمولی امتیازات بھی رکھتے ہیں۔

کسی بھی شخص کا صحابہ کرام کی کسی بات پر گرفت کرنا یا انھیں تنقید کا نشانہ بنانا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا کے خلاف ہے۔ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی یا کسی کے ساتھ بد عقیدگی گمراہی ہے۔ اور ایسا شخص جہنم کا مستحق ہے۔

یہی وہ نقطہ اعتدال ہے۔ جو صحابہ کرام کے بارے میں پروفیسر صاحب نے اختیار کیا ہوا ہے۔ آپ کے نزدیک تمام صحابہ شرف صحابیت اور صحابیت کی برگزیدگی میں یکساں و برابر ہیں۔ البتہ ان میں باہم فرق مراتب بھی ہے۔ لیکن نفس صحابیت کا فرق نہیں ہے۔ "الصحابۃ کلھم عدول" کا عقیدہ مبنی بر صداقت ہے۔

پروفیسر صاحب صحابہ کرام کو نجوم ہدایت تو مانتے ہیں۔ لیکن انھیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حق تشریع ان کے لئے ماننے لگیں اور وہ یہ کہ جس چیز کو چاہیں حلال کریں اور جسے چاہیں حرام بنا

Marfat.com

ویں ورنہ نبوت اور صحابیت میں فرق باقی نہیں رہ سکتا۔

پس وہ امتی تھے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سچے جان نثار و خادم تھے۔ اس لئے وہ سب کے سب کے مجموعی طور پر مخدوم العالم اور خیر الخلائق بعد الانبیاء ہیں۔

گو صحابہ کرام شارع تو نہ تھے۔ مگر فنافی الشریعت ضرور تھے۔ شریعت ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی۔ اور وہ اس میں گم ہوکر اس درجہ کمال کے مقام پر آگئے تھے۔ جو مدار فنایت اور استغراق اطاعت ہوتا ہے اس لئے پروفیسر صاحب انھیں شریعت کے بارے میں خائن یا تساہل یا بدنیت یا حب جاہ و مال کا اسیر کہنے کی معصیت میں مبتلا نہیں۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے نزدیک یہ سب مقدسین دین کی روایت کے راوی اول دینی مفہومات کے فہیم اول اور تربیت کی لائن کے پوری امت کے مربی اول اور حسب فرمودہ نبوی اسلامی فرقوں کے حق و باطل کے پرکھنے کا معیار حق تھے جن کی رو سے فرقوں کے حق و باطل کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کی محبت و عظمت فرقہ حقہ کا فرد ہونا ہے۔ اور ان کی نسبت سے سوء ظن وہ فرقہ ناجیہ سے الگ فرقہ ضالہ ہے۔

پروفیسر صاحب کے مسلک کے دائرہ میں صحابہ کرام کی عظمت شان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) صحابہ کرام فرقوں کے حق و باطل کے لئے معیار حق ہیں۔ اس لئے وہ امت کے حق میں ناقد ہیں نہ کہ منقود

۲) ان کی محبت و عقیدت محض تاریخی نہیں یا روایتی نہیں بلکہ حبی و عشقی ہے۔

۳) ان کے اختلافات و مشاجرات کو اچھالنا اور ان میں رائے زنی کرنا زیغ باطن کی علامت ہے۔

ان کے اختلافات میں حق و باطل کا تقابل نہیں بلکہ خطاء و صواب کا ہے۔

اہلبیت اطہار

پروفیسر صاحب کے نزدیک اہلبیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نسب اور قرابت کے وہ

Marfat.com

لوگ ہیں۔ جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان اہلبیت میں آپ کی ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہراء حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

۱) پنجتن پاک کی اصطلاح شرعی ہے۔ اہل بیت سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور فرمایا اور انھیں خوب پاک کیا اور جو چیز ان کے مرتبہ کے لائق نہیں اس سے ان کے پروردگار نے انھیں محفوظ رکھا۔

۲) اہلبیت رسول پر دوزخ کی آگ حرام کردی۔

۳) صدقہ ان پر حرام کیا گیا کہ اس لئے کہ یہ مال اور بدن کا میل ہے۔

۴) اول گروہ جس کی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے اہلبیت کا گروہ ہے۔

۵) اہلبیت کی محبت فرائض دین میں سے ہے۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

۶) اہلبیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے۔ کہ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے دور رہا وہ ہلاک و برباد ہو۔

الغرض اہلبیت جملہ اہل اسلام کے مقتداء ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے وہ بارگاہ الٰہی سے مردود و ملعون ہے۔ اور حضرات حسنین کریمین اعلیٰ درجے کے شہیدوں میں ہیں۔ ان میں سے کسی کی شہادت کا انکار کرنے والا گمراہ اور بددین ہے۔ تاریخی ریسرچ کے نام پر یزید کو خلیفہ راشد اور متقی و نقی ثابت کرکے اس کے مقابلے میں حضرت سیدنا امام حسین کو باغی قرار دینا گمراہی و بدعقیدگی ہے۔ اور یہ خارجیت ہے۔ جس کی عقیدہ و دین میں کوئی اجازت نہیں۔

واقعہ کربلا کو محض تاریخی نقطہ نظر سے دیکھنا درست نہیں ہے۔ دنیا میں ہزاروں تاریخیں غلط اور مشتبہ لکھی گئی ہیں۔ اور بہت سے ارباب اغراض نے تاریخ کے راستے سے اپنے کام نکالے ہیں۔

Marfat.com

ایسی تاریخی ریسرچ جس کا اثر مسلمہ عقائد پر پڑے وہ قابل رد ہے۔ دراصل تاریخ عقیدہ ہی کی تاریخ ہے۔ اور اس کا ذکر قدرتاً" عقیدہ ہی کا ذکر ہے۔ اس لئے کسی عقیدہ کی تاریخ کا ذکر کرتے وقت عقیدہ کے ذکر کو رد کرنا خود اس تاریخ کو ناقابل ذکر ٹھہرانا ہے۔ کیونکہ ہر واقعہ طلب عقیدہ اپنے واقعہ سے لازمی طور پر وابستہ اور وہ واقعہ اس کے ساتھ لازم ملزوم ہوتا ہے۔ جو کسی حالت میں بھی اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے عقیدہ سے تاریخ متعلقہ عقیدہ کے عین مطابق ہونی چاہیے۔ اگر تاریخ عقیدہ کے موافق ہے۔ تو وہ اس کی تاریخ اور اس کی تائید ہے۔ اور اگر تاریخ عقیدہ کے خلاف ہے۔ تو وہ عقیدہ کی تاریخ نہیں بلکہ اس کی تردید ہے۔ تو اس صورت میں عقیدہ کی صفائی پیش کرکے اس کی مخالف تاریخ کو رد کیا جانا کوئی بے موقعہ کام نہیں۔ عقیدہ و تاریخ میں تقابل کے وقت عقیدہ کو اصل رکھا جائے گا اور تاریخ اس کی تابع ہوگی۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک دینی معاملات کے سلسلہ میں عقیدہ سے تاریخ اخذ کی جائے گی تاریخ سے عقیدہ نہیں بنایا جائے گا۔ وجہ یہ ہے۔کہ عقیدہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خبر سے بنتا ہے۔ اور اس سے متعلقہ واقعہ کی بنیادیں بھی خدا و رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کے کلام میں مندرج ہوتی ہیں۔ یا اس کا مقتضا ہوتی ہیں اور دونوں صورتوں میں وہ منصوص ہی کے حکم میں ہوتی ہیں جبکہ عقیدہ کے مطابق ہوں اس لئے عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنا دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذاللہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لوگوں کے تابع ہوجائیں جو غلط بھی ہے اور شوخ چشمی بھی ہے۔ پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں بلکہ تاریخ کو عقیدہ کی پابندی کرنی پڑے گی۔ ورنہ تاریخ کے معیار سے اگر عقائد کا رد و قبول کیاجانے لگے

تو وہ عقائد کیا ہوئے فلسفیانہ نظریات بن جائیں گے جن میں زمانہ کی بدلتی ہوئی تاریخ سے روز ردوبدل ہوا کرے۔ ظاہر ہے۔ کہ اس طرح مذہب و مسلک اختیاری چیز بن جائے گی۔ اس لئے عقیدہ کے خلاف تاریخ نہ ہوگی تخیل ہوگی۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید ملعون سے متعلقہ عقیدہ سے واقعات کی ایک

Marfat.com

تاریخ وابستہ ہے۔ اس تاریخ کا ذکر ہی عقیدہ کا ذکر ہے۔ اس لئے اس سے متعلق کسی بھی فیصلہ کے وقت عقیدہ سے قطع نظر نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس کی تاریخ کو عقیدہ سے الگ کر کے محض تاریخ کے نقطۂ نظر سے دیکھا جاسکتا ہے۔ بلکہ عقیدہ کے معیار سے جانچ کر ہی اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ حضرت سیدنا امام حسین کی شخصیت پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ آپ مقتدائے رشد و ہدایت ہیں۔ آپ حق پر تھے۔ آپ نے دین اسلام کی بقاء و سلامتی کے لئے قدم اٹھایا تھا۔ آپ پر کسی دنیا طلبی کی تہمت لگانا بہت بڑی گمراہی ہے۔

یزید کے فسق و فجور پر ساری امت متفق ہے۔ حتیٰ کہ اس کے کفر پر بھی علماء کے اقوال منقول ہیں۔ آپ کے والد گرامی یزید کے کفر کے قائل تھے۔

اور اس پر لعنت بھیجنے کے جواز کے بھی قائل تھے۔ اور پروفیسر صاحب کا بھی یہی مسلک ہے۔ کہ آپ یزید کی تکفیر اور جواز لعن کے قائل ہیں۔

حضرت سیدنا امام حسینؓ کے شرف صحابیت یا کسی اور فضیلت کا انکار کرنا بد عقیدگی کے سواء کچھ نہیں۔

تصوف اور صوفیاء

پروفیسر صاحب کے نزدیک تصوف حسن عمل حسن نیت اور حسن اخلاص کو قرآن و سنت کے مطابق ظاہر و باطن میں فروغ دینے کا نام ہے۔

آپ کے نزدیک روحانیت ہی وہ واحد راستہ ہے جو قافلہ انسانیت کو کرب و اضطراب کے اس تپتے صحرا سے نجات دلا سکتا ہے۔ اسلامی روحانیت کی نمائندگی صوفیاء کرام کرتے ہیں۔ تکمیل دین اور ختم نبوت کے بعد پیغمبرانہ اصلاح کا کام انہی وارثان نبوت کے سپرد کیا گیا ہے دنیا واقف ہے کہ جب بھی معرکہ حق و باطل بپا ہوا یہ گروہ صوفیاء و اولیاء حق کی نصرت و حمایت میں سینہ سپر ہوگیا۔ امت کو جو بھی آزار پہنچا صوفیاء ہی اس کا مداوا بنے۔

تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلامی تمدن کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن باایں ہمہ وہ

Marfat.com

مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ صوفیاء و اولیاء کا انداز فکر فوراً" اس کی مدد کو آجاتا تھا۔ اس کو اتنی قوت و توانائی بخش دیتا تھا۔ کہ کوئی قوت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس حقیقت کا مغربی مفکرین نے بھی اقرار کیا ہے۔ کہ دین اسلام پر جب بھی اور جہاں بھی کبھی آنچ آئی گروہ صوفیاء ہی اسے سنبھالنے کو آگے بڑھا۔ یہ خانقاہوں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے والے ہمیشہ دین کے امین اور ملت اسلامیہ کے محافظ رہے۔

Marfat.com

ان کا وجود ہر دور اور ہر خطے کی ضرورت ہے پوری دنیائے اسلام میں روحانیت اور اصلاح باطن کی شمع انہی صوفیاء کرام کی بدولت روشن ہے یہی خانقاہیں ہر طرف عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سوغات بانٹتے ہیں۔ سلاطین کے دربار سجتے اور اجڑتے رہے، قلعے تعمیر ہوتے اور معدوم ہوتے رہے، شہر بستے اور ویران ہوتے رہے، لیکن اولیاء کاملین کے یہ دوبارہ جہاں سج گئے، رونقیں لگ گئے، صدیاں بیت گئیں تربیت دینی، اور تزکیہ روحانی کے یہ مراکز دلوں کو سیراب اور روحوں کو شاداب کر رہے ہیں، پروفیسر صاحب کے نزدیک خانقاہیں صرف دربار یا مزار نہیں ہوتیں بلکہ یہ تو تصوف کی مسندیں ہوتی ہیں۔ خانقاہی نظام کے زوال کے اسباب و علل پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خانقاہی نظام نے صدیوں تک امت مسلمہ کو ایمان و یقین کی لازوال روشنی عطا کی ہے، لیکن آج خانقاہیں اس سرمایہ اعزاز سے محروم ہو چکی ہیں (الاماشاء اللہ) خانقاہوں سے تصوف کے ساتھ اس کی تعلیم بھی ختم ہوگئی۔ قرون اولیٰ کے صوفیاء خانقاہیں درباروں پر تعمیر نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ایسی جگہ کا انتخاب کرتے تھے، جہاں تصوف کی تعلیم دی جاسکے۔ علماء ان خانقاہوں میں حاضری دیتے اور مسائل کا حل پوچھتے۔ ابو عبدالرحمن صاحب طبقات کبریٰ اور شیخ شہاب الدین سہروردی جیسے نابغہ روزگار ان خانقاہوں میں ہوتے اور تصوف کی تعلیم حاصل کرتے۔ اس دور میں خانقاہیں تزکیہ نفس کی تربیت کا اہم ترین مرکز ہوا کرتی تھیں۔ اب تصوف اور طریقت فقط رسم بیعت عرس اور پیری مریدی کا نام رہ گیا ہے۔ اس کے پس منظر میں جو منبع تھا وہ سوکھ گیا ہے خانقاہوں میں ذریعہ معاش کی تلاش ہو رہی ہے مرید حصول معاش کا ذریعہ بن گئے ہیں، حلقہ عبادت پیشہ بن گیا ہے خانقاہی کردار ختم ہو چکا ہے، ان کا تصوف اور عمل سے علاقہ نہ رہا تو یہ رجحان پیدا ہو گیا کہ مسجدیں شریعت کی نمائندہ ہیں اور خانقاہیں طریقت کا مرکز ہیں طریقت کو حال کا نام دے کر مساجد سے اور مساجد کو قال کا نام دے کر حال سے جدا کیا جارہاہے، قال اور حال آپس میں جدا ہو کر گمراہی کی طرف جاتے ہیں اس طرح اصحاب ظاہر اور اصحاب باطن کی اصطلاحیں وجود میں آگئیں۔ اور ہم نے یہ تک فراموش کر دیا کہ باطن کی حفاظت کرنا ظاہر کا کام ہے" اور ظاہر کی افادیت کو ملحوظ رکھنا باطن کا کام ہے آپ کے نزدیک خانقاہی نظام کے زوال کی ایک وجہ خانقاہوں میں گدی نشینی کا وراثتی عمل ہے۔ باپ روحانی طور پر عظیم و سربلند ہے تو اس کی وفات کے بعد جائزہ لئے بغیر کہ بیٹا باپ کی نیابت اور مسند نشینی کے منصب کا اہل ہے یا نہیں، اسے سجادہ نشین بنا دیا گیا

Marfat.com

حالانکہ مرحوم شخصیت کے مریدین میں اس منصب کے اہل موجود ہوتے ہیں یہی سلسلہ چلتا رہا یہ خاندان کی وراثت نہیں ہوتی بلکہ یہ تو تصوف اور طریقت کے سلسلے کی روحانی نیابت ہوتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جانشین نامزد نہ فرمایا بلکہ بعد میں اجماع امت سے خلفاء راشدین کے یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر رونق افروز ہوتے رہے۔ پروفیسر صاحب، محققین صوفیاء کی تجویز کردہ تدابیر اصلاح باطن اور امراض نفس کی تشخیص سے تجویز علاج کے سلسلوں کو حقیقت سمجھتے ہیں۔ آپ احسان و سلوک سے قطع کر لینا ہی جائز سمجھتے ہیں کہ اسے دماغوں کو ماؤف کر دینے والا افیون سمجھ لیں اور نہ ان باطنی احوال و مواجید کو اسٹیج کی رونق بناتے ہیں کہ اس کے ذریعے اپنی درویشی یا عرفان پناہی کی نمائش کریں۔ بلکہ شریعت ہی کا ایک باطنی حصہ سمجھ کر باطنی ہی انداز سے باطن کی اصلاح کے لئے صرف کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی ان اہل باطن اہل اللہ کی کمال درجہ عزت و عظمت دلوں میں لئے ہوئے ہیں۔ البتہ بناوٹی صوفیوں کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں۔ حاصل یہ کہ صوفیاء کرام کا طبقہ آپ کے نزدیک امت کے لئے روح رواں کی حیثیت رکھتا ہے جن سے امت کی باطنی حیات وابستہ ہے جو اصل حیات ہے۔ اس لئے آپ ان کی محبت و عظمت کو تحفظ ایمان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں مگر غلو کے ساتھ اس محبت و عقیدت میں انھیں ربوبیت کا مقام نہیں دیتے ان کی تعظیم ضروری سمجھتے ہیں لیکن اس کے معنی عبادت کے نہیں لیتے کہ انھیں یا ان کی مزارات کو سجدہ و رکوع یا طواف و نذر یامنت و قربانی کا محل بنا لیں۔ آپ ان منور مزارات و قبور سے استفادہ اور فیض حاصل کرنے کے قائل ضرور ہیں اہل قبور سے وصول فیض اور توسل کے قائل ہیں۔ آپ حاضری مزارات کے قائل ہیں مگر ان کے سجدہ گاہ بنانے کے قائل نہیں۔ آپ مجالس ، شروط فقیہ کے ساتھ نفس سماع کے منکر نہیں مگر گانے بجانے اور مزامیر کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ بہر حال آپ روحانیت کے ابھارنے کے قائل ہیں، نفسانیت کے بھڑکانے کے قائل نہیں۔ آپ اہل اللہ کی نسبتوں اور ان نسبتوں کی تائید کے قائل ہیں اور انھیں ذریعہ اصلاح احوال اور وسیلہ ترقی درجات مانتے ہیں۔ آپ تکمیل اخلاق اور تزکیہ نفس کے لئے حسب سلاسل طریقت مشائخ کی بیعت و صحبت اور طریقت کے اصول و ہدایات کی پابندی کو تجربتہً مفید اور ضروری سمجھتے ہیں، لیکن طریقت کو شریعت سے الگ کوئی مستقل راہ نہیں سمجھتے جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہو بلکہ شریعت ہی کے باطنی اور اخلاقی حصہ کو "طریقت" کہتے ہیں۔

Marfat.com

"احسان و سلوک" کے بنیادی اصول قرآن و سنت ہی سے ماخذ شدہ ملتے ہیں۔ آپ غیر روایات یا رسمی حال و قال یا تماشی اچھل کود یا اہل حال کے مغلوبانہ کلمات و افعال کی نقل اور ان کے خلاف پر فتوی بازی اور تکفیر سازی کو تصوف یا طریقت نہیں سمجھتے' بلکہ گروہی جذبات اور تعصبات کا مظاہر سمجھتے ہیں۔ آپ صحابہ و آثار صلحا کی برکت اور ان کے تبرک و استفادہ کے قائل ہیں۔ مگر انھیں سجدہ گاہ بنا لینے کے قائل نہیں۔ اگر آثار نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے موئے مبارک یا پیراہن مبارک یا نعلین مبارک کی خاک بھی معتبر طریق پر مل جائے تو اسے سلاطین کے تاج و تخت اور دنیا و مافیہا کی ہر دولت سے کہیں زیادہ بڑھ کر دولت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے تبرکات اور آثار کی عظمت کو بھی موجب خیر و برکت جانتے ہیں۔ اسی طرح آپ جائے بزرگاں بجائے بزرگاں کے قائل ہیں مگر تبرک و توسل کی حد تک نہ کہ تعبد کی حد تک۔ بہر حال آپ کے نزدیک تعظیم اولیاء اللہ جزو دین ہے رسم بندی جزو دین نہیں احترام آثار دین ہے عبادت آثار دین نہیں۔ اسی طرح آپ کا مسلک اولیاء اللہ کے شطحیات اور ان کے غلبہ حال کے کلمات و افعال میں بھی اسی نقطہ اعتدال پر ہے آپ نہ تو ان اقوال و افعال کی بناء پر جن کی سطح سنت و شریعت سے ہٹی ہوئی نظر آتی ہے' ان حضرات کی شان میں کوئی ادنی بے ادبی و گستاخی جائز سمجھتے ہیں کہ ان کی ولایت ہی سے منکر ہو جائیں۔ یا ولایت کو مشکوک سمجھنے لگیں یا ان پر طعن و تشنیع کرنے لگیں اور ان امور کو خرافات اور واہیات کہہ کر ان پر طعن و ملامت یا سب و شتم ہی کو دین سمجھنے کی گمراہی میں مبتلا ہو جائیں اور نہ اس کے برعکس غلوئے محبت سے ان مبہم یا موہم کلمات و افعال کو اصلی طریق ہی سمجھتے ہیں کہ اس کی طرف لوگوں کو بلائیں اور جو نہ آئے تو جذباتی رنگ میں اسے اسلام سے خارج کرنے کے درپے ہو جائیں۔ آپ اہل دل کے ایسے احوال و واقعات کے بارے میں مسامحت کا پہلو اختیار کر کے انھیں ایک امر واقعی اور مبنی بر حقیقت سمجھتے ہیں۔ کسی برگزیدہ شخصیت کے کسی مبہم یا موہم قول کو زور لگا لگا کر کسی باطل معنی پر محمول کرنا درست نہیں ہے جبکہ اس کا اصلی اور صحیح محمل بھی موجود ہو اور ساتھ ہی اس کے کلام کا اول و آخر اس محمل کو چاہتا بھی ہو مگر پھر بھی پورا زور لگا کر اور پوری سعی و ہمت صرف کر کے اسے غلط ہی معنی پہنائے جائیں اور اس کی پارسانہ زندگی کو کسی نہ کسی طرح مخدوش او مجروح ہی ٹھہرایا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ نہ دین ہے اور نہ دیانت' نہ عدل ہے' نہ انصاف' نہ عقل ہے نہ نقل بلکہ عناد ہے جو مسلکی چیز نہیں صرف جذباتی بات ہے۔ بہر حال غلبہ حال کی رمز

Marfat.com

رمزیہ باتیں قابل توجہ ہو سکتی ہیں نہ کہ بے حالی کے ساتھ نقالی کے بے نور کلمات مگر اسی کے ساتھ آپ کے مسلک اعتدال کا یہ جزو بھی نظرانداز کرنے کے قابل نہیں کہ جہاں مغلوب الحال اہل اللہ کا عذر قابل قبول اور بات قابل تاویل ہے وہیں مغلوب الحال خود کوئی اونچا مقام بھی نہیں۔ سالک مجذوب پر فائق ہے۔

پروفیسر صاحب ایصال ثواب کو مستحسن اور اموات کا حق سمجھتے ہیں مگر اس کی مخصوص نمائشی صورتیں بنانے اور واہیات کی پابندی کرنے کے قائل نہیں ہیں۔

فقہ اور فقہا

آپ دین کے بارے میں آزادی نفس سے بچنے' دینی بے قیدی' اور خودرائی سے دور رہنے اور اپنے دین کو تشتت اور پراگندگی سے بچانے کے لئے اجتہادی مسائل میں فقہ معین کی پابندی اور ایک ہی امام مجتہد کے مذہب کے دائرہ میں محدود رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے آپ اور آپ کے تربیت یافتہ تلامذہ اور تحریک کے وابستگان فقہیات میں حنفی المذہب ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں بھی اعتدال و جامعیت کی روح سرایت کئے ہوئے ہے جس میں افراط و تفریط کا وجود نہیں۔ نہ تو آپ کے یہاں یہ آزادی ہے کہ آپ سلف کے قائم کردہ اصول فقہ اور ان سے استنباط کردہ مسائل ہی کے قائل نہ ہوں اور ہر قدم پر اور ہر زمانہ میں ایک نیا فقہ مرتب کرنے کے خبط میں گرفتار ہوں یا بالفاظ دیگر اپنے فہم و رائے کی قطعیت کے تو ہم میں اجتہاد مطلق کا دعوی لے کر کھڑے ہوں اور نہ اس کے برعکس فقہیات میں ایسے جمود اور بے شعوری کے قائل ہیں کہ ان فقہی مسائل کی تحقیق و تدقیق یا ان کے ماخذوں کا پتہ چلانے کے لئے قرآن و سنت کی طرف استدلال مراجعت کرنا بھی گناہ تصور کرنے لگیں اور ان فقہی استنباطوں کا رشتہ قرآن وسنت سے جوڑنا اور ان کی مزید حجتیں اپنی وسعت علم سے نکال لانا بھی خودرائی اور آزادی نفس کے مرادف باور کریں۔ پس آپ بلا شبہ مقلد اور فقہ معین کے پابند ہیں مگر اس تقلید میں بھی محقق ہیں جامد نہیں تقلید ضروری ہے مگر کورانہ نہیں۔ پروفیسر صاحب اجتہاد مطلق کے قائل نہیں۔ البتہ فقہ معین کے دائرہ میں رہ کر مسائل کی ترجیح اور ایک ہی دائرہ کی متماثل یا متخالف جزئیات میں سے حسب موقع و محل اور حسب تقاضائے ظروف زمانہ و مکان کسی خاص جزئی کے اخذ و ترک یا ترجیح و انتخاب کی حد تک آپ اجتہاد کو منقطع بھی نہیں سمجھتے اس لئے آپ کا مسلک کورانہ تقلید اور اجتہاد مطلق کے درمیان میں ہے۔ پس آپ نہ کورانہ تقلید اور غیر محققانہ تقلید کا شکار ہیں اور نہ برخود غلط

Marfat.com

[illegible]

اور علمائے اجتہاد کے وہم میں مبتلا مگر [illegible] ایک [illegible] آپ [illegible]

کی خاطر نصوص میں قرآن و سنت تو بجائے خود [illegible] اقوال [illegible] ہاتھ [illegible]

سمجھتے ہیں اور دوسری طرف بے بصیرتی اور کو رذہنی سے بچنے کی خاطر [illegible] ان کے

اصل ماخذوں سے نکلتا ہوا دیکھنے اور حسب ضرورت کسی متماثل جزئی پر پیش آمدہ جزئیات کو قیاس

کر کے فقہی حکم لگانے سے بھی بے تعلق رہنا نہیں چاہتے غرض نہ آپ مجتہدین فی الدین کے

بعد اجتہاد مطلق کے قائل ہیں جبکہ [illegible] نہیں رہا ہے اور نہ ہی کُلیتاً اجتہاد کی

نفی کر کے فتاوی کے حقائق و علل کے استخراج اور ان کے مؤیدات کے استنباط یا متماثل جزئیات

سے جزئیات کے استخراج سے گریزاں ہیں بلکہ تقلید کے ساتھ تحقیق کا ملا جلا رنگ لئے

ہوئے ہیں اس کے ساتھ فقہ معین اختیار کر کے دوسرے فقہوں سے عملاً تو الگ ہیں مگر علماً الگ

نہیں اور تمام اجتہادی مسائل میں حنفی مذہب کا تابع رہ کر جہاں اس کے مسائل کی تصویب کرتے

ہیں وہیں پورے علم کے ساتھ دوسرے فقہوں کے مخالف مسائل اور دلائل کی جواب دہی بھی

کرتے ہیں مگر رنگ اعتدال و تادب کے ماتحت اس اپنی تصویب کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہوتا کہ حق

صرف مذہب حنفی ہی میں منحصر ہے یا دوسرے مذاہب معاذاللہ باطل اور مخالف قرآن و سنت ہیں

پس اپنے مذہب کی ترجیح پیش نظر ہوتی ہے دوسرے مذاہب کا ابطال پیش نظر نہیں ہوتا پروفیسر

صاحب کے نزدیک یہ باہم مختلف فقہی ترجیحی مذاہب ہیں، تبلیغی مذاہب نہیں۔ تبلیغ اس حق کی

ہوتی ہے جس کے مقابلہ میں باطل ہو تاکہ لوگ باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف آئیں مختلف فیہ

مسائل میں خواہ ان کا ثبوت اجتہاد سے ہو یا متعارض نصوص میں مجتہد کی جانب سے ترجیح دے کر

ایک جانب متعین کی گئی ہو حق اضافی ہوتا ہے جو دونوں جوانب میں ممکن ہے۔ اجتہادی مسائل

میں صواب و خطا کا مقابلہ ہوتا ہے۔ خلاصہ فقہ حنفی پر عمل کرنا چاہیے آڑ بنا کر دوسرے فقہی

مذاہب کو باطل ٹھہرانا یا ائمہ مذاہب پر زبان طعن دراز کر کے عاقبت خراب کرنا نہیں۔ تقلید محض

عمل کو محدود کرتی ہے علم کو محدود نہیں بناتی بلکہ عمل کی ایک جانب کو مرکز بنا کر مختلف علوم کو

اس سے جوڑ دیتی ہے جس سے نئے نئے علوم پیدا ہو کر علم کے دائرہ کو وسیع تر بنا دیتے ہیں اسی

اسی طرح ائمہ کا اختلاف علمی اور عملی دائروں کے لئے رحمت ثابت ہوا ہے [illegible]

اجتہادی اختلافات میں کسی امام مجتہد کی پیروی کرنا اور چیز ہے اور اس کے فقہ کو موضوع تبلیغ

بنا کر دوسرے فقہوں کی تردید کرنا اور چیز ہے [illegible]

Marfat.com

چیز ہے "اور دوسرے قصوں پسر طعن و ملامت کو تسکین دل تصور کرنا اور چیز ہے پہلی صورت پروفیسر صاحب کے مسلک کی ہے اور دوسری صورت کا ان کے مسلک سے کوئی تعلق نہیں پروفیسر صاحب کے نزدیک فلسفہ اجتھاد یہ ہے کہ زندگی متحرک ہے اور اس کے نتیجے میں موثرات زندگی (Forces of life) بدلتے رہتے ہیں قانون اسلامی کے جملہ احکام بالعموم دو حیثیتوں کے حامل ہیں۔

(۱) ہیئت اصلیہ

(۲) ہیئت کذائیہ

ہیت اصلیہ حیات انسانی کے تحرک اور ارتقاء کی ضمانت مہیا کرتی ہے جبکہ ہیت کذائیہ کا مقصد اس میں نظم وضبط اور انقیاد پیدا کرنا ہے۔ جب موثرات زندگی کے بدلنے سے حیات انسانی کے احوال میں تغیر رونما ہو جائے تو قانون کی اصل غایت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی ہیت کذائیہ کا از سر نو جائزہ لیا جائے۔ تاکہ نظم و ضبط کا پہلو زندگی کے تحرک وارتقاء کے کسی پہلو سے متصادم نہ ہونے پائے۔ کیونکہ ان کے باہمی تضاد اور تناقض سے نہ صرف انسانی زندگی کا تحرک جمود میں بدل جاتا ہے بلکہ مطلوبہ ضبط وانقیاد کی خاطر نئے وسائط و ذرائع کا اختیار کرنا اجتھاد کہلاتا ہے اور یہی اجتھاد ہے جس کے ذریعے اسلام کے دعاوی و مقاصد کی تکمیل نہ صرف ممکن ہے بلکہ واقع ہوتی رہتی ہے آپکے نزدیک علماء و فقہا اور مجتھدین نے جو کچھ کیا ہے اس سے اکتساب فیض کو غیر ضروری خیال کرنا سوچ کی بیداری نہیں ہے بلکہ جمود سے بڑھ کر سم قاتل ہے۔ آپ نے برملا فرمایا ہے کہ ایک ہاتھ ماضی پر ہو اور دوسرا مستقبل کی طرف۔ مستقبل کو بھول کر ماضی میں کھو جانا" یا ماضی کو فراموش کر کے فقط مستقبل نے سہانے تصورات کا اسیر ہو جانا حماقت اور ضلالت ہے۔ پس فکر میں قدامت ہو اور حکمت عملی میں جدّت ہو۔ آپ کے نزدیک ائمہ اربعہ کی رائے کے خلاف کوئی ایسا اجتھاد نہیں ہونا چاہیے جس کی بناء پر کسی نئے فقہی مذہب کے معرض وجود میں آنے کے امکانات ہوں۔ آپ کے نزدیک ائمہ اربعہ کے اساسی اجتھاد کی پیروی کرتے ہوئے ذیلی اجتھادات میں تغیر حالات کے باعث ان سے اختلاف رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتے ہوئے قانون تلفیق کے تحت دوسرے امام کا اجتھاد بھی حسب ضرورت اپنایا جا سکتا ہے عصر حاضر کی فقہی زندگی میں اس اصول کے اطلاق سے احکام شریعت کے نفاذ اور اجتماعی زندگی میں وحدت کو فروغ کے لئے راہ بخوبی ہموار ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

حدیث اور محدثین

حدیث کے سلسلہ میں بھی پروفیسر صاحب کا مسلک نکھرا ہوا اور صاف ہے اور اس میں بھی وہی جامعیت اور اعتدال کا عنصر غالب ہے جو دوسرے مقاصد دین میں ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ آپ حدیث شریف کو چونکہ قرآن حکیم کا بیان اور دوسرے درجہ میں مصدر و ماخذ شریعت سمجھتے ہیں۔ اس لئے کسی ضعیف سے ضعیف حدیث کو بھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے بشرطیکہ وہ قابل احتجاج ہو۔ حتی کہ متعارض روایات کے سلسلہ میں بھی آپ کی سب سے پہلی سعی انفہ وترک کے بجائے تطبیق وتوفیق اور جمع بین الروایات کی ہوتی ہے تاکہ ہر حدیث کسی نہ کسی صورت سے عمل میں آجائے متروک نہ ہو۔ اصول حنفیہ کے تحت متعارض روایات میں رفع تعارض کی جس قدر اصولی صورتیں ائمہ اجتہاد کے یہاں زیر عمل ہیں وہ سب کی سب موقع بموقع آپ کے مسلک میں بھی جمع ہیں۔ مثلاً تعارض روایات کی صورت میں حضرت امام شافعیؒ کے یہاں صحت روایت اور قوت سند پر زیادہ زور دیا گیا ہے اس لئے وہ اصح مافی الباب روایات کو اختیار کرتے ہیں اور ضعیف روایات کو ترک کر دیتے ہیں یا توجیہ کر کے قوی روایات کے تابع کر دیتے ہیں۔ حضرت امام مالک کے نزدیک ایسی صورت میں تعامل اہل مدینہ یا تعامل حرمین پر زیادہ زور دیا گیا ہے، جونسی روایت تعامل کے مطابق ہوگی وہ اسے اختیار کرتے ہیں اور ماسواکو ترک کر دیتے ہیں امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسی صورت میں فتاویٰ صحابہ کی کثرت پر زیادہ زور دیا گیا ہے جس روایت کے ساتھ یہ کثرت جمع ہو جاتی ہے وہ اسے مذہب کی بنیاد بنا کر باقی روایات کو ترک کر دیتے ہیں یا ان کی توجیہ کرتے ہیں۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہ کے یہاں زیادہ زور جمع روایات اور تطبیق و توفیق پر دیا گیا ہے۔ جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ کبھی ہر حدیث کا صالح محمل تلاش کر لیا جاتا ہے اور کبھی اس باب کی تمام روایات کو جمع کر کے یہ دیکھتے ہیں کہ اس مجموعہ سے شارع علیہ السلام کی غرض کیا نکلتی ہے؟ اور ان روایات کا قدر مشترک کیا ہے؟ پہلے نصوص سے مناط حکم کی تخریج کرتے ہیں پھر اس کی تنقیح کرتے ہیں پھر اس کی تحقیق کرکے اس روایت کو بنائے مذہب قرار دیتے ہیں جس میں یہ غرض شارع زیادہ نمایاں اور واضح ہوتی ہے۔ اور سبب حکم یا علت حکم صراحتاً" دلالتاً موجود ہوتا ہے خواہ وہ روایت سنداً قوی ہو یا کچھ کمزور اور بقیہ روایات کو ترک کرنے کے بجائے اس غرض شارع اور مناط حکم کے معیار سے اس روایت کے ساتھ جوڑتے چلے جاتے ہیں موقعہ بموقعہ جو کہ اس باب کا ایک عظیم علمی [illegible]

Marfat.com

ہیں۔ جس میں عمل کے وہ تمام پہلو جمع ہو جاتے ہیں جو ان مختلف روایات میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ ہر حدیث علم و حکمت کا ایک مستقل منبع اور مخزن ہے اور اس تطبیق وتوفیق بروایات کی وجہ سے جبکہ کوئی روایت بھی ترک نہیں ہونے پاتی۔

خواہ وہ قوی السند ہو یا ضعیف السند بشرطیکہ وہ قابل احتجاج ہو تو ہر روایت کا علم محفوظ رہتا ہے جو ترک حدیث کی صورت میں ممکن نہ تھا۔ پروفیسر صاحب تعامل صحابہ اور فتاوی صحابہ بھی مویدات کے طور پر ان روایات کے ساتھ جمع کردیتے ہیں اس طرح یہ علم ایک سمندر بن جاتا ہے۔ آپ کے نزدیک اس اصول کے تحت ترک حدیث کی ضرورت شاذ ونادر ہی پیش آتی ہے البتہ سند کے بعد وجہ ترجیح راوی کا تفقہ ہے محض قوت سند اصل نہیں اس لئے آپ کے نزدیک وہ روایت قابل ترجیح ہوگی جو فقہ پر مشتمل ہو یا جس کے راوی فقیہ ہوں اور صورت تفقہ نمایاں ہو۔ غرض پروفیسر صاحب کے نزدیک محض قوت سند یا اصح مافی الباب ہونا اصل نہیں ہے بلکہ بصورت جمع مناط حکم اور بصورت ترجیح تفقہ اصل ہے۔ اس لیے کہ صحت سند سے زیادہ سے زیادہ حدیث کے ثبوت کی پختگی معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو حدیث زیادہ ثابت ہو وہ اس دائرہ کا بنیادی فقہ بھی اپنے اندر رکھتی ہو۔ آپ کی سند اجازت حدیث متصل ہے جامعہ کی سند کا متعلقہ حصہ حسب ذیل ہے۔

"الدکتور محمد طاہر القادری اجیزہ کما اجزنی والدی وشیخی المحقق الفہام الدکتور فرید الدین القادری رحمہ اللہ ولہ مشائخ روی عنھم قراتا وسماعا واجازۃ اشہرھم المحدث الشہیر الشیخ محمد عبدالشکور المھاجر المدنی قدس سرہ ولہ سند متصل الی امام المحدثین الشاہ احمد ولی اللہ المحدث الدھلوی قدس سرہ و منھم رئیس علماء الشام العارف الکبیر الشیخ محمد مکی بن جعفر الکتانی الدمشقی رحمہ اللہ و منھم بعض مشائخ الفرنجی محلی بسلسلۃ المعروف المجازون عن الامام الکبیر حضرت الشیخ عبدالحی اللکنوی قدس سرہ واجزہ کما اجزنی شیخی الفاضل العلام محمد عبدالرشید الرضوی مدظلہ وھو مجاز عن شیخہ المحدث الکبیر الشیخ محمد سردار احمد رحمۃ اللہ وھو مجاز عن شیخہ الفاضل الاکرم الشاہ حامد رضا القادری قدس سرہ وھو مجاز عن شیخہ و والدہ مجدد الملۃ الامام الکبیر حضرت الشاہ احمد رضا خان البریلوی قدس سرہ واجیزہ کما اجزنی شیخی المحدث المسند السید احمد سعید الکاظمی الامروھی رحمہ اللہ وھو مجاز عن شیخہ الفاضل السید محمد خلیل الکاظمی الامروھی رحمہ اللہ وھو مجاز عن شیخہ المحقق العلام ریاست علی خان الشاہجہانپوری رحمۃ اللہ وھو مجاز عن امام العلوم والفنون حضرت الشیخ ارشاد حسین الفاروقی المجددی الرامفوری

Marfat.com

رحمۃ اللہ ولہم اسانید متصلۃ الی الامام المحقق المسند قدوۃ [illegible] الشیخ [illegible]
الدھلوی قدس سرہ واجیزہ کما اجازنی الشیخ المحدث المسند الفقیہ محمد علوی بن عباس المالکی الحسنی
المکی شیخ الحدیث بالبلد الحرام بجمیع اسانیدہ المتصلۃ الی ائمۃ الحدیث اکابر المولفین [illegible]
المشرفۃ المطھرۃ الامام مالک والامام البخاری والامام مسلم والامام الترمذی والامام النسائی والامام ابن ماجہ
والامام والدارمی والامام القاضی ابی الفضل عیاض رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔ ھذہ الاجازات والاسانید
المتصلات فی رسالۃ " النور الباھر فی اجازۃ الشیخ محمد طاہر "

اسلام اور جدید سائنس

پروفیسر صاحب کے نزدیک اسلام اور سائنس میں قطعاً کوئی تضاد و تناقض نہیں ہے اور ایک اعتبار سے دونوں میں باہمی تعلق بھی ہے اور مغائرت بھی۔ اسلام کا دائرہ کار سائنس کے دائرہ کار سے کہیں وسیع تر ہے یہ کہنا کہ سائنس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں تو یہ بڑی ناسمجھی کی بات ہے آپ کے نزدیک جہاں سائنس اور اسلامی تعلیمات کا تضاد ہو وہاں تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے اسلام کو جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنا قرآن وسنت کی منشاء کے عین مطابق ہے۔ آپ نے برملا اقرار کیا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی اپنائے بغیر اسلام کو ہمہ گیر انقلابی تحریک بنانا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت امت مسلمہ کو اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کے لئے اور اسلام کو ایک کامیاب انقلابی تحریک بنانے کے لئے اور عالم اسلام کو منظم اور بہت بڑا بلاک بنانے کے لئے جدید ٹیکنالوجی کا اپنایا جانا اسلام کے لئے انتہائی ناگزیر ہے۔ بعض اہل علم میں جو یہ تصور پایا جاتا ہے کہ اسلام کا سائنس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ درست نہیں ہے جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سائنسی تحقیقات اور ٹیکنالوجی کا قرآن حکیم کے ساتھ براہ راست کوئی رابطہ نہیں ہے وہ غلطی پر ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی کو اپنائے بغیر اسلام اپنی صداقتوں اور اپنی عالمگیر حیثیت کو ہرگز نہیں منوا سکتا۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک اسلام کے اندر اتنے سائنٹیفک حقائق بیان کئے گئے ہیں کہ آج کی ماڈرن فزکس، ماڈرن میڈیسن، ماڈرن کیمسٹری اور انسانی زندگی سے متعلق جتنی بھی تحقیقات ہیں یہ سب قرآن وسنت کے بیان کردہ حقائق ہیں۔ آپ کے نزدیک سائنس نے قرآن وسنت کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اگر اسلام پر پختہ یقین ہو اور بنیادیں مضبوط ہوں تو سائنس کا مطالعہ علم ہوتا کسی بھی [illegible] لئے اسلام کو بہتر طور پر سمجھنے کی مساعی کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام کی [illegible] کے لئے آج کے دور میں سائنس کو پڑھنا اور [illegible]

سے آپ کے بغیر دنیا میں اسلامی انقلاب برپا نہیں کیا جاسکتا۔

(علمی، فکری، سیاسی، سماجی اور معاشرتی امور کے پس منظر و پیش منظر پر آپ کا نقطہ نظر)

(۱) آپ کے نزدیک یورپ کے مسلم نوجوانوں کو دور جدید کے سائنسی استدلال کے ساتھ دین سمجھایا جائے

(۲) ایسی اسلامی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں جن میں دینی تعلیم کے ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید تعلیم بھی دی جائے

(۳) اسلام میں مارشل لاء کا کوئی تصور نہیں ہے

(۵) اسلام میں کسی سربراہ مملکت کو ویٹو پاور حاصل نہیں ہوتی

(۶) اسلامی ریاست میں بنیادی حقوق کبھی معطل نہیں کئے جا سکتے

(۷) سیاسی جماعتوں کا وجود اسلام کے خلاف نہیں

(۸) اسلام نے نیکی کے فروغ اور ہر سطح پر بدی کے خاتمے کے لئے اجتماعی جدو جہد کو مسلمانوں کی ذمہ داری قرار دیا ہے

(۹) اسلامی ریاست کے اندر مسلم یا غیر مسلم آبادی کی مختلف نمائندہ تنظیموں اور جماعتوں کا وجود فی نفسہ اسلام کے خلاف نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام میں سیاسی طور پر مختلف نقطۂ نظر موجود تھے اور اسی بنیاد پر غیر محسوس قسم کے سیاسی طبقات بھی۔

(۱۰) اسلام میں تشکیل حکومت کا واحد راستہ انتخاب ہے جو ایسی جمہوریت کے ذریعے میں آتا ہے جسے قرآن حکیم نے مشاورت سے تعبیر کیا ہے

(۱۱) پارلیمنٹ کی رکنیت سمیت وزارت اور صدارت کے عہدے سب سے بڑی امانتیں ہیں، جن کے لئے اہلیت و قابلیت ضروری ہے

(۱۲) اسلامی ریاست کے عہدیداروں کے لئے ایمان، تعلیمی معیار، سیرت و کردار اور اخلاق و شرافت کے علاوہ مافی الضمیر کی صلاحیت بھی ضروری ہے

(۱۳) اسلامی نظام حکومت میں سربراہ ریاست سے لے کر ادنیٰ اہلکار تک تمام عہدے اور ذمہ داریاں سراسر امانت کا درجہ رکھتی ہیں

(۱۴) اسلامی نظام حکومت میں دو ایوانی مقننہ کا تصور موجود ہے

Marfat.com

(۱۵) اسلامی ریاست میں عورت کی نمائندگی اور مشاورت کی صورتیں موجود [illegible]
مطلق یا سربراہ حکومت کی مثال موجود نہیں ہے

(۱۶) تمام تر اختیارات ہونے کے باوجود اسلام کو نافذ نہ کرنا اسلام کے ساتھ ظلم ہے اور [illegible]
اعتبار سے فسق ہے

(۱۷) نفاذ اسلام نفاذ شریعت اور نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہے حقیقت کے
مختلف عنوان ہیں

(۱۸) اللہ تعالیٰ کی حقیقی حاکمیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریحی و سیاسی اور
قانونی مقصد کے لئے نیابتی حاکمیت کا بیان ہونا چاہیے

(۱۹) امت مسلمہ اور ان کی نمائندہ حکومتوں کا منصب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و
نیابت ہے

(۲۰) فقہ حنفی کے پیروکاروں کی بھاری اکثریت کی بناء پر قرآن و سنت پر مبنی شریعت کی تشریح و
تعبیر کا مجموعی اور بنیادی ڈھانچہ فقہ حنفی کے مطابق ہونا چاہیے

(۲۱) سب فقہی مذاہب کسی شک کے بغیر مبنی بر حق ہیں

(۲۲) پاکستان کا آئین کسی اعتبار سے نہ اسلامی ہے نہ غیر اسلامی

(۲۳) اسلامی ریاست میں قرآن و سنت کی حیثیت سپر کانسٹی ٹیوشن کی ہوتی ہے

(۲۴) دور خلافت میں پارلیمنٹ دو ایوانوں دستورائے خاص اور دستورائے عام پر مشتمل تھی۔

(۲۵) نیشنل اسمبلی اور سینٹ کی حد تک دو ایوانی مقننہ کا وجود اسلام کے مطابق ہے

(۲۶) سیاسی قیادت کے معنی صرف کرسی اقتدار پر فائز ہونا ہی نہیں امت کی سیاسی رہنمائی بہر
صورت ضروری ہے

(۲۷) سیاست میں اصلاح تنگ و دو کے بغیر اسلامی انقلاب کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں
ہو سکتا

(۲۸) علماء کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم میں تحقیق کے ذریعے ان تقاضوں کو پورا کریں جو دور
حاضر کے دماغ کو مطمئن کر سکیں

(۲۹) مذہبی حلقوں کی عصبیت تشدد اور تنگ نظری نے نوجوان نسل کو مذہب سے متنفر کر دیا ہے

(۳۰) فرقہ واریت کسی مسلک کا نام نہیں بلکہ ایک رویّے کا نام ہے [illegible]

Marfat.com

مطابق نہ ہمیں

(۳۱) اسلام مجرم کو سزا دینے کے دوران بھی اخلاقی قدروں کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دیتا

(۳۲) حدیث نبوی کی رو سے عورت کا سربراہ مملکت بننا کسی بھی طرح جائز نہیں

(۳۳) حضرت سیدہ عائشہ کی قیادت کی مثال دے کر عورت کی سربراہی ثابت کرنا قطعاً نادانی ہے

(۳۴) اسلام نے عورت پر طلاق کی نسبت عائلی ذمہ داریاں زیادہ عائد کی ہیں

(۳۵) عورت مجبوری کی حالت میں عفت و عصمت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے کوئی بھی ذریعہ معاش اپنا سکتی ہے

(۳۶) اسلامی شریعت نے کفالت کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی

(۳۷) عورت مرد کے سامنے گواہی دیتے ہوئی بات بھول بھی سکتی ہے

(۳۸) مخلوط اداروں میں عورت کو کام نہیں کرنا چاہیئے

(۳۹) اسلامی شریعت نے بالغ لڑکے اور لڑکی کو شادی کے فیصلے کا اختیار دیا ہے

(۴۰) کسی کے گھر میں پولیس بغیر اجازت کے کسی بھی حالت میں نہیں گھس سکتی

(۴۱) خواتین ایسے کھیلوں میں حصہ لے سکتی ہیں جن سے اسلامی پردہ اور نسوانیت متاثر نہ ہو

(۴۲) جہاں سائنس اور اسلامی تعلیمات کا تضاد ہو وہاں تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے

(۴۳) قرآن حکیم کا یہ دو ٹوک فیصلہ ہے کہ تمام اجرام فلکی اپنے مخصوص مدار کے اندر گردش کر رہے ہیں

(۴۴) اعضاء کی پیوندکاری اور انتقال خون اضطراری حالت میں اور انتہائی ضرورت کے تحت اور امت کے وسیع تر مفاد میں جائز ہے

(۴۵) فی الحقیقت سفر معراج ایک معجزہ ہے اس لئے کوئی سائنٹیفک تھیوری اس کی اصل حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی

(۴۶) قانون کی اصل غایت یہ ہے کہ زندگی کے تمام تقاضے ایسی خوش اسلوبی کے ساتھ تکمیل پذیر ہوتے رہیں کہ اس کی حرکت صحیح سمت میں بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے

(۴۷) قانون شریعت کا مدعا بھی نوع انسانی کو خوف و غم سے محفوظ زندگی مہیا کرنا ہے

(۴۸) قانون کی احتیاط ایک مہذب معاشرے میں اس لئے پیش آتی ہے کہ اس کے ذریعے

Marfat.com

اخلاقی اور عمرانی اقدار کی حفاظت کی جا سکے

(۴۹) بجائے خود کو حالات سے سازگار بنانے کے حالات کو اپنے نصب العین سے سازگار بنانے کے لئے اجتہاد کیا جائے

(۵۰) قدامت پرست مذہبی ذہن نے تصور تقلید کو فی الواقعہ فکری تعطل میں بدل دیا ہے اجتہاد کو عملاً شجر ممنوعہ بنا دیا ہے۔

(۵۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اموال کی ملکیت کے تصور کو تصور امانت میں بدل دیا ہے

(۵۲) مزدوروں کو منافع میں حصہ دار بنایا جائے

(۵۳) روزگار کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہے

(۵۴) وسائل دولت قومی ملکیت میں لے جا سکتے ہیں

(۵۵) سیاسی زندگی میں سوسائٹی کو اگر عدل وانصاف مہیا ہو جائے تو رشوت اور سفارش کا خود بخود خاتمہ ہو جائے گا

(۵۶) اصحاب فضیلت ایسے ذہن پیدا کریں جو وقت کے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کر سکیں

(۵۷) اسلامی ریاست میں محکوم طبقہ اس وقت تک حکمران کی اطاعت کا پابند ہے جب تک وہ قرآن وسنت کے تابع رہیں

(۵۸) حکومت اگر غلطی کرے تو عوام کی طرف سے منظم اور مضبوط رد عمل ہونا چاہیے

(۵۹) اسلام میں آمریت اور مارشل لاء کو مسلط کرنا قابل مذمت ہے اور اس کے ساتھ تعاون کرنا بھی جائز نہیں

(۶۰) اسلام کے نفاذ کا معاشی، سماجی اور سیاسی زندگی کے اندر انقلاب لانے سے ہو گا

(۶۱) جو چیز اصلاً قرآن وسنت کے خلاف ہو وہ بدعت ہے

(۶۲) قرآن و حدیث اور احکام شرعیہ کے بارے میں آزادانہ رائے قطعی طور پر حرام ہے

(۶۳) گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرو مرتد ہے

(۶۴) صلوٰۃ والسلام کا انکار قرآن کا انکار ہے اور یہ بالاجماع کفر ہے

(۶۵) ائمہ اربعہ کو اپنا مدمقابل یا حریف تصور کرنا بڑی جسارت ہے

(۶۶) اگر خوشگوار علمی اختلاف کا دروازہ "کلیتاً" بند کر دیا جائے تو علم وفکر کی دنیا میں جمود طاری ہو

Marfat.com

ہو جاتا ہے

(۶۷) محض کسی مسلک کے ساتھ وابستگی فرقہ واریت نہیں ہے

(۶۸) ہمارے اکثر اختلافات فروعی نوعیت کے ہیں جن میں سے کسی ایک رائے کو اختیار کرنے سے انسان گمراہ یا خارج از اسلام نہیں ہوتا

(۶۹) فاضل بریلوی نے پوری مومنانہ بصیرت اور مجددانہ فراست سے مقام رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تحفظ کے لئے جدو جہد کی

(۷۰) عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر قیامت تک کوئی زمانہ اولیاء کرام سے خالی نہیں ہے

Marfat.com

فکری کام کا ایک جائزہ

Marfat.com

۱۷ اکتوبر ۱۹۹۲ء میں تحریک منہاج القرآن کے قیام کے سولہ برس پورے ہو رہے ہیں اور "محاذ حریت" کے نام سے کام کے آغاز کا عرصہ بھی شامل کر لیا جائے تو مکمل بیس سال ہو جاتے ہیں۔ اور راقم الحروف چونکہ ۱۹۸۶ء میں تحریک منہاج القرآن سے متاثر اور متعارف ہوا اس طرح تحریک کے ساتھ وابستگی کے بارہ سال پورے ہو گئے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم عمر رفتہ کو ذرا آواز دیں اور پروفیسر صاحب کا کام اور تحریک کے ساتھ وابستگی کا جائزہ لیں کہ اس کام کا آغاز کن حالات میں ہوا کیا کیا رکاوٹیں پیش آئیں اور کیا کیا کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اس پورے عرصے میں ہم سے کیا کیا کوتاہیاں ہوئیں' کامیابیوں کے گن تو ہر کوئی گاتا ہے' مشکلات کے دریا عبور کرنے کا ذکر بھی ہر کوئی بڑے فخر سے کرتا ہے' البتہ تیسرا نقطہ بڑا کڑوا ہوتا ہے اس کے کہنے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں ہوتا اور سننا تو کوئی پسند ہی نہیں کرتا اس لئے کہ الحق مرولوکان دوا" سچائی تلخ ہوتی ہے' اگرچہ کہنے والے نے کوئی موتی پروئے ہوں۔ لیکن یہ بھی ہوتا ہے کہ ہر کہنے والا اپنی بات کو سچائی اور موتی سمجھتا ہے' لہذا بات کرنے میں اس قدر احتیاط کرنا چاہئے' جس طرح کوئی کسی اونچی عدالت پر تنقید کرتا ہے اور اسے توہین عدالت کا احساس ہوتا ہے۔ جہاں تک میں نے غور و تفکر کیا ہے پروفیسر صاحب جو علمی کام کر رہے ہیں وہ تین موضوعات کے گرد گھوم رہا ہے اور اس طرح آپ کے مخالفین بھی تین قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) اسلام کے موضوع پر آپ نے بہت وسیع کام کیا ہے اور کر رہے ہیں' جس کا تعلق اسلام کے ہر پہلو سے ہے۔ اس طرح آپ نے تمام مسلمانوں سے خطاب کیا ہے اور مسلمانوں کے ہر طبقے کا رد عمل آپ کے بارے میں' آپ کے کام کے حوالے سے ہے۔

(۲) آپ کا دوسرا کام "قرآنی فلسفہ انقلاب" ہے اس باب میں آپ کے نظریات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علامہ اقبال کے نظریات سے ملتے جلتے ہیں۔ اقبال مرحوم نے شعر میں جو کچھ کہا

Marfat.com

پروفیسر صاحب نے اسے نہایت حسین اور دلکش اسلوب بیان اور پیرایہ میں تقریر و تحریر میں پیش کیا ہے۔ اسے مرتب کر کے یونیورسٹیوں میں پڑھایا جائے۔ آپ کے افکار کی روشنی میں تمام لیکچرز مرتب کیا جائے۔ چنانچہ اس لحاظ سے یہ آپ کا منفرد و ممتاز اور پہلا کام ہے۔

(۳) فکری اجتہاد کی آبیاری: آپ نے جمود تعطل کو توڑا اور نام نہاد اجتہاد کے داعیان کا بھی رد بلیغ کیا ہے۔ پروفیسر صاحب سے پہلے اہل دین نے مایوس ہو کر دینی قیادت اور دین کی بالادستی کی سعی ہی ترک کر دی تھی۔ بالعموم دینی طبقات "غلبہ اسلام ـ بقیادت علماء" کے ہدف سے مایوس ہو گئے تھے۔

علامہ اقبال مرحوم نے جو کچھ نظم میں کہا اسی نظریہ کو پروفیسر صاحب نے اپنی خداداد ذہانت سے ایک علم الکلام کی شکل میں منتقل کر دیا ہے۔ لیکن علامہ اقبال یہ ہمت نہ کر سکے کہ کھل کر ہر موضوع پر صاف و شفاف فکر پیش کریں اور اس کے لئے تحریک کا آغاز کریں۔ شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ خالص اسلامی خطوط پر تحریک برپا کرنا اور اسلامی نظام اور اسلامی حکومت قائم کرنا گویا اب ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے قائداعظم مرحوم کو دعوت دی کہ ان مشکل حالات میں مسلمانوں کی قیادت کے لئے آئیں۔

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے یہی دشوار گذار صحراؤں کا راستہ لیا ہے۔

با مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفت ما در کوچہ ہا رسوا شدیم

علامہ محمد اقبال نے جس مسلم لیگ کے جلسہ میں جو خطبہ صدارت الہ آباد پڑھا وہ گواہ ہے کہ مسلم لیگ جس طبقے کا نام ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اسلام کی سمت اس کا آگے بڑھنا بڑا مشکل ہے پروفیسر صاحب نے ۱۹۷۶ء میں علمی اور فکری کا کام آغاز کیا آپ نے سب سے پہلے یہ بتایا کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے اور قرآن و سنت میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے لئے مکمل ہدایات موجود ہیں پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ مشن رہا ہے کہ وہ دین کو عملاً قائم

Marfat.com

کریں اور انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسلام کو قائم ہی نہ کریں بلکہ اسی دنیا کے تمام نظاموں پر غالب کرنا بھی ضروری ہے اور دین کو قائم کرنا اور غالب کرنے کا ایک مخصوص پیغمبرانہ منہاج ہوتا ہے' چنانچہ آپ نے احیائے دین کے لئے ایک مخصوص طریقہ کار کی بھی نشاندہی کی ہے۔ آپ نے قرآنی فلسفہ انقلاب میں یہ حقیقت واضح کی کہ "تجدید و احیائے دین" کا کام اسلامی تاریخ میں ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ آپ نے ثابت کیا ہے کہ دور جدید کی پیچیدہ زندگی' ترقی یافتہ زندگی اور دنیا کے جدید ترین مسائل اور تمام انسانی مشکلات کا صحیح حل بھی اسلام میں ہے۔ اور یہ بات غلط ہے کہ احیائے دین کا کام جناب امام مہدی علیہ السلام کریں گے اور ان سے پہلے احیائے دین کا کام نہیں ہو سکتا۔ آپ نے یہ بتایا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ضرور تشریف لائیں گے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی تشریف آوری سے پہلے تجدید و احیائے دین کا کام ہی نہ کیا جائے۔

آپ کے کام کو دیکھ کر سابقہ وزیر اعظم صاحب نے بھی آپ کے متعلق مہدی ہونے تک کا گمان کر لیا۔ البتہ آپ نے اس کی برملا تردید فرمائی کہ میں ہرگز مہدی نہیں بلکہ ان کا ادنیٰ خادم ہوں۔ بہرحال آپ کے ہمعصر مذہبی رہنما ہمیشہ کی طرح تنگدل واقع ہوئے ہیں وہ آپ کی مخالفت ڈٹ کر رہے ہیں کہ جس کام کا آغاز آپ نے کیا ہے وہ تو نہایت ہی اہم اور اولوالعزم لوگوں کا کام ہے اور آپ جو بات کر رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے درست ہے لیکن وہ کس طرح آپ کی قیادت کو تسلیم کریں.....؟

جبکہ آپ ان کے ہمعصر نہیں ہیں۔

آپ نے ملک کی موجودہ دونوں بڑی سیاسی پارٹیوں پر تنقید کی ہے' یعنی مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی پر۔ مسلم لیگ کے سرکردہ اسلام کے نام پر منافقانہ رویہ رواء رکھے ہوئے ہیں اور پیپلز پارٹی والے عوام کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ دونوں ایک شجر خبیثہ کی ٹہنیاں ہیں۔ آپ چھوٹی اور بڑی برائی کی تقسیم کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے آپ نے ہمیشہ دونوں سے اپنا تشخص الگ قائم رکھا ہے۔ میں یہاں یہ بات کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ آپ ایک عظیم مفکر اور داعی

Marfat.com

احمد ہیں المسلمین ہونے کے ناطے سے جو کردار ادا کر رہے ہیں اور اس حیثیت سے آپ
بعض جزوی اور غیر ضروری مسائل کے جو جواب دیتے ہیں' یہ درحقیقت آپ کا ذوق علم ہے
اس لئے آپ نے فقہی اور کلامی مسائل کا جواب دور جدید کے تقاضوں کے عین مطابق دیا ہے۔
لیکن لوگوں نے محض معاصرت کی وجہ سے ان جزوی مسائل کو آڑ بنا کر پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کسی
نے کہا کہ آپ مقلد نہیں ہیں' کسی نے کہا کہ آپ دیوبندیوں کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں'
کسی نے کہا کہ امام خمینی کو علی و حسین کے کردار کا حامل کہا ہے" غرض بے جا تنقید سے امت کا
شیرازہ بکھر ہوا ہے۔ یہ تو ہے ان لوگوں کا حال جو اسلام کے نمائندے اور انبیاء کے وارث اور
دین و شریعت کے حامی حضرات علماء کرام ہیں کہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ آپ سنی حنفی
بریلوی نہیں ہیں۔ دوسری طرف مغربی تہذیب کے پرستاروں نے آپ کو کٹر مذہبی' رجعت پسند'
اور آپ کے پیروکاروں کے لئے بنیاد پرست Fundament eists کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔
اس وقت پورا مغرب احیائے اسلام کی تحریکات سے لرزہ براندام ہے۔ اور جس طرح علامہ محمد اقبال
مرحوم نے فرمایا تھا۔

تمہاری تہذیب خود اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اس وقت اہل مغرب محض اپنی مادی ترقی اپنی فوجی قوت اور اپنی ٹیکنالوجی کی برتری کی اساس پر
مسلمانوں سے آگے ہیں' ان کے پاس ایسے نظریات نہیں جو مسلمانوں کے پاس ہیں' ان کے پاس
وہ اخلاقی اساس و بنیاد نہیں جو مسلمانوں کے پاس ہے اور جس وقت مسلمان مادی' فوجی اور تکنیکی
اعتبار سے مغرب کے ہم پلہ ہوئے' اس دن سے مغرب ختم تصور ہوگا۔
مفکر اسلام علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب جو کام کر رہے ہیں وہ بالکل نیا ہے دوسرے
علما اور اسکالر بھی ایک حد تک اجمال کے ساتھ یا تفصیل کے ساتھ وہی بات کرتے ہیں۔ لیکن آپ
جو اہم کام کر رہے ہیں اسے لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام بھی کیا ہے۔

Marfat.com

آڈیو' ویڈیو کیسٹوں کے ذریعے ان آفکار کی اشاعت ہو رہی ہے 'کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلباء سے خطاب فرمارہے ہیں۔ آپ کا لٹریچر بیک وقت اردو' عربی' انگریزی تینوں زبانوں میں موجود ہے۔اور دیگر کئی زبانوں میں تراجم کی کوشش ہو رہی ہے۔

عربی انگریزی میں آپ کے مدلل لٹریچر کے بہت ہی گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ علمی دنیا پر آپ جو اثرات چھوڑ رہے ہیں یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر نہایت سنجیدہ تحقیقات کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں تو وہ لوگ بھی "افکار قادری" سے شعوری اور لاشعوری طور پر متاثر ہوئے ہیں جو آپ کے سخت ترین مخالفین ہیں۔اکثر خطبا آپ کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں سن کر اور کتابیں پڑھ کر خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ خطبے کا آغاز اسی فقرے سے کرتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے" اسی طرح یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسلام پر جو کام ہوتا ہے' اس میں بھی' اب یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے' وہ ایک مکمل تہذیب اور ایک کلچر ہے اور مغربی تمام مفکرین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام زندہ ہے اور اس میں زندگی کے عناصر پوری طرح موجود ہیں' صرف یہ نہیں بلکہ مغرب کے دانشور یہ تسلیم کرنے لگے ہیں کہ اہل مغرب کے لئے مستقبل میں اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ اسلام ہے۔ سائنسی ترقی اور مواصلاتی نظام کی عقل ربا ترقی نے پوری دنیا کو ایک گھر اور ایک خاندان کی صورت دے دی ہے' دنیا کی تمام اقوام ایک دوسرے کے ساتھ منسلک اور تکیہ کرتی ہیں اور دنیا میں کسی قوم کے لئے اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور اسے ترقی دینے کے لئے بہت کچھ کرنا ضروری ہو گیا ہے اس لئے تحریک منہاج لقرآن کے وابستگان کے لئے ضروری ہے کہ جدید دور میں بین الاقوامی تقاضے بھی پورے کریں۔

اسلامی انقلاب اور امت مسلمہ کے احیاء کے سلسلے میں جدید ذرائع ابلاغ اور وسائل کا استعمال ضروری ہے۔ جدید وسائل و ذرائع کے بغیر نہ اسلامی تحریک آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی امت کے خلاف جدید پروپیگنڈے کی مدافعت کی جاسکتی ہے۔ بہر حال جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے طلباء اور ڈگری کالج برائے خواتین کی طالبات کو اپنے آپ کو علمی اسلحہ سے لیس کرنا ہوگا۔انہی

Marfat.com

کے ذریعے پروفیسر صاحب کا خواب شرمندہ تعبیر ہو گا۔ انھیں پہلے پروفیسر صاحب جیسے جوانوں کو سمجھنا ہو گا۔ علمی استعداد پیدا کرنا ہو گی۔ گفتار و کردار میں تضاد دور کئے بغیر اسلامی انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری
افکار و نظریات کا تقابلی مطالعہ

تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی و رسالت کا سلسلہ ختم فرما دیا اور آپ کے ذریعہ دین کو مکمل فرما کر اس دین کو رہتی دنیا تک واحد راہ نجات اور ضابطہ حیات قرار دیا کہ اب اس راہ پر عمل پیرا ہوئے بغیر نہ تو آخرت میں نجات مل سکتی ہے اور نہ دنیا ہی میں امن و سکون کے ساتھ باعزت زندگی میسر آسکتی ہے۔ چنانچہ مشیت ایزدی نے فطرت انسانی کی کمزوریوں کے پیش نظر اس دین کی حفاظت اور بقا کا خصوصی انتظام بھی فرمایا! انا نحن الذکر وانا لہ لحافظون" یعنی ہم نے ہی یہ کتاب نازل کی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اس ضمانت کی وضاحت و تفسیر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بشارت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت مسلمہ کے اندر وقفہ وقفہ سے تجدید و احیائے دین کی خدمات سرانجام دینے والوں کے آتے رہنے کی اطلاع دی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت حق کی جانب سے کئے گئے اس بندوبست کی بدولت' اپنی چودہ صدیوں پر محیط سرگزشت یہ بتاتی ہے کہ جب بھی ملت اسلامیہ کے اندر جوش و جذبہ اور تحریک و عمل کی آگ سرد ہوئی تو اسی راکھ کے ڈھیر سے کوئی چنگاری شعلہ جوالہ بن کر اس طرح ابھری کہ حق و باطل کے درمیان پھر سے حد فاصل حائل ہوگئی اور درماندہ کارواں اس روشنی سے فیض یاب ہو کر سرگرم عمل ہو گیا۔ اپنی تاریخ کے ہر موڑ پر نظر ڈالیے' جب کبھی علوم و افکار پر جہالت کی گرد جمی اور حقیقت خرافات میں گم ہونے لگی۔ تو علوم ازلی و ابدی سے براہ راست اکتساب فیض کرنے والے اصحاب فکر و نظر پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنی تنقید کے جھاڑن سے اس گرد کو صاف کیا اور اپنے علم کلام کے ریگماروں کی رگڑ سے افکار اسلامی کو چمکا کر ان کی اپنی اصل شکل و صورت میں دنیا کے سامنے پیش کر کے "جاء الحق وزھق الباطل" کا سماں پیدا کر دیا۔ ہم جس دور اور جس خطہ ارضی سے تعلق رکھتے ہیں وہاں ایک ایسے دور میں جبکہ

Marfat.com

امت مسلمہ اپنے انحطاط کی آخری حدوں کو چھو چکی تھی اور اس کے اہل واقف اور دل درد رکھنے والے، ابنائے امت کی نکبت وزوال پر نوحہ خوانی کے بعد کچھ خاموش ہو چکے تھے اور کچھ نئے زور آوروں کے نظریات کی پیروی کا مخمصے میں سرگرم تھے جب کہ تو ایسے اندھیارے میں علامہ محمد اقبال قم باذن اللہ کا نعرہ لگاتے ہوئے نمودار ہوتے ہیں اور پوری دل سوزی و دردمندی اور عزم و حوصلہ کے ساتھ قدیم و جدید گمراہیوں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی حکیمانہ و عارفانہ انداز میں اسلامی افکار و عقائد کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ سوچنے اور سمجھنے والا دماغ رکھنے والوں کو اپنی حیثیت اپنے مقام اور اپنے فریضہ کا احساس نصیب ہوا۔ جھکی ہوئی گردنیں اونچی ہونے لگیں مردہ جسموں میں حرکت کے آثار نمودار ہوئے یاس و نومیدی کی فضا چھٹنے لگی، اور درماندہ و خستہ حال کاروان ملت نیا جذبہ اور حوصلہ پا کر سوئے منزل جادہ پیمائی پر آمادہ ہوا۔ پیام اقبال فی الحقیقت چودھویں صدی ہجری میں پہلی بانگ اجیل ہے جس نے استعماری قوتوں کے ناقابل شکست ہونے اور مغربی تہذیب و تمدن کی برتری کے تصور کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ نسل نو کو مغرب کی ذہنی و جسمانی غلامی سے گلو خلاصی اور اپنی تہذیب کو اپنانے اور اسے زندہ کرنے کی لگن بخشی۔ دور اقبال کے بعد اس صدی کی دوسری عظیم شخصیت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہے جس نے اس سرزمین سے فکری و عملی بنیادوں پر احیائے اسلام کی تحریک کا بھرپور انداز میں آغاز کیا ہے، اور اپنی عالمگیر فکر کے ذریعہ قدیم مشرکانہ اور جدید مغربی جاہلیتوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ ان کی عقلی کمزوریوں اور اخلاقی و تمدنی نقصانات کو واضح کر کے اسلام کی مقرر کردہ صراط مستقیم کے ایک ایک پہلو کو جدید انداز میں اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ شک و ریب، بے یقینی و مایوسی کے تہہ در تہہ بادل چھٹ رہے ہیں اور مطلع بالکل صاف اور واضح نظر آنے لگ رہا ہے۔ دلوں میں یہ اعتماد پیدا ہوا ہے کہ آج کے زمانے میں بھی اسلام کو کل زندگی کا دستور بنایا جا سکتا ہے۔ علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب کے مابین زمانی تقدیم و تاخر اور دونوں حضرات کے افکار و نظریات کا جائزہ لیا جائے تو اسے دور حاضر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی جدوجہد میں ایک مربوط تسلسل کہے جا سکتا

جاسکتا ہے۔ علامہ اقبال نے جس فکری و نظریاتی مہم کا آغاز کیا تھا وہ پروفیسر صاحب کے یہاں بھرپور علمی و عملی تحریک کی صورت میں نظر آتی ہے۔ علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب کے اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے باوصف جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دونوں حضرات کے یہاں وقت کے مہمات مسائل، قوموں کے عروج و زوال کے اسباب، ملت اسلامیہ کو لاحق امراض کی تشخیص و علاج، جدید وقدیم گمرائیوں و تنقید، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت سے سرشاری، اسلام کی عظمت رفتہ پر دل گرفتگی، باطل نظریات پر بے لاگ تنقید، اولوالعزمی، ایمان و ایقان کی دولت اور غلبہ حق کی بحالی کے لئے تڑپ کی لہریں ایک ہی طرح اٹھتیں، بڑھتیں، پھیلتیں اور اپنے مخاطب کو حاضر و موجود سے بیزار کرتی چلی جاتی ہیں، تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب اپنے افکارو نظریات کے اعتبار سے دور حاضر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے ایک تسلسل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں جگہ فکرو نظر کی وسعتوں اور گہرائیوں کو ناپنے کا ایک ہی پیمانہ معتقدات کی لغزشوں اور عملی بے راہ روی اور خود ناشناسی جیسے امراض کا ایک ہی علاج قدیم باقیات اور جدید دور کے پیدا کردہ ہجوم ادیان کے درمیان ایک ہی صراط مستقیم کی نشاندہی انتشار و افتراق کی حشر سامانیوں کے مقابل ایک ہی پناگاہ وحدت کی جانب راہ نمائی غرضیکہ حیات انسانی سے متعلق جملہ مسائل کے بارے میں دونوں حضرات کے یہاں فکری ربط اور یک رنگی کا جوہر بہت زیادہ نمایاں ملتا ہے۔ آخر یہ مطابقت کیوں نہ ہوتی جب علم و فکر عرفان کی دولت مکتب کی کرامت کے بجائے علم و حکمت کے ابدی چشموں یعنی قرآن و سنت سے براہ راست اکتساب فیض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہو، تو یہ ممکن نہیں کہ نگاہیں ایک ہی زاویہ و انداز سے نہ دیکھیں اور دماغ ایک ہی طرح نہ سوچیں صوت و آہنگ کے انداز مختلف ہونے کے باوجود زبانوں سے ایک جیسے نغمے نہ نکلیں اسی کیفیت کو قرآن حکیم میں یعنی اللہ کا رنگ کہا گیاہے۔ اللہ کے رنگ کی یکسانی، زمان و مکان اور زبان و انداز بیان کے فرق کے باوجود ہمیشہ قائم و برقرار رہتی ہے۔ صدی پہلی ہو یا چودھویں جب بھی مبداء فیض ازلی اور چشمہ نور و ہدایت سے فیضیاب ہونے والے بات کریں گے

Marfat.com

تو رنگ سب پر ایک ہی غالب ہوگا اور وہ [illegible]

رنگ ہے۔ صبغۃ اللہ کی یک رنگی کی بات محض [illegible]

تجدید و احیائے دین کے سفر میں زمان و مکان، [illegible] اور افراد و اشخاص آتے [illegible]

ہیں اور بدلتے رہیں گے۔

لیکن وحدت کی روح میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

ہم روح سفر ہیں ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آجائیں گے ہم لوگ

فکری اجتہاد کا فقدان

پروفیسر صاحب کے نزدیک جمود و تعطل کی مندرجہ ذیل وجوہ و علل ہیں

”ایک عرصہ سے اسلامی قانون پر جمود کی جو کیفیت طاری ہے۔ ہمارے خیال میں اس کے تین اسباب ہیں۔

(۱) قدامت پرست مذہبی ذہن

(۲) تجدد پسند جدید ذہن

(۳) نام نہاد مسلم حکومتیں۔

(۱) ہمارے قدامت پرست مذہبی ذہن نے الا ماشاء اللہ جمہور تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل دیا ہے اور اجتہاد کو عملاً شجر ممنوعہ بنا دیا ہے۔ اس لئے جو فقہی کام آج سے کئی سو سال پہلے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا تھا۔ ایسے تمام تعبیرات و جزئیات [illegible] کے زور سے بھی من و عن کافی و وافی سمجھ لیا گیا ہے۔ [illegible] عملاً وہ [illegible] قرآن وسنت کی طرح ہمیشہ کے لئے حتمی و قطعی سمجھتا ہے [illegible] نو کو فعل حرام سمجھتا ہے۔ اس نے قرآن و سنت [illegible] نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لئے [illegible]

Marfat.com

کے باعث اجتہاد کو بجائے اسلام کے خلاف سازش تصور کیا جاتا ہے۔ ان خیالات نے بالعموم علماء کرام کو جدید علم کی ضرورت کے احساس سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عصری علوم و فنون کو پڑھنا دنیا داری ہے اور دنیاداری بصرف قدیم طرز کے دینی مدارس میں اس علم کی تحصیل سے ہی عبارت ہے جو آج سے کئی سو سال پہلے کی علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے مرتب کردہ نصاب تدریس پر مشتمل ہے

(۲) ہمارے تجدد پسند طبقہ کے تصور اجتہاد کی حقیقت سوائے آزادانہ رائے زنی کے اور کچھ نہیں۔ وہ قرآن و سنت کے علوم اور فقہی و شرعی اجتہاد کی شرعی' علمی' لسانی اور مطالعاتی ضروریات سے بے خبر ہو کر بھی اپنی ذاتی رائے کو اجتہاد کے نام پر مسلط کرنا چاہتا ہے

(۳) تیسری وجہ ہماری نام نہاد اسلامی حکومتیں اور ان کے اہلکار ہیں جو اپنے اپنے مخصوص مفادات اور غلامانہ ذہنیت کے باعث اس بعد اور فاصلے کو ختم کرنے کے لئے تعلیمی دنیا میں کوئی موثر انقلابی قدم نہیں اٹھاتے۔ سیاسی خود غرضیاں حائل ہیں

اجتہاد اور اس کا دائرہ کار۔ ۱۶'۱۷'۱۸

علامہ اقبال

علامہ اقبال کورانہ تقلید کے سخت مخالف ہیں۔ تشکیل جدید الہیات" اقبال کے افکار و تصورات کا ایک شاہکار ہے اس میں دور جدید کے مسائل کا اسلامی حکمت کے حوالے سے جائزہ لیا گیا ہے چنانچہ ان خطبات میں علامہ فرماتے ہیں۔

"میرا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا مذہبی فلسفہ اس انداز میں پیش کیا جائے کہ اسلام کی فلسفیانہ روایات کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے اور انسانی افکار کے جدید انکشافات سے بھی ثبوت فراہم کیا جائے' ہمارا فرض ہے کہ فکر انسانی کے ارتقاء پر نظر رکھیں اور آزادانہ تنقید اسلوب قائم رکھیں۔

(خطبات اقبال پر ایک نظر۲)

اقبال مسلمانوں پر یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے تھے کہ اسلام تنگ نظری' جمود پرستی' تقدیر پرستی'

Marfat.com

ہر قسم کی محکومی، کورانہ تقلید اور مادیت نوازی کا زبردست مخالف [illegible]
اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی
عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی
سینہ روشن ہو تو ہے سوز سخن عین حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگ دوام اے ساقی
حلقۂ شوق میں وہ جرأت اندیشہ کہاں
آہ! محکومی و تقلید و زوال تحقیق

ضرب کلیم میں علامہ فرماتے ہیں۔

ہند میں حکمت دیں کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق
خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق
نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور

Marfat.com

حکمت مشرق و مغرب نے سکھایا ہے مجھے
ایک نکتہ کہ غلاموں کے لئے ہے اکسیر
دین ہو' فلسفہ ہو' سلطانی ہو
ہوتے ہیں پختہ عقائد کی بناء پر تعمیر
حرف اس قوم کا بے سوز' عمل زاروزبوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

علامہ اقبال تحقیق و اجتہاد کے عمل کو ذوق حسن و زیبائی سے تعبیر کرتے اور اس سیرت سے محرومی کا لازمی نتیجہ غلامی قرار دیتے ہیں۔

خواہ یہ غلامی جسمانی و سیاسی ہو یا ذہنی

غلامی کیا ہے ذوق حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے' ہے وہی زیبائی
بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا
وہی ہے صاحب امروز' جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا
جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ
تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ
اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک
ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ

Marfat.com

لیکن مجھے [illegible]

مشرق میں [illegible]

اس حقیقت سے تو انکار ممکن نہیں ہے کہ امت مسلمہ اپنے دور انحطاط میں ابتداء سے [illegible] کبھی ایسی صورت حال سے دوچار رہی ہو کہ اس میں اندر دل درد مند رکھنے اور حالات [illegible] لئے جدوجہد کرنے والے موجود نہ رہے ہوں۔ سفر تنزل کے طویل دور میں ملت کی کشتی کو [illegible] بلا سے سلامتی کے ساتھ نکال لے جانے اور اسے عروج آشنا کرنے کے لئے اہل علم و فن اور رہنماؤں نے اپنی صلاحیتوں، فہم و فراست اور ظرف و مرتبہ کے مطابق بھرپور کوششیں کیں [illegible]

لیکن ہوا یوں کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے، ماضی میں کی جانے والی کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو [illegible] نقشہ ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے اس کی مختصر روئداد اس طرح ہے

(۱) جزوی تدبیریں

(۲) استعماری قوتوں کی یلغار اور ان کے پے در پے فتوحات کے تنقیدی جائزہ اور کمزوریوں اور خامیوں کا تاریخی تجزیہ کرنے کے بعد راہ عمل متعین کرنے کے بجائے ماضی کے یادگار [illegible] کو سینوں سے لگا کر چند جزیروں کی آباد کاری۔

(۳) طاغوت کی قوت قاہرہ سے مقابلہ کی تدبیریں کرنے کے بجائے دنیا اور کار دنیا سے [illegible] چھپا کر اپنی نجات و بخشش کے لئے خلوت گزینی

(۴) باطل کے ساتھ مصالحت کی پالیسی اور جدیدیت کے نام سے اسلام کے نئے ایڈیشن کی تیاری۔

(۵) بے جا پندار اور نسلی، قومی عصبیتوں پر مبنی سیاسی و معاشرتی پروگرام

ان تمام کوششوں اور کاوشوں میں کسی ایک مرحلہ پر بھی ہمیں ایک جامع علمی [illegible] نشان نہیں ملتا، جہاں ملت کو لاحق امراض و عوارض کے اسباب کی [illegible]

Marfat.com

اس مقام سے اپنا سفر شروع کرنے کا راستہ دکھایا گیا ہو' جہاں سے وہ راہ گم کر بیٹھی تھی۔ علامہ اقبال اور ان کے بعد پروفیسر صاحب کے نظریات اور نتائج فکر کو یہ امتیازی حیثیت اور منفرد شان حاصل ہے کہ انہوں نے گردوپیش پھیلی ہوئی رسوائیوں اور ماضی و حال کی شکست و ریخت کے اسباب کا بڑی جامعیت اور گہری بصیرت کے ساتھ جائزہ لے کر' تعمیر و اصلاح کے لئے درست اور مثبت سمت راہنمائی کی ہے۔

چنانچہ دونوں علامہ اور پروفیسر صاحب مسلمانوں کی زوال پذیری اور مغلوبیت کو بیرونی عوامل کی کارفرمائی سے زیادہ خود ان کے اندر پیدا ہو جانے والی کمزوریوں اور خامیوں کو اصل سبب قرار دیتے اور اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ جو قومیں فکری اجتہاد اور علمی تحقیق کے دروازے بند کر کے جمود اور کورانہ تقلید کے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور بے عملی و بے حسی جن کا شعار بن جاتا ہے' ایسی قوموں کو ایک نہ ایک دن غیروں کی غلامی اور مغلوبیت کا شکار ہونا ہی پڑتا ہے یہی کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہوا ہے۔ "تشکیل جدید الہیات" علامہ کے کل ساتھ خطبات پر مشتمل ہے۔ ان چھ خطبات کا عنوان اس طرح ہے۔

(۱) علمی اور مذہبی مشاہدات

(۲) مذہبی مشاہدات کا فلسفیانہ معیار

(۳) ذات الہیہ کا تصور اور حقیقت دعا

(۴) خودی' جبروقدر' حیات بعد الموت

(۵) اسلامی ثقافت کی روح

(۶) الاجتہاد فی الاسلام

ان خطبات کی نوعیت علمی اور فلسفیانہ ہے لیکن اس کا پس منظر مذہبی اور سیاسی ہے علامہ موصوف پروفیسر صاحب کی طرح مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات کی قدر و قیمت اور شان دار ماضی سے روشناس کرانا چاہتے تھے تاکہ عہد حاضر کے مسلمان اپنے اسلاف کے زریں کارناموں سے آگاہ ہو

Marfat.com

کر اپنے مستقبل کو تابناک بنا سکیں۔ اس ضمن میں علامہ نے مسلمانوں کی [illegible] تنگ نظری، اور جمود پرستی کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ علامہ نے قرآنی تعلیمات [illegible] اجتہاد، روحانی اقدار، خودی، اور اخلاقی بلندیوں کے حصول پر زور دیا ہے۔ وہ ہمیں بار بار اس بات کی تلقین کرتے ہیں کہ ہم موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھیں اور علمی کمالات اور سائنسی تحقیقات و انکشافات کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی تشکیل جدید کا کام سنبھالیں۔

اسلامی افکار و نظریات کی تشکیل جدید کے سلسلے میں علامہ کے ان خطبات کی عظمت، افادیت اور اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ کے افکار و نظریات کے مطابق مجتہد وہ عالم ہے جو تفکر و تدبر کر کے قوانین اسلامی کے مشکل اور پیچیدہ امور و مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کرتا ہے اور اگر کسی خاص مسئلے میں اسلامی قوانین کے "بنیادی ماخذ واضح رہنمائی نہ کر سکیں" تو پھر عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے ضرورت زمانہ اور حالات کے تقاضوں کے مطابق، امت مسلمہ کی قانونی امور میں راہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے لیکن ایک عرصہ سے علماء اور فقہا نے اسلامی فقہ کو جامد کر کے اجتہاد پر عملاً پابندی عائد کر دی ہے۔

Marfat.com

علامہ کہتے ہیں۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ نظری طور پر اہل سنت والجماعت نے اجتہاد کی ضرورت سے کبھی انکار نہیں کیا۔ گو جب سے مذاہب اربعہ قائم ہو چکے ہیں عملاً اس کی کبھی اجازت بھی نہیں دی کیونکہ انہوں نے اس پر کچھ ایسی شرطیں لگوی ہیں جن کا پورا کرنا تو کیا سرے سے محال ہے" (تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ۲۴۹)

علامہ ماضی میں اسلام اور مسلمانوں کی مدنی اور سیاسی کامیابیوں کو فقہا کی اسی مجتہدانہ کوششوں کامرہون منت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جن حضرات نے تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا ہے خوب جانتے ہیں کہ بہ لحاظ ایک نظام مدنیت اور سیاست'اسلام نے جو کامیابی حاصل کی ہے'اس کا تقریباً نصف حصہ ہمارے فقہا کی قانونی ذہانت اور فطانت کامرہون منت ہے"

(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ۲۵۹)

علامہ اقبال کے نزدیک اجتہاد جاری رہنا چاہیے اس کی ضرورت واہمیت پر مدلل بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔"

لیکن اب کہ زمانہ بدل چکا ہے اور دنیائے اسلام ان نئی نئی قوتوں سے متاثر اور دو چار ہو رہی ہے جو فکر انسانی کی ہر سمت میں غیر معمولی نشوونما کے باعث پھیل رہی ہے۔ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مذاہب فقہ کی خاتمیت پر برابر اصرار کرتے رہنا چاہیئے ائمہ مذاہب کا کہا یہی دعوی تھا کہ ان کے استدلال اور تعبیرات حرف آخر ہیں...؟ ہرگز نہیں..... اندریں صورت مسلمانوں کا آزاد خیال طبقہ اگر اس امر کا دعوے دار ہے کہ اسے اپنے تجربات'علی ہذا زندگی کے بدلتے ہوئے احوال و ظروف کے پیش نظر فقہ و قانون کے بنیادی اصولوں کی از سر نو تعبیر کا حق پہنچتا ہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو غلط ہو' قرآن پاک کا ارشاد (کہ زندگی ایک مسلسل تخلیقی عمل ہے۔ بجائے خود اس امر کا مقتضی ہے کہ مسلمانوں کی ہرنسل اسلاف کی رہنمائی سے فائدہ

Marfat.com

اٹھاتے ہوئے اپنے مسائل آپ حل کرے یہ ممکن کہ اسے اپنے لئے ایک روایتی طور ...
(تشکیل جدید الہیات اسلامیہ ر۲۵۹)

اسلامی فقہ میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت بتانے کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال نے اس کے جمود اور غیر فطری انداز میں محدود کرنے کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک اس کے تین اسباب ہیں

(۱) معتزلہ کی تعقل پسندی

(۲) رہبانی تصوف

(۳) سقوط بغداد

(۱) بنو عباس کے دور میں معتزلہ کی تعقل پسندی آہستہ آہستہ آزاد خیالی اور ذہنی بے راہ روی پیدا کر رہی تھی جس سے امت میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ مسئلہ خلق قرآن" نے علما کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ اگر یہ بے راہ روی اسی طرح بڑھتی رہی تو احتمال ہے کہ اسلام کی بنیادی قدریں ضائع ہو جائیں اس لئے انہوں نے سوچا کہ اگر فقہی مسائل کے حدود کو ہر طرف سے متعین کر دیا جائے تو معتزلہ کی پیدا کردہ بے راہ روی کا سدباب ہو سکتا ہے۔ پھر شخصی حکومت پر بھی اس تحریک سے زد پڑتی تھی' اس لئے اسلام میں ملوکیت کی کوئی گنجائش نہیں چنانچہ 'ایک تو اجتہاد پر پابندی عائد کر دی گئی اور دوسرے اس تحریک کے علم برداروں کو سختی سے کچل دیا گیا۔

(۲) رہبانی تصوف کا نشوونما بھی' جو غیر اسلامی اثرات کے تحت آہستہ آہستہ صرف غور و فکر اور تسبیح و مناجات' تک محدود ہو کر رہ گیا' اسلامی قوانین میں اجتہاد کی تحدید کا ایک سبب بنا کیونکہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کے بہترین افراد بھی رہبانی تصوف کی طرف کھنچے گئے اور بالآخر اسی میں جذب ہو کر رہ گئے اور اسلامی ریاست کی باگ ڈور متوسط درجے کے افراد کے ہاتھوں میں آگئی۔ اولوالعزم افراد باقی نہ رہے جو ان کی رہنمائی کر سکتے ... [illegible]

Marfat.com

[illegible] کرنے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ رہا اور کورانہ تقلید ہی میں انہیں عافیت نظر آئی۔

(۳) ان دونوں اسباب سے بڑھ کر سقوط بغداد نے اسلامی فقہ کی تحدید کو ضروری بنا دیا۔ اسلامی ریاست کی تباہی و بربادی نے مسلمانوں کے دل و دماغ پر اسلامی سوسائٹی اور دین اسلام کے مستقبل کے بارے میں مایوسی پیدا کر دی۔ حالات سے مجبور ہو کر علماء نے یہی بہتر سمجھا کہ اسلامی فقہ پر اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ کم از کم اس راہ سے تو ملت اسلامیہ میں انتشار پیدا نہ کیا جا سکے یہی تین اسباب تھے جن کا تذکرہ علامہ نے اپنے خطبہ میں کیا ہے۔ علامہ کے نزدیک اسلام کی نشاۃ ثانیہ" ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "مسجد قرطبہ" میں کہتے ہیں۔

عالم نو ہے ابھی پردۂ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب

اسی لئے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی اسلامی قوانین کو حالات اور ضروریات زمانہ کے مطابق ترتیب دے لینا ضروری ہے علامہ نے واشگاف الفاظ میں لکھا ہے۔ " جیسے جیسے مسلمانوں میں زندگی کو تقویت پہنچے گی' اسلام کی عالمگیر روح فقہا کی قدامت پسندی کے باوجود اپنا کام کر کے رہے گی۔ (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، ۲۵۴)

مزید لکھتے ہیں۔

"ہمارے نظامات فقہ بالآخر افراد ہی کی ذاتی تعبیرات کا نتیجہ ہیں۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان پر قانون کے نشوونما کا خاتمہ ہو چکا ہے" (۲۵۸)

اسلامی فقہ میں اجتہاد کی اس پر زور حمایت اور تائید کے باوجود علامہ لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کا کوئی فیصلہ بھی قرآنی روح سے متصادم نہیں ہونا چاہئے"، ۲۵۹)

پروفیسر صاحب فلسفہ اجتہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"زندگی متحرک ہے اور اس کے نتیجے میں موثرات زندگی

Forces of life

Marfat.com

بدلتے رہتے ہیں۔ قانون کی اصل غایت یہ ہے کہ زندگی کے تمام تقاضے اس کے ساتھ تکمیل پذیر ہوتے رہیں کہ ان کی حرکت صحیح سمت میں بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔

قانون اسلامی کے جملہ احکام بالعموم دو حیثیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔

(۱) ہیئت اصلیہ

(۲) ہیئت کذائیہ

ہیئت اصلیہ حیات انسانی کے تحرک اور ارتقاء کی ضمانت مہیا کرتی ہے جبکہ ہیئت کذائیہ کا مقصد اس میں نظم و ضبط اور انقیاد پیدا کرنا ہے۔ جب موثرات کے بدلنے سے حیات انسانی کے احوال میں تغیر رونما ہو جائے تو قانون کی اصل غایت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی ہیئت کذائی کا ازسر نو جائزہ لیا جائے۔ کیونکہ ان کے باہمی تضاد اور تناقض سے نہ صرف انسانی زندگی کا تحرک جمود میں بدل جاتا ہے' بلکہ مطلوب ضبط و انقیاد کی خاطر نئے وسائل و ذرائع کا اختیار کرنا اجتہاد کہلاتا ہے اور یہی اجتہاد ہے جس کے ذریعے اسلام کے بنیادی مقاصد کی تکمیل نہ صرف ممکن ہے بلکہ واقع ہوتی رہی ہے چنانچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موثرات زندگی کے بدل جانے کے بعد اجتہاد اس لئے ناگزیر ہو جاتا ہے کہ جو اجتہادی ضابطہ قانون پہلے حالات میں اس وقت کی مصلحتوں اور حکمتوں کے پیش نظر وضع کیا گیا ہو وہ موثرات کے بدل جانے کے بعد زندگی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اس حد تک عقیم اور بے اثر ہو جاتا ہے کہ زندگی کے تقاضے اس ضابطے کی اتباع کے بجائے اس سے انحراف اور خلاف ورزی سے پورے ہونے لگتے ہیں' اور انسانی زندگی میں فی الواقع اس قانونی ضابطے کا کوئی احترام باقی نہیں رہتا۔ ایک عرصے سے ہماری سیاسی' معاشی اور معاشرتی زندگی موثرات بدل جانے کے باوجود ہم نے اجتہاد سے صرف نظر کئے رکھا ہے۔ جس کے نتیجے میں آج زندگی اور قانون کے تقاضے ایک دوسرے سے متصادم ہوگئے ہیں۔ زندگی اپنی ضروریات کی تکمیل چاہتی ہے جبکہ قانون صریح خلاف ورزی کی سزا چاہتا ہے' خواہ وہ زندگی کی کسی اشد ضرورت ہی کی تکمیل کے سلسلے میں کیوں نہ سرزد ہوئی ہو۔

Marfat.com

دونوں کا زاویہ نگاہ الگ الگ ہے۔ اس تصور کو اس تمثیل کے ذریعے مزید واضح کرتا ہوں کہ زندگی معاشی تخلیق کی جدوجہد میں تعطل کو گوارا نہیں کرتی جبکہ قانون ہر حال میں سودی معیشت کی قطعی حرمت پر مصر رہتا ہے اگر مذہبی ذہن اسلامی نقطہ نظر کے مطابق تخلیقی جدوجہد کے تعطل کو رفع کرنے کی حتمی و قطعی تدبیر کیا کیئے بغیر غیر اسلامی معیشت کی حرمت پر اصرار کرتا ہے تو اسے اسلامی فکر معیشت سے انحراف ہی لازم آئے گا اور اس کی ذمہ داری اس فکر پر ہوگی جو یہ غور نہیں کرنا چاہتا کہ قرآن نے سود کو اس وقت حرام قرار دیا تھا جب "اقرضوا اللہ قرضا حسنا" کے حکم کے تحت سود کو بالفعل "قرض حسن" سے بدل دیا تھا۔ اس حقیقت کو سمجھنے میں دشواری یہ ہے کہ ہمارا ذہن اسلامی معیشت کی نسبت "لن تنالوالبر حتی تنفقوا مما تحبون" کے حوالے سے تخلیقی جدوجہد کا تعطل رفع کرنے کے بجائے محض اپاہجوں' معذوروں اور مسکینوں کی کفالت کے نقطہ نظر سے غور کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج معاشی انقلاب کی قیادت مذہبی ذہن کے ہاتھ سے چھن چکی ہے......اجتہاد نو کے وقت نصب العین اور لائحہ عمل دونوں کا تعین کتاب وسنت سے ہی کیا جانا چاہیئے.... کتاب وسنت سے تمسک اس لئے ضروری ہے کہ موثرات کے بدل جانے اور سیاسی ومعاشی انقلاب کی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ سے چھن جانے کے بعد یہ تقاضا ابھر سکتا ہے کہ اب بدلے ہوئے حالات سے سازگاری پیدا کرنے کے لئے اجتہاد کیا جائے اس نقطہ نظر سے اسلام اور ملت محمدی کے اجتماعی مقاصد اور مفادات کو نیست و نابود تو کیا جاسکتا ہے کوئی بہتری متصور نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلے میں ہمیں یہ بات نظرانداز نہیں کرنی چاہیئے کہ امت مسلمہ کے دور آخر کی اصلاح و تجدید بھی اس طرح ہو سکتی ہے' جس طرح دور اول میں ہوئی تھی۔ میں یہ عرض کرنے میں کوئی تامل محسوس نہیں کرتا کہ ہمیں بجائے خود کو حالات سے سازگار بنانے کے حالات کو اپنے نصب العین سے سازگار بنانے کے لئے اجتہاد کرنا ہوگا یہ کام ایک ولولہ انگیز اور انقلابی نصب العین کے بغیر ممکن نہیں۔ (تحریک منہاج القرآن قائد انقلاب کے انٹرویوز کی روشنی میں ص ۳۸۷ تا ۳۹۷) پروفیسر صاحب جمود و تعطل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

Marfat.com

"ہم نے تحقیق و اجتہاد سے منہ کیوں موڑا اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ [illegible] جب زوال
آتا ہے تو حکومت و سیاست سے لے کر علم و فکر تک ہر شعبہ میں آتا ہے [illegible]
سوچ مفلوج اور معطل ہو جاتی ہے۔ جب یہ عمل میں دور غلامی کا آغاز ہوا تو پھر تحقیقی شعور [illegible]
تحقیق کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب انسان اپنے گرد و پیش کے حالات پر [illegible]
گوناگوں مسائل کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ ورثہ میں ملا ہوا کتاب و سنت کا علم اس شکل میں [illegible]
کے لئے ناکافی سمجھتا ہے اور پھر ان مسائل کو حل کئے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوتا [illegible]
چنانچہ اب اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ملے ہوئے علم کی روشنی میں [illegible]
نہج پر تحقیق کرے جس کی روشنی میں اس [illegible] نے تحقیق یا اجتہاد کیا تھا۔ اس طرح تحقیق و
اجتہاد کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ جب امت مسلمہ پر زوال آیا تو جدید اور قدیم علوم کو الگ [illegible]
گیا۔ علوم دین والے جدید علوم سے اور جدید علوم والے قدیم علوم سے بے بہرہ ہو گئے [illegible]
اردگرد کے تغیرات احوال زندگی کے اختلافات دور کے اسباب وعلل کا علم ہی نہ رہا [illegible]
مطالعہ نہ رہا۔ فہم و شعور رخصت ہو گئے۔ جب وہ مسائل کو مسائل ہی نہیں سمجھتے [illegible]
انہوں نے کس چیز کو حل کرنا تھا..؟ جب ایسی صورت پیدا ہو جائے تو پھر تحقیق [illegible]
نمو کے بجائے علوم کے پرانے ورثہ پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور یہ سوچ پیدا ہونے لگتی ہے کہ [illegible]
کچھ ہے وہی کافی ہے...اب علماء کے لئے یہی راستہ رہ گیا کہ سابقہ نصاب پڑھا کر [illegible]
تقریر و مطالعہ میں فروعی اختلافی مسائل اور ان نوعیت کے گنے چنے موضوعات رہ گئے [illegible]
حیث الکل ان موضوعات سے گریز کر کے تمام تر توجہ معاشرانہ انداز کی طرف ہو گئی [illegible]
نے تحقیق کے سوتے خشک کر دیئے.....مگر اہم تحقیق کی شاہراہ پر آگے [illegible]
افراط و تفریط سے بچ کر کام کرنا ہوگا لیکن [illegible]
نام نہاد روشن خیال بھی آ گئے ہیں [illegible]
ہے ہم گذشتہ تین صدیوں تک [illegible]

Marfat.com

پیدا ہوتی ہے۔ یہ رد عمل کئی ناپختہ ذہنوں کو متاثر کر رہا ہے۔ فکری اور علمی ارتقاء کے نام پر رد عمل کچھ الحادی تحریکات کو بھی جنم دے رہا ہے' مثلاً حجیت حدیث کا انکار' سنت رسول کا انکار' قرآن کی من مانی تاویلات' فقہی مذاہب کے وجود کا انکار' اور اسلاف کے علمی ذخائر کی قدر و منزلت کا انکار وغیرہ یہ سب اس فتنے کی پیداوار ہیں۔ علماً' فقہا اور مجتہدین نے جو کچھ کیا ہے اس سے اکتساب فیض کرنا غیر ضروری خیال کیا جارہاہے۔ یہ سوچ بیداری کی نہیں بلکہ جمود سے بڑھ کر سم قاتل ہے' اور امت مسلمہ کے لئے تباہی وہلاکت کا پیش خیمہ ہے۔ میں بیداری اس کو سمجھتا ہوں کہ ایک ہاتھ ماضی پر ہو اور دوسرا مستقبل کی طرف بڑھے۔ مستقبل کو بھول کر ماضی میں کھو جائیں' یا ماضی کو فراموش کر کے فقط مستقبل کے سہانے تصورات کے اسیر ہو جائیں تو اس سے انفرادی اور اجتماعی بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہمارے اسلاف نے دینی علوم کے نام پر جو شمعیں جلائی ہیں اور جس نہج پر تحقیق اور فروغ علوم کے کام کو تحریری طور پر آگے بڑھایا ہے ہمیں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلاف کی بخشی ہوئی روشنی سے استفادہ کرنا چاہیئے....(تحریک منہاج القرآن قائد انقلاب کے انٹرویوز کی روشنی میں! ۲۹۶ تا ۲۹۸)

علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب کے مابین امت کے عمومی اور اجمالی احوال کے تجزیے ہی میں یکسانی اور ارتباط نہیں پایا جاتا بلکہ جب وہ قوم کے طبقہ خواص یعنی علما امراء' دانشوروں' کے احوال و اعمال کی تصویر کشی کرتے ہیں تو اس کے نقوش وانداز میں بھی ہمرنگی و یکسانیت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ دونوں حضرات نے ژرف نگاہی اور جزرسی کے ساتھ ان طبقوں کے احوال و وظائف کا جائزہ لے کر' اصلاح احوال کے لئے جو آئینہ ان کے رو در رو رکھا ہے اس سے ان کی اس پختہ رائے کا اظہار ہوتا ہے کہ علما و دانشوروں کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ جرات وہمت کے ساتھ ملت کی صحیح قیادت کا فریضہ ادا کرتے۔ وقت کے مہمات مسائل کو سمجھتے اور ان کی روشنی میں قوم کی رہنمائی کرتے لیکن اس کے برعکس ان کی اکثریت جمود میں مبتلا رہی اور ملت کو خرافات میں الجھائے رکھا۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ملت کی کشتی آہستہ آہستہ ذلت کی وادیوں کی جانب

Marfat.com

ڈھلتی چلی گئی علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے اپنے ایک مضمون بعنوان

"تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب"

میں ریسرچ و تحقیق کے منہاج پر بحث کرتے ہوئے علوم دینیہ کے بنیادی عناصر کی ترتیب میں تبدیلی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جمود اور افتراق و انتشار کو انتہائی بلیغ اور جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

"تحقیق مسائل کے شرعی اسلوب پر ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سلف سے خلف تک تمام امت کے اہل علم اس مسئلے پر متفق رہے ہیں کہ ہر شرعی مسئلے کو اولاً کتاب اللہ پر پیش کیا جائے گا اگر اس کا حل نص کتاب سے میسر آجائے تو اس سے بہتر اور قوی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر اس مسئلے پر قرآن حکیم خاموش ہو یا اس کے احکام غیر واضح ہوں تو پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے اور مسئلے کا فیصلہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کیا جائے...... آخر میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ فقہ اسلامی میں اجماع اور اجتہاد کے ضابطے محض اس لیے وضع کیے گئے ہیں کہ نصوص کتاب و سنت کی موجودگی میں امت مسلمہ کسی اور قانون کو بھی فقہی شرائط کے مطابق شرعی قانون کا درجہ دے سکے اور اس طرح وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ ساتھ قانون شریعت ہر دور میں ارتقاء پذیر اور رواں دواں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے بعد کے اجماع سے پہلے اجماع کی منسوخی اور ایک اجتہاد سے دوسرے اجتہاد کی منسوخی کو ہمیشہ روا رکھا ہے اگر قانون شریعت میں ارتقاء کا یہ تصور ختم کر دیا جائے اور اجماع کا یہ مفہوم متعین کر لیا جائے کہ آئندہ کسی زمانے میں بھی ہزار ہا تقاضوں کے باوجود اس مسئلے کو دوبارہ نہ کھولا جائے اور ضرورت وقت کے پیش نظر کتاب و سنت کے دلائل و نظائر پر از سر نو غور و خوض نہ کیا جائے بلکہ اسے ہمیشہ کے لیے اسی طرح سے طے شدہ مسئلہ تصور کیا جائے جیسے نصوص کتاب و سنت، تو اس سے فقہ اسلامی کا ارتقاء جمود میں بدل جائے گا جو اسلام کو نئے حالات میں ناقابل عمل بنا دے گا اسلاف ...

دین کے نزدیک اجماع کا مقصد ہمیشہ یہی تھا کہ اس سے دین میں فتنہ وانتشار کے راستوں کو مسدود کیا جائے اور امت کو احکام ومسائل کے باب میں زیادہ سے زیادہ ممکنہ وحدت ویک جہتی سے ہمکنار کیا جائے۔ لیکن ہم نے اجماع کے اصل تصور اور اس کی زندہ روح کو ختم کرکے اسے شریعت اور فقہ اسلامی کے جمود و تعطل کا ذریعہ بنا لیا ہے تاکہ اس کی وساطت سے تحرک و ارتقاء کے راستوں کو بند کیا جائے۔ اس طرح ہم خود ان ائمہ واسلاف کی راہ سے انحراف کے مرتکب ہو رہے ہیں جنھوں نے ہر دور میں جمود و تعطل اور فتنہ و انتشار دونوں کے خلاف بیک وقت آواز بلند کی..... جامد اور اجارہ دارانہ سوچ سے انا کی تسکین اور شخصیتوں کے بت تو تعمیر ہو جاتے ہیں مگر دین و شریعت کو وہ ناقابل تصور نقصان پہنچ جاتا ہے جس کی تلافی کئی نسلوں کی کوششوں سے بھی ممکن نہیں ہوتی۔

(تحقیق مسائل کا شرعی اسلوب:۳۴ تا ۳۷)

علامہ اقبال اس جمود کیفیت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فروعی' بے مقصد اور لا یعنی مذہبی مباحثوں اور مناقشوں پر کڑی تنقید کرتے ہوئے ان مشغلوں کو الہیات کے تراشے ہوئے ایسے لات و منات قرار دیتے ہیں جن کی پرستش ابلیس کی نظر میں انتہائی پسندیدہ عمل ہے اور جب تک یہ پوجا جاری رہے گی اسے امت کے خلاف کسی نئی دسیسہ کاری کی ضرورت پیش نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس طرح بساط زندگی پر امت کے مہرے خود بخود مات ہوتے چلے جائیں گے۔ اپنی معرکتہ الاراء نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں علامہ نے ابلیس اور اس کے چند سرکردہ مشیروں کے مابین ایک مذاکرہ کا خاکہ پیش کیا ہے۔ اس مذاکرہ میں صدر مجلس ابلیس کے سامنے اس کے چند مشیر' دور حاضر میں برپا ہونے والی تحریکوں اور معاشی و سیاسی نظاموں پر باری باری تبصرہ کرنے کے بعد اس خوف کا اظہار کرتے ہیں کہ اس نئے دور میں ہمارا صیدزبوں انسان نئی کروٹ لے کر بیدار ہوتا نظر آرہا ہے۔ اس کا شعور بیداری کہیں ہمارے ابلیسی نظام کو زیر وزبر کر کے نہ رکھ دے۔ ابلیس ان سب کے خیالات سننے کے بعد سب سے آخر میں بحث کو سمیٹتے ہوئے آگاہ کرتا ہے کہ

Marfat.com

تم دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا دیکھ رہے ہو اس سے خوفزدہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں تم ہر خوف سے بے نیاز اور یکسو ہو کر اس ایک نکتہ پر اپنی توجہ مرکوز رکھو کہ اس دنیائے رنگ و بو میں اگر کوئی نظام ہمارے لئے نقصان اور تباہی کا سبب بن سکتا ہے تو وہ بس "شرع پیغمبر" ہے بسا غنیمت کہ مرض سے بے چارہ ابھی تک ایمان ایقان کی دولت سے محروم ہے۔ لہٰذا تم اہل دنیا کی نظروں سے آئین پیغمبر کو پوشیدہ رکھنے اور بندہ مومن کو خرافات دین میں الجھائے رکھنے کا اہتمام کرتے رہو۔ چنانچہ وہ اپنی سرکاری پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے مشیروں کو ہدایت کرتا ہے۔

چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین
ہے یہی بہتر الٰہیات میں الجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے
توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات
ابن مریم مر گیا یا زندہ جاوید ہے
ہیں صفات ذات حق حق سے جدا یا عین ذات
آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے
یا مجدد جس میں ہوں فرزند مریم کی صفات
ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
امت مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات؟
کیا مسلمان کے لئے کافی نہیں اس دور میں
یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات؟
تم اسے بیگانہ رکھو عالم

حرف اس قوم کا بے سوز عمل زار و زبوں
ہوگیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر

علامہ اور پروفیسر صاحب نے مغربی تہذیب کی بنیادی کمزوریوں پر ہی تنقید نہیں کی بلکہ دونوں نے پوری بے باکی اور جراتمندانہ بصیرت کے ساتھ اس کے زیر اثر پیدا ہونے والی دینی اخلاقی اور تمدنی گمراہیوں کا کھوج لگایا اور ان کو واشگاف بھی کیا ہے۔

دونوں حضرات کی یہ تلخ نوائی یہ برہمی یہ طنزو تعریض اور نقد و جرح کے تیر و نشتر دراصل ایسا آوازہ آشوب ہیں جس کے ذریعہ وہ اپنی ملت کو یاس و نو امیدی تشکیک و ریب اور زوال علم وعرفاں کی دلدل سے نکل کر اپنا جہاں آپ پیدا کرنے پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسے حاضرو موجود سے اس لئے بیزار کرتے اور موت کا آئینہ اس کے رو در رو رکھتے ہیں کہ محبوب حقیقی خدائے زندہ و واحد کے جلووں سے فیضیاب ہو کر اپنی تاریک راتوں کی سحر پیدا کر سکے اور جہاد زندگانی کی سختیوں سے آشنا ہو۔ علامہ مرحوم ایک نظم میں حقیقی راہنما اور پیشوا کی صفات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق!
جو تجھے حاضرو موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کے سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنہ ملت بیضاء ہے امامت اس کی

Marfat.com

مغربی سیاست و جمہوریت

کیا بات ہے کہ صاحب دل کی نگاہ میں
جچتی نہیں ہے سلطنت روم و شام ورے

"پروفیسر صاحب کے نزدیک بھی صحیح اسلامی ریاست نہ تو بادشاہی یا آمریت ہے اور نہ ایسی جمہوریت جو حاکمیت خدا کے بجائے عوام کے نظریے پر مبنی ہو۔ بلکہ اسلامی نظام حکومت میں سربراہ ریاست سے لے کر ادنی اہلکار تک تمام عہدے اور ذمہ داریاں سراسر امانت کا درجہ رکھتی ہیں"

اہل مغرب کا سیاسی و جمہوری نظام جسے دنیا کے ایک بڑے حصے میں بہت اہمیت حاصل ہوئی' مغرب و مشرق کے اہل و دانش نے جسے مثالی نظام قرار دیا اور اس کے گنوں کے گیت گائے اور جو اپنی فکری اصل و بنیاد کے ساتھ دنیا کے بہت سے ممالک میں رائج اور نافذ ہوا۔ وہ نظام صاحبان دل علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب کی نگاہوں میں کسی قدر و منزلت کا مستحق نہیں۔ اس ناپسندیدگی اور عدم اطمینان کی وجوہات کا مطالعہ کرنے سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) کافرانہ نظام ہے! اس نظام کی بنیاد اللہ تعالی کی حاکمیت اعلی کے انکار اور دین و سیاست کی دوئی اور لادینیت پر رکھی گئی ہے۔

(۲) غیر عادلانہ اور غیر منصفانہ نظام ہے۔! دعوی جمہور و عوام کی حاکمیت کا ہے جبکہ عملاً اقتدار صرف اس گروہ کا ہوتا ہے جو اکثریت حاصل کرلے' دوسری جانب اکثریت نہ کرنے والے عوام یا ان کے نمائندوں کا اس حاکمیت عوام میں کوئی حصہ اور دخل باقی نہیں رہتا۔

(۳) شرف انسانی اور علم واخلاق کی رسوائی کا سبب ہے! اس لئے کہ اس نظام میں رائے کی قدروقیمت علم و تقوی' فہم وفراست اور تجربہ و خدمت کے بجائے تعداد اور گنتی کے تناسب سے مقرر کی جاتی ہے۔

(۴) تاجرانہ اشتہاری انداز کا فن ہے! کیونکہ کامیابی حاصل کرنے کے لئے

Marfat.com

دھوکے فریب خطابازی، زور، سونخ سرمایہ اور گمراہ کن پراپیگنڈے کے ذریعہ رائے عامہ کو متاثر کرنے کی کھلی آزادی ہے

(۵) شہنشاہی اور قیصریت کا نیا لباس ہے! اس نظام میں بھی مخلوق خدا سے من مانا خراج (ٹیکسوں کے نام سے) جبراً وصول کیا جاتا ہے۔ شاہانہ انداز کے ویسے ہی پر شکوہ ایوان تعمیر ہوتے ہیں۔ حکمراں ٹولے کے لئے شان و شوکت کے اظہار، پرتعیش اور آسائشوں بھری زندگی کے سامان فراہم کیے جاتے ہیں اور یہ کروفر عوام کی جیبوں سے نکلی ہوئی دولت کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ جبکہ عوام الناس کی طرف ایک قلیل حصہ بڑے احسان جتاکر، مراحم خسروانہ کے انداز میں لوٹایا جاتا ہے۔

علامہ فرماتے ہیں۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی
ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لئے نامرادی
دوئی چشم تہذیب کی نابصیری

اسباب زوال میں سے اہم ترین سبب!

علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب اس حقیقت کے اظہار میں بھی پوری طرح متفق الرائے ہیں کہ زوال امت کے اسباب میں نسل، زبان، اور وطن کے تعصبات اہم ترین عنصر ثابت ہوئے ہیں۔ وہ تاریخ کے حوالے ثابت کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر جب بھی تباہی و بربادی کے سائے منڈلائے اور ان کا شیرازہ منتشر ہوا ہے اس میں ان کی بہت سی دوسری خامیوں، کوتاہیوں، کمزوریوں، اور بد اعمالیوں کے علاوہ اہم ترین سبب خاک وخون اور رنگ و زبان کی عصبیتوں کی ہلاکت آفرینی کا دخل

Marfat.com

زیادہ رہا ہے۔

معاشی عدل کا اسلامی تصور

اسلام کے معاشی نظام کے خدوخال اور اس کے بنیادی اصولوں کے بارے میں بھی دونوں اصحاب کی آراء ملتی جلتی ہیں۔ پہلے علامہ کے نظریئے کو ملاحظہ کیا جائے "ابلیس کی مجلس شوریٰ" کے عنوان سے ایک طویل نظم میں علامہ نے جس شیطانی دارالامراء کا نقشہ کھینچا ہے اس میں صدر مجلس "ابلیس" اپنے شیطان مشیروں کے بیانات اور ان کے اٹھائے ہوئے نکات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے وسیع تجربے اور جہاں بینی و جہاں دانی کی روشنی میں جس سرکاری پالیسی اور راہ عمل کا اعلان کرتا ہے؛ اس کا ابتدائیہ میں وہ بتاتا ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والی بیشتر تہذیبی اور سیاسی تبدیلیوں اور اتار چڑھاؤ میں میرے اشارہ ابرو کا ہی دخل ہوتا ہے۔ میرا تعمیر کردہ سرمایہ دارانہ نظام کچی بنیادوں پر استوار نہیں ہے کہ ہر کوئی اسے گرادے۔ میں چاہوں تو ایک پھونک مار کر اہل یورپ کا لہو اس طرح گرمادوں کہ ان کی خونخواری سے سیاست بچ سکے گی نہ مذہب' وہ ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچ لیں گے' رہا یہ نظام اشتراکیت تم لوگوں نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی' کہ اس کی تو سرشت ہی میں انسانی فطرت کے خلاف جنگ اور اس کی بربادی کا عنصر موجود ہے۔ یہ نظام تو خود ہی اپنی شکست کی آواز ہے۔

اس کے پریشان حال اور کج دماغ پیروکاروں سے آخر کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ آج بھی میرے لئے جو حقیقی خطرہ ہو سکتا ہے؟ امر واقعہ یہ ہے کہ آج بھی میرے لئے جو حقیقی خطرہ موجود ہے اور نسل انسانی میں سے جس گروہ سے میں واقعی خطرہ محسوس کرتا ہوں وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہے مجھے بخوبی علم ہے کہ یہ گروہ بے عمل، گم کردہ راہ اور اپنے دین کی حقیقت سے ناواقف ضرور ہے لیکن اس راکھ میں ابھی تک ایسی چنگاریاں دبی ہوئی ہیں جو میرے آراستہ کئے ہوئے نظاموں اور پروگراموں کے محلات کو جلا کر بھسم کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ لہذا تمہیں ہر طرف سے بے فکر اور بے نیاز ہو کر صرف اس بات کی فکر کرنی چاہیے کہ

Marfat.com

اس مرد خدانا اندیش کی تاریک رات کبھی روشن نہ ہونے پائے اس خطاب میں وہ اپنے مشیروں کو مسلمانوں کے اندر غفلت' بے عملی اور حقائق دین سے ناواقف رکھنے کے کارگر حربے اور ٹوٹکے سمجھانے سے قبل اسلامی نظام معیشت کے ان پہلوؤں کا بھی اجمالا ذکر کرتا ہے' جن کی وجہ سے اس کو اپنی سلطنت فریب و بیس کے بکھر جانے کا خطرہ نظر آتا ہے اور یہ اسلامی نظاموں پر اس کی برتری کو ثابت کرتے ہیں ابلیس کے بیان پر مشتمل متعلقہ اشعار یہ ہیں۔

کارگاہ شیشہ جو ناداں سمجھتا ہے اسے
توڑ کر دیکھے تو اس تہذیب کے جام وسبو
دست فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو یہ اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار' آشفتہ مغز' آشفتہ ہو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے' اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحرگاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں' اسلام ہے
جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضاء ہے پیران حرم کی آستیں

Marfat.com

[illegible] آئین پیغمبر سے [illegible]
حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں
توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسم شش جہات
ہو نہ روشن اس خدا اندیش کی تاریک رات

پروفیسر صاحب اسلامی نظام معیشت کی بنیادی خصوصیات اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

(۱) اسلامی معیشت انصاف ایسے طریقے سے قائم کرتی ہے جس سے ایک طرف ہر طرح کے معاشی ظلم اور بے جا استحصال کا سدباب ہو اور دوسری طرف معاشرہ میں اخلاقی فضائل کا نشوونما بھی ہو سکے۔

(۲) معاشی اقدار کو اخلاقی اقدار سے الگ رکھنے کے بجائے دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا گیا ہے اور معاشی مسائل کو مجرد معاشی نقطہ نظر سے حل کرنے کے بجائے انھیں اس مجموعی نظام حیات کے تناسب میں رکھ کر حل کیا گیا ہے جس کی عمارت اسلام نے فلسفہ اخلاق پر استوار کی ہے۔

(۳) زمین کے معاشی وسائل و ذرائع کو نوع انسانی پر خدا کا فضل عام قرار دیا گیا ہے جس کا

Marfat.com

تقاضا یہ ہے کہ شخصی گروہی یا قومی اجارہ داریوں کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور اس کے بجائے خدا کی زمین پر نوع انسانی کو اکتساب رزق زیادہ سے زیادہ مواقع دیئے جائیں۔

(۴) افراد کو شخصی ملکیت کا حق دیا گیا ہے' مگر غیر محدود نہیں۔ فرد کے حق ملکیت پر دوسرے افراد اور معاشرے کے مفاد کی خاطر پابندیاں عائد کرنے کے ساتھ' ہر فرد کے مال میں اس کے اقرباء ہمسایوں' دوستوں' حاجت مند اور کم نصیب انسانوں اور مجموعی طور پر پورے معاشرے کے حقوق بھی قائم کرتی ہے۔

(۵) عورت اور مرد دونوں کو ان کی کمائی ہوئی میراث یا دوسرے جائز ذرائع سے پائی ہوئی دولت کا یکساں مالک قرار دیا گیا ہے۔

(۶) بخیلی اور رہبانیت کو روکنے کے ساتھ اسراف اور فضول خرچی اور عیاشی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔

(۷) دولت کا بہاؤ نہ تو غلط ذرائع سے کسی خاص سمت میں چل پڑے اور نہ جائز ذریعہ سے آئی ہوئی دولت کہیں ایک جگہ سمٹ کر بے کار رکی رہ جائے اور ان عناصر کو حصہ ملے جو کسی نہ کسی وجہ سے اپنا مناسب حصہ پانے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

(۸) معاشرے کے مختلف عناصر میں طبقاتی کشمکش پیدا کرنے کے بجائے وہ اس کے اسباب کو ختم کر کے ان کے درمیان تعاون اور رفاقت کی روح پیدا کرتی ہے۔

تعلیمی نظام

علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب نے انگریز کے تعلیمی تیزاب کے اجزائے ترکیبی' اس کے مضرات اور ضرر رساں پہلوؤں' ان سے برآمد ہونے والے نتائج کا انتہائی ژرف نگاہی اور حقیقت پسندانہ جرح و تنقید کے ذریعہ تجزیہ کیا' اور ماہرین تعلیم و ارباب اختیار کو اصلاح حال کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ انتہائی دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ افراد ملت کو بھی اس تعلیم جہالت سے بچنے کے لئے صبح و شام پکارا۔ اور پروفیسر صاحب تو تعلیمی انقلاب پر بھرپور توجہ دیتے رہے ہیں۔ ہماری

Marfat.com

تعلیمی مراکز قائم کر رہے ہیں اور تعلیمی دنیا میں ایک مثالی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

علامہ مغربی تعلیم کے مضر اثرات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ

علامہ اقبال بھی پروفیسر صاحب کی طرح مغربی نظام تعلیم کو بڑا طور پر دین اسلام اور انسان کی اساسی اخلاقیات کے خلاف ایک سازش قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اس تعلیم نے نہ صرف مسلمان کو دین سے بیگانہ کیا بلکہ اسے خودی سے بھی محروم کر دیا۔ وہ مسلمان رہے نہ پورے کافر بن سکے۔ فرماتے ہیں

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف
اس نظام کی پروردہ نسل کا حال یہ ہے کہ
یہ بتان عصر حاضر کہ بنے ہیں مدرسوں میں
نہ ادائے کافرانہ نہ تراش آزرانہ

مغربی تعلیم کے اثرات نے مسلمان نوجوانوں کی دینی روح کو تو کچلا ہی تھا ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ ان کی اکثریت عام انسانی اخلاقیات سے بھی کوری ہو گئی۔ علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب نے نوجوانوں کے اخلاقی تنزل کو بھی ایک جیسے دکھ اور کرب کے ساتھ محسوس کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

پر ہے افکار سے ان مدرسہ والوں کا ضمیر
خوب و ناخوب کی اس دور میں ہے کس کو تمیز
گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

Marfat.com

جو آنکھ سرمہ افرنگ سے ہے روشن
پرکار و سخن ساز ہے نمناک نہیں ہے

دونوں حضرات قدیم نظام تعلیم جسے عرف عام میں دینی تعلیم کہا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے برملا اقرار کیا ہے کہ نظام تعلیم کو عصری تقاضوں کے عین مطابق کیا جائے۔

علامہ فرماتے ہیں۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اے مسلمان اپنے دل سے پوچھو ملاں سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام

شیخ مکتب کے طریقوں سے کشاد دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ

ہند میں حکمت دین کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار نہ افکار عمیق

حلقہ شوق میں وہ جرات اندیشہ کہاں
آہ! محکومی و تقلید و زوال تحقیق

Marfat.com

تابلہ زندگی میں اس کے سب مرے ہوں بلبلا
خیر اسی میں ہے قیامت تک رہے مومن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہان بے ثبات
ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات
ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی' احتساب کائنات
مست رکھو ذکر و فکر صبحگاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

پروفیسر صاحب مذہبی پیشواؤں اور علماء کی اس تو تکار اور آئے دن کے مذہبی دنگلوں پر اپنی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آج شومئی قسمت سے حالات یہ ہوگئی ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور استحکام کا ضامن گردان رہی ہے ہر مسلک کے پیرو اس حقیقت سے کلی طور پر اغماض برت رہے ہیں کہ اگر خدانخواستہ دشمن کے ہاتھ اسلام کے دامن تک پہنچ گئے' اور خاتم بدہن محمد عربی کی ملت کو اجتماعی طور پر کوئی گزند پہنچ گیا تو تمہارے مسلکوں اور فرقوں کو کون سلامتی کی ضمانت دے گا؟ قرآن حکیم کا فلسفہ اعتصام ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اس امر کیطرف متوجہ کر رہا ہے کہ باہمی انتشار و تفرقہ سے احتراز کر کے ازسر نو اپنی شیرازہ بندی کی تدبیریں کریں کہ یہی عافیت اور سلامتی کا راستہ ہے۔۔

(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے!۴۴)

پروفیسر صاحب زوال خلافت بغداد پر فرماتے ہیں۔

"فرقہ پرستی کی تنگناؤں میں بھٹکنے والے ناعاقبت اندیش مسلمان کے لئے زوال بغداد کی تاریخ

Marfat.com

عبرتناک منظر پیش کرتی ہے اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے

دیکھ مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

میری سنو جو گوش حقیقت نیوش ہے

۶۵۴ھ کا دور تھا۔ خلافت بنو عباس اپنے آخری سانس پورے کر رہی تھی خلیفہ وقت مستعصم باللہ وزیراعظم ابن علقمی شیعی مسلک رکھتا تھا۔ فرقہ پرستی کا بازار گرم تھا اور مسلکوں کی باہمی آویزش اپنے عروج پر تھی۔ بغداد کے گلی کوچے مناظروں اور بحث و تکرار کا مرکز بن چکے تھے۔ وزیراعظم کی سیاست شیعہ مسلک کے گرد گھومتی تھی جبکہ خلیفہ کا بیٹا ابوبکر سنی عقائد کا نقیب تھا۔ دونوں فرقے باہم دست وگریبان تھے اور سارا بغداد تفرقہ کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس اندرونی خلفشار سے مسلمانوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ منگولوں اور تاتاریوں کا فتنہ اسلامی خلافت کی سرحدوں پر منڈلانے لگا

(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے)

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

میں بھی حاضر وہاں ضبط سخن کر نہ سکا

حق سے جب حضرت ملاں کو ملا حکم بہشت

عرض کی میں نے الٰہی مری تقصیر معاف

خوش نہ آئیں گے اسے حور وشراب ولب کشت

نہیں فردوس مقام جدل وقال واقوال

بحث وتکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت

ہے بد آموزی اقوال وملل کام اس کا

اور جنت میں نہ مسجد نہ کلیسا نہ کنشت

Marfat.com

امت مسلمہ کی نکبت و ادبار کے بارے میں علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب کے درمیان ہم آہنگی ہم خیالی اور تجزیاتی یگانگت کے ساتھ ان گھمبیر تاریکیوں اور تہہ در تہہ اسباب تنزل سے گلو خلاصی، نظریاتی بحران اور ایمان و یقین سے محرومی کے ازالے، علمی و عملی پسماندگی کی گہرائیوں اور نفرتوں اور تفرقوں کے بھڑکتے ہوئے الاؤ میں سے سلامتی بچ نکلنے، عظمت رفتہ کی بحالی اور عزت و وقار سے بہرہ ور ہونے کے لئے ان کے پاس ایک ہی نسخہ ہے، ایک ہی علاج اور ایک ہی پیغام ہے، اور وہ ہے "یقین محکم"

کوئی بھی قوم زوال و انحطاط اور پستی کے دلدل میں اس وقت پہنچتی ہے جب وہ بے یقینی کا شکار ہو جائے۔ آج امت مسلمہ کی یہی کیفیت ہے کہ باوجود وہ اسلام کو ماننے کے بے یقینی اور محرومی کا شکار ہے۔

جب تک امت کو اس بے یقینی کے بھنور سے نکال کر یقین کی دولت سے مالا مال نہ کیا گیا اس وقت تک یہ امت کبھی بھی اپنی منزل کی طرف گامزن نہیں ہو سکے گی۔ باطل کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہونا اس سے ٹکر لے کر اسلام کو غالب قوت ثابت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ارادے کو غالب کرنے کے لئے اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان کارزار میں مردانہ وار اترنا یقین کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ نے اپنے فارسی اور اردو کلام میں اکثر جگہ مسلمان کو "یقین" کی تاکید فرمائی ہے اور شک سے منع کیا ہے۔ یا درہے کہ ہر جگہ یقین سے علامہ کی مراد "ایمان" اور "شک" سے مراد "کفر" ہے اور یوں بھی غور کیا جائے تو خود قرآن حکیم میں جہاں کہیں "ایمان" کی تاکید و تلقین کی گئی ہے اس کا حقیقی مقصد و مدعا "یقین محکم" ہے۔ اسی طرح جہاں کہیں کفر کی مذمت کی گئی ہے تو اس کا اصل باعث "کافر" کے شکوک و شبہات ہیں۔ پس علامہ جیسا مرد مومن جب بھی یقین کی تلقین کرتا ہے تو اس کا اصل مدعا تجدید ایمان ہے، اور جہاں کہیں شک "یا تخمین و ظن" کی تردید و مذمت کرتا ہے تو اس سے اس کی مراد کفر ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد رہ ہوں وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بند عروس لالہ ہے خون جگر تیرا
تیری نسبت ابراہیمی ہے، معمار جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکنات زندگانی کی
جہاں کے جوہر مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
جہان آب و گل سے عالم جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
ولایت، پادشاہی، علم اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط ایک نکتہ ایماں کی تفسیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
یقیں افراد کا سرمایہ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے
تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا

Marfat.com

خودی راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی

خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق

نہ مال و دولت قاروں، نہ فکر افلاطوں

پروفیسر صاحب فرماتے ہیں۔

"آج اگر امت مسلمہ یقین کی دولت سے مالامال ہونا چاہتی ہے، تو قرآنی فکر کو سمجھے، علمی و فکری میدان میں موجود جمود اور تعطل کو توڑے، اور اجتہاد اور ارتقائے علم کے دروازے اپنے اوپر کھول لے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اسلام اور قرآن حکیم کی تعلیمات کی نتیجہ خیزی پر یقین رکھتے ہوئے اسلام کو اپنے علم و عمل میں اتارے، اور معاشرے کی تجربہ گاہ میں اسلام کو نافذ کر کے تجربی توثیق کرے، اور بیک وقت سیاسی، مذہبی، علمی، معاشرتی، اخلاقی، روحانی، معاشی، تہذیبی اور تعلیمی میدانوں میں انقلاب بپا کرے" امت مسلمہ پر زوال و انحطاط کیوں آیا؟ کے اسباب و علل پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر صاحب فرماتے ہیں۔ اسلام پر عمل کرنا اس لئے چھوٹا کہ ہمارا عمل کی نتیجہ خیزی پر سے یقین اٹھ گیا، کیونکہ عمل علم سے نہیں بلکہ یقین سے جنم لیتا ہے۔"

داعی الی القرآن

علامہ اور پروفیسر صاحب کے نزدیک مسلمانوں کے انتشار و خلفشار اور زوال و انحطاط کا اصل سبب قرآن حکیم سے دوری ہے۔ جواب شکوہ میں علامہ فرماتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

علامہ کے نزدیک مسلمانوں کی حیات تازہ کا انحصار ان کی از سر نو سچا مسلمان ہونے پر اور ان کے

Marfat.com

حقیقی مسلمان ہونے کا دارومدار قرآن حکیم پر ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ وابستہ ہے، احیائے اسلام سے اور احیائے اسلام وابستہ ہے احیائے قرآن سے علامہ فرماتے ہیں

اے گرفتار رسوم ایمان تو
شیوہ ہائے کافری زندان تو
قطع کردی امر خود را در زبر
جادہ پیمائی الی شئ ء نکر
گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن
از تلاوت بر تو حق دارد کتاب
تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب
خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمیں افتندہ
در بغل داری کتاب زندہ
بندہ مومن ز آیات خداست
ایں جہاں اندر بر اوچوں قباست
چوں کہن گردد جہانے در برش
می دہد قرآں جہانے دیگرش
یک جہانے عصر حاضر را بس است
گیرت گر اگر در سینہ دل معنی رس است
اے کہ می نازی بہ قرآن عظیم

Marfat.com

ناگهان حجره ...

در جهان اسرار دین را فاش کن

نکته شرع مبین را فاش کن

جز بقرآن ضیغمی کارے مشکل ست

زانکه اوگم اندر اعماق دل ست

فقر قرآن اختلاط ذکر و فکر

فکر را کامل ندیدم جز بذکر

برخور از قرآن اگر خواهی ثبات

در ضمیرش دیده ام آب حیات

می دهد ما را پیام لاتخف

می رساند بر مقام لاتخف

گوهر دریائے قرآن سفته ام

شرح رمز صبغة الله گفته ام

فکر من گردوں مسیر از فیض اوست

جوئے ساحل ناپذیر از فیض اوست

پس بگیر از باده من یک دو جام

تا درخشی مثل تیغ بے نیام

از یک آئینی مسلمان زنده است

پیکر ملت ز قرآن زنده است

ما همه خاک و دل آگاه اوست

اعتصامش کن که حبل الله اوست

Marfat.com

چوں گہر در رشتہ رو سفتہ شو
ورنہ مانند غبار آشفتہ شو

علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کے نزدیک بھی امت کے جملہ امراض کے لئے نسخہ شفاء قرآن حکیم ہے۔ اور ملت کے تن مردہ میں از سرِ نو جان ڈالنے کے لئے آبِ حیات بھی چشمہ قرآن ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ آپ کے نزدیک قرآن حکیم صحیفہ انقلاب ہے۔ فلسفہ انقلاب کے زاویہ نگاہ سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پیغمبر انقلاب سے مراد خاتم الرسل علیہ التحیۃ والتسلیم ہیں اور صحیفہ انقلاب سے مراد قرآن حکیم ہے۔ زندگی کے انفرادی اجتماعی اور بین الاقوامی شعبوں میں انقلاب طلب پہلوؤں کو جن کا ادراک انسان خود نہ کر سکتا تھا قرآنی وحی کی روشنی میں واضح کر دیا گیا اور جس جس نصب العین کے حوالے سے یہ پہلو انقلاب پذیر ہو سکتے تھے' ان مطامح نظر کو متعین کر کے ان کے حصول کے حتمی قطعی اور یقینی نتیجہ خیز لائحہ عمل کے سہارے پیغمبرانہ قیادت کے ذریعے اکیس برس کے قلیل عرصے میں ہمہ گیر انقلاب بپا کر دیا گیا۔۔۔۔۔۔ انفرادی اور اجتماعی و بین الاقوامی تمام تر تضاد کو رفع کرنے کے لئے قرآنی ہی ہدایت ہے۔"

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر صاحب کے نزدیک اسلامی تعلیمات پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ ان کی روح عشق سے لبریز ہے۔ آپ نری رسم پرستی اور خشک فقہی و قانونی موشگافی پر زور نہیں دیتے بلکہ دین و شریعت کے جملہ مظاہر کی اصل روح باطنی عشق کو قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک عشق الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو باہم متضاد اور مختلف تقاضے نہیں ہیں۔ جس طرح رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خصائص واوصاف اور صفات وکمالات کا مظہر اتم بنایا ہے۔ اسی طرح عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عشق خداوندی ہی کا مظہر اور آئینہ دار ہے۔ یاد رکھیئے عشق ہمیشہ پیکر حسن اور محسوس پیکر جمال سے کیا

Marfat.com

جاتا ہے۔ اللہ رب العزت حسن مطلق ہے وہی ہر حسن کا مبداو منتہا ہے وہ صاحب جمال ہے وہ ہر پیکر جمال کو رعنائی عطا کرنے والا ہے لیکن اس کا حسن و جمال مخفی و مستور ہے۔ البتہ اس نے اپنے حسن کے جلوے کائنات ارضی و سماوی کے گوشے گوشے میں بکھیر دیئے ہیں اور ذرے ذرے میں اس کا جمال منعکس ہو رہا ہے۔ یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ کائنات کے ہر گوشے اور ہر ہر ذرے کا جمالیاتی پہلو انسان کو حسن ازلی اور جمال مطلق کی طرف متوجہ تو ضرور کرتا ہے لیکن حسن حقیقی کی رعنائیوں اور جمال مطلق کی جلوہ سامانیوں کا صحیح شعور مہیا نہیں کر سکتا بلکہ اس کا محض ایک دھندلا سا تصور پیش کرتا ہے مخلوق پر اپنے حسن وجمال کی تمام تر رعنائیوں براہ راست آشکار کر دینا رب العزت کے شایان شان نہ تھا۔ لہٰذا اس کی مشیت نے ایک ایسا مجسم پیکر حسن تخلیق کیا جو اس کے حسن وجمال کے جلووں کا مظہر اتم اور اس کے جمالیاتی پہلو کا آئینہ دار ہو تاکہ اس حسن بے مثال کا نظارہ کرنے سے لوگوں کو اس کے جمالیاتی پہلو کی عظمت کا اندازہ ہو جائے اور جب وہ پیکر حسن و جمال بزم کائنات میں جلوہ آراء ہو تو لوگ اس کے حسن و دلربائی کے شیدا ہو جائیں اور اس طرح مخلوق کا اس کے ساتھ عشق خدا کے عشق کا مظہر اور آئینہ دار بن جائے۔ ارادہ الٰہی کی اس جہت کی تکمیل جب تکوین کائنات کی صورت میں ظاہر ہوئی تو اس نے سب سے پہلے وجود مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تخلیق کر دیا اور یوں حسن مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن ایزدی کا مظہر اتم اور بزم کائنات میں خدا کے دست قدرت کا شاہکار بن گیا اور نتیجتاً عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق الٰہی کا ہی کامل مظہر قرار پا گیا۔ چنانچہ حسن و عشق کے یہ دونوں روپ من وجہ مختلف اور من وجہ باہم یکجا ہیں۔"

(اقبال اور تصور عشق" ۲۷)

علامہ محمد اقبال کے نزدیک بھی روح دین عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو [illegible] ہے

Marfat.com

صدق خلیل بھی ہے عشق
صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں
بدر و حنین بھی ہے عشق
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
عقل را سرمایہ از بیم و شک است
عشق را عزم و یقین لاینفک است
مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام بھی
مرد خدا کا عمل، عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات، موت ہے اس پر حرام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دم جبرئیل، عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق فقیہ حرم، عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل، اس کے ہزاروں مقام
عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات

Marfat.com

پیغام

عشق ہے نور حیات، عشق ہے نار حیات
عقل کو آگہی سے دور نہ رکھنا
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
ہے حضوری تیری موت کا راز
زندہ ہو تو تو ہے حضور نہیں
ہو نہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست
ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی
در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است
طور موجے از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرام کاشانہ اش

وجود مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکر انسانی کی معراج ہے اور عمل انسانی کا نقطہ کمال بھی [illegible]
لئے علامہ کے نزدیک اتباع نبوی کا حصول اس بات [illegible]

Marfat.com

آسکتا۔

مصطفی برساں خویش راکہ دین ہمہ اوست
اگر باونہ رسیدی تمام بولہبی است

تاشعار مصطفی از دست رفت
قوم را رمز بقا ازدست رفت

عشق مصطفوی ﷺ کی اس تاثیر سے طاغوتی اور ابلیسی طاقتیں ناواقف نہیں۔ وہ اس چراغ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجھانے کے لئے ازل سے سردھڑ کی بازی لگا دینے میں مصروف ہیں۔ علامہ نے اس تاریخی حقیقت کی تصویر کشی کیا خوب کی ہے۔ بقول علامہ شیطان اپنے چیلوں چانٹوں کو حکم دیتا ہے

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

یہ روح محمدی ہی تو ہے جو ملت اسلامیہ کو ہر آن نئی زندگی اور تازگی عطا کرتی ہے۔ باطل اور طاغوتی طاقتیں اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جب تک عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چنگاری اس ملت کے باطن میں سلگ رہی ہے ان کے مکروہ عزائم پورے نہیں ہو سکتے۔ لیکن انھیں خبر نہیں۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب نے تہذیب مغرب کی علمی، عقلی اور تمدنی گمراہیوں اور اس کے عیب و صواب پر جہاں زبردست استدلالی قوت کے ساتھ نشتر زنی اور اس کے تاریک اندرون کو بے نقاب کیا ہے' وہاں ان حالات و کیفیات کا بھی انتہائی حقیقت پسندانہ تاریخی تجزیہ کیا ہے جو تہذیب جدید کے مقابلہ میں مسلم تہذیب کے سقوط کا سبب بنے ہیں۔ علامہ اقبال اور پروفیسر صاحب دونوں

Marfat.com

نے مسلمانوں کے اندر پیدا ہو جانے والی ذہنی مغلوبیت کا تجزیہ کرتے ہوئے ایک ہی لائحہ
ہے کہ قوموں کے عروج وزوال میں بلاکسی استثناء کے خطرات کا یہ اٹل قانون کارفرما رہا ہے کہ
جب کوئی قوم ندرت فکر و عمل، تحقیق واکتشاف، تدبر و تفکر اور تمنائے نمود جیسی صفات سے محروم
ہو جاتی ہے تو اسے میدان عمل اپنے سے بہتر قوم یا گروہ کے لئے خالی کر کے مغلوبیت اختیار کرنا
ہی پڑتی ہے، اس لئے کہ خالق کائنات کو، جہان آب و گل پر زندہ لاشوں کی مخلوق پسند نہیں۔

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوق انقلاب
ندرت فکر و عمل کیا ہے؟ ملت کا شباب
ندرت فکر و عمل سے معجزات زندگی
ندرت فکر و عمل سے سنگ خارا لعل ناب
یہ محبت کی حرارت! یہ تمنائے نمود
فصل گل میں پھول رہ سکتے نہیں زیر حجاب

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

یہی آئین قدرت ہے، یہی اسلوب فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن، محبوب فطرت ہے

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

دین ہو فلسفہ ...
ہوتے ہیں پختہ ...

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com